بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

پس اللہ کو پکارو اپنی عبادت کو خالص کرتے ہوئے، خواہ کافر ناپسند سمجھیں

(المؤمن ع، پ ۲۴)

تالیف

محدث دیارِ سندھ علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

تقدیم

فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

جمعیت اہل حدیث سندھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

توحیدِ ربّانی

تالیف

محدث علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی

تقدیم

فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی

جمعیت اہل حدیث سندھ

سلسلہ مطبوعات 52

کتاب کا نام ----- ----- توحید ربانی
تالیف ------------- شیخ العرب والعجم علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمتہ اللہ علیہ
مقدمہ ------------------- فضیلۃ الشیخ علامہ عبداللہ ناصر رحمانی حفظ اللہ
تعداد ---- --------- ۱۱۰۰
اشاعت اول ---------- اپریل ۲۰۱۲
ناشر --- ---------- جمعیت اھل حدیث سندھ حلقہ کراچی

(ملنے کا پتہ)

۱۔ دفتر جمعیت اھل حدیث سندھ حلقہ کراچی جامع مسجد الراشدی موسیٰ لین لیاری کراچی ۰۳۰۰_۰۲۳۱_۳۹۹۶۶۲۳۰
۲۔ حرمین پبلی کیشنز کراچی ۰۳۳۳_۳۰۳۰۸۰۴
۳۔ فضلی بک سپر مارکیٹ اردو بازار کراچی ۰۲۱_۳۲۲۱۲۹۹۱
۴۔ مکتبہ قرآن وحدیث متصل مرکزی جامع مسجد اھل حدیث کورٹ روڈ کراچی ۰۳۲۳_۳۳۴۷۶۱۱
۵۔ مکتبہ رحمانیہ بوھرہ پیر کراچی ۰۳۲۱_۲۲۷۲۰۳۰
۶۔ جامع مسجد عثمان بن عفانؓ سیکٹر G-11/2 اسلام آباد
۷۔ ثناراللہ کھوکھر گلشن حدید کراچی
۸۔ دارالسلام طارق روڈ
۹۔ مکتبہ امام بخاری متصل مرکزی جامع مسجد اھل حدیث کورٹ روڈ کراچی ۰۲۱_۳۲۲۱۱۷۸۲

فہرستِ مضامین

تقدیم

فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

ان الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ، ونستغفرہ، ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات أعمالنا، من یہدہ اللہ فلا مضل لہ، ومن یضلل فلا ھادی لہ، وأشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، وأشہد أن محمدا عبدہ ورسولہ۔

[يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝۱۰۲] [1]

[يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۝۱] [2]

[يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۝۷۰ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۝۷۱] [3]

أما بعد:

فان أصدق الحدیث کتاب اللہ، وأحسن الھدی ھدی محمد ﷺ، وشر الأمور

---

[1] سورۂ آل عمران:103۔

[2] سورۂ نساء:1۔

[3] سورۂ احزاب:70، 71۔

محدثاتها، وکل محدثة بدعة، وکل بدعة ضلالة، وکل ضلالة فی النار۔

قارئین کرام! ایک انتہائی نفیس، عظیم الشان اور رفیع القدر علمی ذخیرہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ ہمارے شیخ، مربی، شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی عظیم کتاب ''توحید ربانی'' ہے۔

آپ کے علم میں ہے کہ یہ کتاب سندھی زبان میں لکھی گئی اور شائع ہوئی تھی، اس کے علمی مواد کو دیکھتے ہوئے ہماری بھی خواہش تھی اور علم سے محبت اور شغف رکھنے والے بہت سے احباب اور رفقاء کا بھی مسلسل اصرار تھا کہ اس کا اردو ترجمہ ہونا چاہیے۔ کچھ عرصہ پیشتر ترجمہ کی ذمہ داری مولانا حزب اللہ حفظہ اللہ کو سونپی گئی، انہوں نے بحسن وخوبی اس مسئولیت کو نبھاتے ہوئے مکمل کتاب کا ترجمہ کر دیا، نیز انہوں نے تمام حوالے جات کی تخریج بھی کر دی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء فی الدارین۔

بعد از اں نظر ثانی کے لیے یہ ترجمہ محترم مولانا داؤد شاکر اور مولانا ذوالفقار علی طاہر حفظہما اللہ کے حوالے کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہوں نے نظر ثانی بھی کی اور جہاں ترجمہ میں اردو ادب کے تعلق سے کوئی سقم دکھائی دیا اس کی اصلاح بھی کر دی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان تینوں علماء کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس عمل کو ان کے لیے اضافہ حسانات کا ذریعہ بنا دے۔

ہمارے شیخ کی جس کتاب کا ذکر ہو رہا ہے، اس کا نام شیخ رحمہ اللہ نے (توحید ربانی) تجویز فرمایا، یہ نام ایک بہت بڑے علم اور عظیم الشان منہج کی ترجمانی کر رہا ہے، توحید ربانی کے اس مبارک نام سے اللہ رب العزت کی توحید ربوبیت کی طرف اشارہ مقصود ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ توحید ربوبیت کی معرفت، مکمل عقیدۂ توحید کے فہم کی اساس ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کا آغاز توحید ربوبیت سے ہوا {اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝} اور اختتام بھی اسی توحید پر ہوا {قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝} بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے الٰہ اور معبودِ حق ہونے کے جو دلائل ذکر فرمائے ہیں ان میں سرِ فہرست توحید ربوبیت ہے، چنانچہ فرمایا:

[يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾]

یعنی: اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تمہیں اور تم سے پہلے تمام لوگوں کو پیدا کیا، تاکہ تم بچ سکو۔ (یعنی جہنم کی آگ سے)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اور اس حکم کی علت یہ بتلائی ہے کہ میں تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا خالق ہوں۔ دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے مقصدِ تخلیق کا ذکر فرمایا ہے، جو کہ اُس کی عبادت ہے، اور اس کی وجہ بھی یہی بتلائی کہ وہ ذات تمہاری خالق ہے، چنانچہ فرمایا:

[وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ معبودِ حق ہونے کیلئے خالق ہونا ضروری ہے، جس ذات میں خالق ہونے کی صلاحیت نہیں اس میں معبودِ حق ہونے کی صلاحیت یکسر معدوم ہوگی اور وہ تمام تر دعاوی کے باوجود جھوٹے اور باطل معبود قرار پائیں گے، اسی نکتہ کو واضح کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک دعوی اور اس کے بعد ایک استفسار اٹھا ذکر فرمایا ہے:

[هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ]

یعنی: یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی خلق ہے، پس مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے کیا پیدا کیا ہے جو اس کے سوا (پکارے جاتے) ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ حم السجدۃ میں ایک مقام پر یہی مسئلہ قدرے تفصیل سے بیان فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

[اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ... الآية]

میں توحید ربوبیت کا ذکر فرمایا اور اس پر استقامت کے فضائل بیان فرمائے اور چند آیات کے بعد ارشاد فرمایا:

[وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝۳۷]

یعنی: اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے رات، دن، سورج اور چاند ہیں، پس مت سجدہ کرو سورج یا چاند کو اور سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کو جو کہ ان کا خالق ہے، اگر تم خالص اسی کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔

اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کا رد ہے جو سورج یا چاند کی پوجا کرتے ہیں اور وجہ تردید وانکار یہ ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور مخلوق معبود ہو ہی نہیں سکتی، معبودِ حق وہی ذات ہو سکتی ہے جو خالق ہو، اسی لئے فرمایا:

[وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ]

کہ تم سجدہ کرو اس اللہ کو جو ان کا خالق ہے، گویا خالق ہی عبادت کے لائق ہوتا ہے اور اس پوری کائناتِ علوی یا سفلی میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خالق نہیں۔

[اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝۶۲]

یعنی: اللہ تعالیٰ ہی ہر شئی کا خالق ہے اور وہ ہر شئی پر کارساز ہے، نیز فرمایا:

[ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ]

یعنی: یہی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبودِ حق نہیں ہے، وہ (چونکہ) ہر شئی کا خالق ہے لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرو۔

حضرات! زیرِ نظر کتاب (توحید ربانی) کے نام سے موسوم ہے، ربانی کی نسبت اللہ تعالیٰ کے مبارک نام (الرب) کی طرف ہے، یہ نام اللہ تعالیٰ کا علَم ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو (الرب) نہیں کہا جا سکتا، البتہ اضافت کی صورت میں دوسروں کو رب کہا جا سکتا ہے، جیسے: رب المال، رب البیت وغیرہ۔

رب کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے ابن الاثیر فرماتے ہیں:

(الرب يطلق في اللغة على المالك والسيد والمدبر والمربي والقيم

والمنعم ولایطلق غیرمضاف الا علی الله تعالٰی واذا اطلق علی غیرہ اضیف،فیقال: رب کذا)

یعنی: لغوی اعتبار سے رب کے کئی معانی ہیں، مثلاً: مالک، سردار، تدبیر کرنے والا، پالنے والا، نگرانی کرنے والا اور نعمت عطا فرمانے والا، اضافت کے بغیر اس کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے، البتہ اضافت کی صورت میں دوسروں پر اس کا اطلاق ہوسکتا ہے، جیسے رب کذا یعنی فلاں چیز کا مالک۔

ابن جریر الطبری فرماتے ہیں: کلامِ عرب میں رب کے متعدد معانی ہیں، چنانچہ وہ سردار جو ہر طرح سے اطاعت کیا جاتا تھا اسے رب کہا جاتا تھا، وہ شخص جس کی حیثیت ایک مصلح کی ہوتی اسے رب کہا جاتا تھا، وہ شخص جو کسی چیز کا مالک ہوتا اسے رب کہا جاتا تھا..... مزید فرماتے ہیں: چنانچہ ہمارا رب وہ (السید) ہے کہ سرداری میں کوئی اس کا مشابہ یا مثیل نہیں ہے اور اپنی مخلوقات کے امور کا ایسا مصلح ہے کہ انہیں اپنی نعمتوں سے ڈھانپ رکھا ہے، ساری کائنات کا ایسا مالک ہے کہ ہر قسم کا خلق اور امر اسی تنہا ذات کا ہے۔

علماءِ سلف کے اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کی ربوبیت کی توحید پر مکمل ایمان کیلئے تین چیزوں کو پہچاننا اور ماننا ضروری ہے، ان کے بغیر یا ان میں سے کسی ایک کے بغیر توحید ربوبیت پر ایمان ہرگز کامل نہیں ہوسکتا۔

① یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس پوری کائنات کا خالق ہے، اس کے سوا کوئی خالق نہیں، حتی کہ ایک ذرہ تک کا بھی نہیں۔

② یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس پوری کائنات کا حقیقی مالک ہے، اس کے سوا کوئی حقیقی مالک نہیں ہے، حتی کہ ایک ذرہ تک کا بھی نہیں۔

③ یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس پوری کائنات کا مدبر اور متصرف ہے، اس کے سوا کوئی مدبر نہیں ہوسکتا۔

توحید ربوبیت پر کامل ایمان کیلئے ان تینوں چیزوں کو ماننا ضروری ہے،لہذا اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو خالق سمجھتا ہے،خواہ ایک ذرہ کی حد تک کیوں نہ ہو، یا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مالک سمجھتا ہے،خواہ ایک ذرہ کی حد تک کیوں نہ ہو، یا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مدبر مانتا ہے،خواہ ایک ذرہ کی حد تک کیوں نہ ہوتو اس کی توحید ربوبیت ناقص اور نا قابل قبول ہے،تمام تر دعوؤں کے باوجود اس کا عقیدہ خلل اور اضطراب کا شکار ہے،جب توحید ربوبیت جو کہ بقیہ تمام اقسامِ توحید (توحید الوہیت،توحید اسماء وصفات) کی مفتاح بلکہ اساس ہے میں خلل واقع ہو گیا تو اس کا تمام تر ایمان وعقیدہ اور بنابریں ہر قسم کا عمل برباد ہو گیا،

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ]

یعنی: جو شخص ایمان میں کسی انکار کا شکار ہو گیا تو اس کا ہر قسم کا عمل برباد اور رائیگاں ہے۔

حضرات! توحید ربوبیت کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شئ کا خالق ہے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ]

یعنی: اللہ تعالیٰ ہی ہر شئ کا خالق ہے اور وہ ہر شئ پر کارساز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خلق کے تعلق سے تمام اولین وآخرین کو چیلنج کیا ہے،

[هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ⑪]

یعنی: یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی خلق ہے،پس مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے کیا پیدا کیا ہے جو اس کے سوا (پکارے جاتے) ہیں، بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کے وہ تمام معبود،جنہیں اس کے سوا پوجا جاتا ہے کے عجز کا ذکر فرمایا،یعنی وہ سب ایک مقام پر اکٹھے ہو کر اپنی تمام تر طاقتیں وصلاحیتیں صرف کر کے

ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، حالانکہ مکھی ایک انتہائی خسیس اور حقیر جانور ہے۔

[يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْــًٔـا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝]

یعنی: اے ایمان والو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، اسے غور سے سنو، بیشک جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تو ہرگز ہرگز ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے، خواہ تمام کے تمام اس مقصد کی خاطر جمع ہو جائیں، اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو اسے چھڑانے تک کی قدرت نہیں رکھتے، طالب اور مطلوب دونوں کس قدر کمزور ہیں، انہوں نے کما حقہ اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی، اللہ تعالیٰ بڑی قوت اور غلبہ والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کو ماننا، جس طرح توحید ربوبیت پر ایمان کی اساس ہے، اسی طرح اس کے خالق ہونے کو ماننا ذاتی علم اور پہچان کیلئے اور اس کی عبادت تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق ہونے کی خبر کیوں دی؟ اس لئے تاکہ ہمیں اس عقیدہ کی معرفت حاصل ہو جائے، نیز اس لئے بھی کہ ہم خالصتاً اسی کی عبادت پر متوجہ ہو جائیں۔ جہاں تک معرفت کا معاملہ ہے تو اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

[اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝]

یعنی: اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے ساتوں آسمان پیدا کئے اور زمینیں بھی اتنی ہی، ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے اوامر نازل ہوتے ہیں (تمہیں یہ سب اس لئے بتایا جارہا ہے) تاکہ تم جان لو اور یہ معرفت حاصل کر لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شئ پر قادر ہے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ از روئے علم ہر شئ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

یہ آیت کریمہ اس مسئلہ پر نص کی حیثیت رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحیدِ ربوبیت کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے، اس معرفت کے ذریعے اس اہم ترین مسئلہ تک رسائی حاصل کرنا ضروری ہے، جس کی خاطر رسالتیں اور نبوتیں تشکیل دی گئیں اور جس کی خاطر بار بار وحی الٰہی کا نزول ہوا اور مسئلہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ہے، چنانچہ فرمایا:

[وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾]

یعنی: میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

اس آیت مبارکہ میں (خَلَقْتُ) کا مقصد (لِيَعْبُدُونِ) ہے، جبکہ اوپر کی آیات میں (خلق) کا مقصد (لتعلموا) ہے، جس سے ثابت ہوا کہ توحید ربوبیت کا علم حاصل کرنا ضروری ہے اور اس علم کے ذریعے اس اہم مسئلہ (عبادت) تک رسائی ضروری ہے جو اصل دین اور محورِ دین ہے۔

جبکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے لہٰذا وہی مستحقِ عبادت ہے تو اس کے ساتھ ساتھ یہ نکتہ بھی دل وجان کی گہرائی سے قبول کرنا ضروری ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خالق نہیں، بمقدارِ ذرہ بھی نہیں، لہٰذا اس کے سوا کوئی عبادت کا (بمقدارِ ذرہ بھی) مستحق نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٠﴾]

یعنی: اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا، پھر تم سب کو روزی دی، پھر تم سب کو موت دیگا، پھر تم سب کو زندہ کریگا، کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی بھی ان میں سے کوئی کام انجام دے سکتا ہے؟ وہ ذات پاک ہے اور تمہارے شرک سے بہت بلند ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

[أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٢﴾]

یعنی: کیا وہ ایسوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، اور نہ وہ ان کی کچھ بھی مدد کر سکتے ہیں، بلکہ وہ تو اپنی مدد کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔

حضرات! اللہ تعالیٰ ہی خالقِ کل ہے، اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہوسکتا، یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو ہم سے بڑی غیرت کا متقاضی ہے، اسی غیرت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تصویر کو حرام قرار دے دیا؛ کیونکہ تصویر میں اللہ تعالیٰ کی صفت خلق اور صفت تصویر سے مشابہت پائی جاتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے اور وہی مصور ہے۔ تصویر کی حرمت اور وعید شدید پر کچھ نصوص ملاحظہ ہوں:

عن عبد اللہ بن مسعودص قال: سمعت رسول اللہ ﷺیقول: (ان اشد الناس عذابا عند اللہ یوم القیامۃ المصورون) (بخاری ومسلم)

یعنی: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے سخت عذاب، تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا أن رسول اللہ ﷺ قال: (أشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یضاھون بخلق اللہ۔) (بخاری ومسلم)

یعنی: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق (پیدا کرنا) سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ (یعنی تصویر بناتے ہیں)

عن ابی ھریرۃ ص :(یقول الرب سبحانہ :ومن أظلم ممن ذھب یخلق کخلقی

فلیخلقوا ذرۃ أو لیخلقوا حبۃ أو لیخلقوا شعیرۃ) (بخاری ومسلم)

یعنی: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے، رب سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو میری خلق جیسی خلق بناتا ہے (یعنی تصویر بناتا ہے) ایسے لوگ اناج کا ایک دانہ پیدا کر کے دکھائیں۔

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ قال: (إن الذین یصنعون ھذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ یقال لھم أحیوا ما خلقتم)(بخاری ومسلم)

یعنی: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک جو لوگ تصویریں بناتے ہیں، انہیں قیامت کے دن عذاب دیا جائیگا، ان سے کہا جائیگا جو تصویریں تم نے خلق کی تھیں ذرا انہیں زندہ تو کرو۔ (وہ زندہ نہیں کر پائیں گے لہذا ان کا عذاب مستمر رہے گا، والعیاذ باللہ)

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے یا یہ بھی کہ وہ کسی مادہ کے بغیر اشیاء کو خلق کرنے پر قادر ہے، اور یہ صلاحیت اس پوری کائنات میں کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرا کوئی خالق نہیں ہوسکتا، اسی معنی میں اس کی صفت (الباری) بھی ہے، {ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ ...الآیۃ} اس صفت کا اطلاق بھی غیر اللہ کیلئے جائز نہیں ہے۔

توحید ربوبیت پر ایمان لانے کیلئے دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شیٔ کا مالک ہے، اس کے علاوہ دوسرا کوئی مالک نہیں ہوسکتا، گویا یہ پوری کائنات جس طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اسی طرح اس کی مملوک بھی ہے، فرمان ہے: [فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ] پس بلند ہے اللہ، جو الملک (بادشاہ) ہے اور الحق (سچا) ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ہر شیٔ کا مالک ماننے کیلئے ضروری ہے کہ ہمیں تین چیزوں کی پورے یقین کے

ساتھ معرفت ہو:

① جب وہ ہر چیز کا مالک ہے تو ضروری ہے کہ مالک ہونے کی جتنی بھی صفات ہیں ان سب پر ہمارا ایمان ہو، مثلاً: کمال قوت، کمال غلبہ، کمال قدرت، کمال علم، کمال احاطہ، کمال حکمت، کمال مشیئت، کمال تصور، کمال رحمت ومحبت وغیرہ۔

② اللہ تعالیٰ کے ہر چیز کے مالک ہونے پر ایمان لانے کا ضروری تقاضا یہ ہے کہ ہمارا یہ ایمان ہو کہ ہر شیٔ اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے، ہر شیٔ اپنے تمام امور میں اسی کی طرف مضطر ومفتقر ہے اور یہ ایمان بھی ہو کہ کوئی شیٔ حتی کہ ایک ذرہ بھی اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہے۔

[وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۸۵]

یعنی: اور وہ ذات بابرکت ہے جس کیلئے آسمانوں اور زمینوں اور جو ان کے درمیان ہے کا ملک ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

③ جب اللہ تعالیٰ ہر شیٔ کا مالک ہے اور ہر شیٔ اس کی مملوک ہے تو پھر ضروری ہے کہ ہمارا ایمان ہو کہ ہر شیٔ کی تدبیر وتصرف بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، چنانچہ کائنات کی ہر شیٔ پر اس کی مشیئت نافذ ہے اور ایک ذرہ کی حرکت بھی اس کے امر وتصرف سے باہر نہیں۔ { اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ }

اور جب اللہ تعالیٰ کوئی امر نافذ فرماتا ہے تو کوئی اسے ٹال نہیں سکتا اور نہ کسی حکم پر تعقیب کی ہمت رکھتا ہے { لا راد لقضائه ولا معقب لحكمه }

اللہ تعالیٰ کے احکام واوامر تین طرح کے ہیں:

① احکام قدریہ کونیہ، یعنی پوری کائنات کے جملہ امور، اللہ تعالیٰ کے مبرم حکم کے ساتھ تقدیر میں مکتوب ومحفوظ ہیں، وہ تمام فیصلے اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے ساتھ ہیں اور تقدیر میں لکھے ہوئے کے مطابق نافذ ہونگے، کسی فیصلے میں کسی غیر اللہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

② احکامِ شرعیہ، یعنی حلال وحرام کے تعلق سے تمام شرعی فیصلوں کا اللہ تعالیٰ ہی مختار ہے، اس ذات نے احکامِ شرعیہ بنائے اور اپنی وحی کے ذریعے اپنے انبیاء کے توسط سے ہم تک پہنچا دیے

[لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ] [شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ] [اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ]

کسی حکم شرعی بنانے یا نافذ کرنے میں کسی غیر اللہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، لہذا احکامِ شرعیہ کے تعلق سے صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرض ہے، اس کے علاوہ کسی کی نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کا رسول چونکہ اس کا نمائندہ، مبعوث اور مأذون ہے، لہذا اس کی اطاعت بھی فرض ہے؛ کیونکہ وہ اطاعت عین، اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے:

[مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ] [وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ۙ]

③ احکامِ جزائیہ، یعنی بندے جو عمل کریں گے ان پر جزا یا سزا کا فیصلہ بھی صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے، چنانچہ وہی اطاعت گذار بندوں کو اپنی رضا اور جنت کی صورت میں جزاء دے گا، دوسرا کوئی نہیں۔

اور وہی نافرمان بندوں کو اپنے غضب اور جہنم کے عذاب کی صورت میں سزا دیگا، دوسرا کوئی نہیں۔

[مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ۭ] [يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَـيْـــــًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝ۧ]

اللہ تعالیٰ کی مشیئت اگر متقاضی ہو تو وہ دنیا میں بھی اپنے نیک بندوں یا قوموں کو اچھی جزا اور برے بندوں یا قوموں کو عذاب دے دیتا ہے، بہر حال دنیا ہو یا آخرت، دونوں جہانوں میں جزا و سزا کا اختیار صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے، دنیا و آخرت کے مابین عالم برزخ

میں بھی اللہ تعالیٰ کے امر سے جزا یا سزا کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ مالکیت میں، دوسرا کوئی بھی ایک ذرہ کے برابر بھی شریک نہیں ہے، فرمایا:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾]

یعنی: جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے اندر دھاگے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

[قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾]

یعنی: کہہ دو، پکارو ان لوگوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا (شریک) سمجھتے ہو، وہ تو آسمانوں اور زمینوں کے اندر ایک ذرہ تک کے مالک نہیں، اور نہ ہی اس ذرہ کی ملکیت میں وہ اللہ تعالیٰ کے حصہ دار ہیں اور نہ ہی اس ذرہ کے سلسلہ میں وہ اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔

آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو پوجا جاتا ہے وہ تو ایک ذرہ کے مالک نہیں، مالک ہونا بڑی بات ہے وہ اس ذرہ کی ملکیت میں اللہ تعالیٰ کے حصہ دار بھی نہیں اور نہ ہی مددگار۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفتِ مالکیت میں یا صفتِ تدبیر و تصرف میں کسی دوسرے کو حصہ دار قرار دیتے ہیں وہ سخت غلطی کا شکار ہیں، مگر افسوس ہمارے معاشرے میں ایسے بہت سے لوگ یا گروہ موجود ہیں جو توحید ربوبیت کے تعلق سے سخت انحراف کا شکار ہیں، ہم بتا چکے کہ توحید ربوبیت، اصل توحید یعنی توحید عبادت کی اساس ہے، جو شخص اساس کے امتحان میں فیل ہو گیا وہ اصل توحید (توحید عبادت) جو انبیاء کی دعوت کا مرکزی نکتہ تھا، بری طرح ناکام ہو گیا، نتیجۃً اپنی دنیا، اپنی قبر اور اپنی آخرت سب کی بربادی کا خود ہی انتظام کر ڈالا، زیرِ نظر کتاب (توحید ربانی) میں اس حوالے سے بہت سی مثالیں مل جائیں گی، اس کے علاوہ ہمارے فاضل دوست فضیلۃ

الشیخ عبدالغفور دامنی حفظہ اللہ کی کتاب اقسامِ توحید بھی قابل مطالعہ ہے۔

ایک کلمہ گو موحد اگر توحید ربوبیت میں ہی اضطراب وانحراف کا شکار ہو گیا تو اس کا یہ معاملہ کتنا تعجب خیز ہوگا؛ کیونکہ مشرکین مکہ اپنی تمام تر گمراہیوں کے باوجود توحید ربوبیت میں کسی انحراف کا شکار نہیں تھے، قرآن مجید میں بار بار ان کے اس اعتراف کا ذکر ہے کہ ہر شئ کا خالق، مالک اور مدبر صرف اللہ رب العزت ہے، انہیں اگر اشکال تھا تو وہ توحید الوہیت کے تعلق سے تھا، ان کہنا تھا{أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا} یعنی: اس شخص نے (محمد ﷺ) قولوا لا الٰہ الا اللہ کی دعوت دیگر تمام معبودوں کا انکار کر دیا اور ایک معبود (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کی دعوت دیدی؟

توحید ربوبیت کا عقیدہ تو وہ فطری عقیدہ ہے جو ایک چیونٹی کے علم میں تھا، رسول اللہ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کے دور کی چیونٹی کا ذکر فرمایا ہے، جو اپنی پشت کے بل لیٹی ہوئی، اپنے ہاتھوں پاؤں کو آسمان کی طرف دراز کیے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے التجائیں کر رہی تھی: (اللھم انا خلق من خلقك وليس بنا غنى عن سقياك) اے اللہ! ہم بھی تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اور ہمیں بھی پانی کی ضرورت ہے (لہٰذا ہمیں عطا فرمادے)

مقامِ غور ہے کہ چیونٹی نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کا وسیلہ پیش کیا، جو کہ توحید ربوبیت کی معرفت کا پہلا نکتہ ہے، اس وسیلہ سے دعا کس قدر تیزی کے ساتھ شرفِ استجابت وقبولیت حاصل کر لیتی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے فوراً فرمایا: (ارجعوا فقد سقيتم بدعوة غيركم) اے لشکر والو! جلدی لوٹ چلو، ایک دوسری مخلوق (چیونٹی) کی دعا قبول ہو چکی ہے اور اس کی دعا کی بدولت تم بھی سیراب کر دیے جاؤ گے۔

جن لوگوں کے عقیدۂ توحید ربوبیت میں دراڑ ہے وہ تو اس چیونٹی سے بھی گئے گذرے ہیں، مشرکین مکہ سے اگر ان کا تقابل کیا جائے تو یہ کس صف میں کھڑے دکھائی دیں گے؟

توحید ربوبیت کی معرفت کے بہت سے ثمرات ونتائج ہیں: ① اللہ تعالیٰ کے بہت سے اسماء حسنیٰ اور صفاتِ علیا سے تعلق جڑ جاتا ہے، درج ذیل اسماء وصفات کا تعلق توحید ربوبیت ہی سے ہے، چنانچہ توحید ربوبیت کی صحیح معرفت کیلئے درج ذیل اسماء وصفات کی معرفت ایک لازمی امر ہے۔ (الرحمن، الرحیم، الرزاق، الخالق، الخلاق، الملك، المليك، القوي، المتين، المحيط، المقيط، الحفيظ، الغني، الكريم، الحميد، المجيد، القادر، القدير، المقتدر، الحسيب، الكافي، الشافي، الغالب، النصير، العزيز، الجبار، القاهر، القهار، الوارث، المحسن، الديان، المقدم، المؤخر، المعطي، المانع، النافع، الضار، الجواد، النافع) وغیرہ وغیرہ۔

② اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی محبت دل میں اجاگر ہوگی اور بندہ ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے گا جو عظیم صلہ اور اجر وثواب کا باعث ہوگا۔ مثلاً صفت الرحمن کی محبت کی وجہ سے بندہ کے اندر رحمت کے جذبات پیدا ہونگے جس کا اجر حدیث میں وارد ہے: (إرحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء) تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ دوسری حدیث میں ہے: (إن الله رفيق يحب الرفق) (ان الله جميل يحب الجمال)۔

③ توحید ربوبیت پر ایمان جتنا قوی ہوگا، اتنا ہی تقدیر پر ایمان قوی ہوتا جائے گا؛ کیونکہ توحید ربوبیت کو ماننے کا معنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تمام فیصلوں کو ماننے سے حاصل ہوگا۔

④ توحید ربوبیت پر قوی ایمان، رزقِ حلال کے حصول کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ جب پوری قوت اور یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خالق اور رازق ہونے پر ایمان ہے تو پھر حرام کا قصد چہ معنی دارد؟

⑤ توحید ربوبیت پر پختہ ایمان، دعا کی قبولیت کا انتہائی قوی وسیلہ ہے، جیسا کہ چیونٹی کا واقعہ گذرا۔

آخر میں ایک غلطی کی نشاندہی ضروری ہے، کلمہ (لا الٰہ الا اللہ) توحید الوہیت ہے جبکہ ہمارے ملک کی ایک بڑی جماعت اسے توحید ربوبیت قرار دیتی ہے اور اس کا مفہوم یہ بتلاتی ہے کہ ایک اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور غیر اللہ سے کچھ نہ ہونے کا یقین۔ یہ (لا الٰہ الا اللہ) کا معنی نہیں ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ ان لوگوں کی توحید کا محور ربوبیت کی حد تک ہے، جبکہ توحید الوہیت میں کافی حد تک غفلت اور انتشار کا شکار ہیں۔ (لا الٰہ الا اللہ) کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ حق نہیں ہے، اس سے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا تصور پیدا ہوتا ہے، نیز طریقہ عبادت میں محمد رسول اللہ ﷺ کی مکمل فرمانبرداری کا تصور اجاگر ہوتا ہے۔

ہماری ان سطور کو بطورِ تمہید پڑھ کر ہمارے شیخ حفظہ اللہ کی کتاب ''توحید ربانی'' کا مطالعہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے میزانِ حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام کردے۔

وھو سبحانہ وتعالیٰ سمیع مجیب للدعوات، وصلی اللہ علی نبینا محمد وبارک وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بے شمار تعریفات اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے جس نے اپنے بندوں کو توحید جیسی نعمت سے نوازا اور اپنی بارگاہ دکھا کر دوسری تمام درگاہوں سے بے نیاز کر دیا۔ لاتعداد صلاۃ وسلام اُس کے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف مخلوق کی رہنمائی کی، بتوں اور طواغیت کی غلامی سے آزاد کرایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل واحفاد پر جنہوں نے آپ کے نسب کے بجائے دعوت حق پر فخر کیا اور اس دعوت کو گھر گھر پہنچایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر جنہوں نے شرک کے قلعوں پر علم وحدت لہرایا۔ رب العالمین ان سے راضی ہو اور بہشت ان کے لیے ٹھکانہ بنائے۔

امابعد:

مسلمانو! توحید، اسلام کا اساسی و اولین مسئلہ اور تمام نیکیوں کے لیے بنیاد ہے، تمام انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی تعلیم لے کر آئے۔

[وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾][1]

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے گئے ان میں سے ہر ایک کی طرف ہم نے وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں لہٰذا تم میری بندگی (عبادت) کرو۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ [2]

ترجمہ: ہم نے ہر ایک جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ تم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔

[وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ

---

[1] سورۂ انبیاء: 25۔

[2] سورۂ نحل: 36۔

عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۶۵ [1]

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی طرف اور آپ سے پہلے رسولوں کی طرف یہ پیغام بھیجا گیا کہ اگر تم نے بھی شرک کیا تو تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

اسی توحید کی خاطر انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے متبعین کو طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا جن کے واقعات قرآن وحدیث میں مذکور ہیں، مگر افسوس کہ علمی دور کے انحطاط اور جہالت کے غلبے کی وجہ سے بہت سارے لوگ توحید سے بے خبر اور شرک کی بے شمار اقسام میں گرفتار ہیں۔

خصوصاً ہمارے سندھ میں توحید سے بے خبر لوگ زیادہ ہیں۔ ایک طرف پیری مریدی کے چنگل میں پھنس کر لوگ توحید سے دور ہو چکے ہیں تو دوسری طرف علماء سوء کی تقاریر توحید سے دوری کا باعث ہیں بلکہ لوگ شرکیہ اعمال کو عین اسلام سمجھنے لگے ہیں۔

اسی حالت کے پیش نظر اور جماعتی احباب کے بار بار اصرار پر یہ کتاب توحید ربانی یعنی سچی مسلمانی لکھنا شروع کی گئی۔ ہم رب العالمین کی بارگاہ اقدس میں التجا کرتے ہیں کہ اسے خیر وخوبی کے ساتھ اختتام پذیر فرمائے، اسے قبول عام بخشے اور مخلوق کی ہدایت ورہنمائی کا سبب بنائے۔ (آمین)

قارئین کی سہولت کے لیے مسائل توحید کو مختلف ابواب اور فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

الشریف ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

[1] سورۂ زمر: 65۔

پہلا باب
توحید و شرک کا معنی و مفہوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

توحید وشرک کا معنیٰ ومفہوم

پہلی فصل: توحید کے بارے میں

تاج العروس شرح القاموس ج ۲ ص ۵۳۵ میں ہے:

ووحدہ توحیدا جعلہ واحدا وکذا احدہ کما یقال ثناہ وثلثہ قال ابن سیدہ (ویطرد الی العشرہ) عن شیبانی (ورجل وحد و أحد محرکتین ووحد ککتف (ووحید) کأمیر ووحد کالعدل (ومتوحد) أی (منفرد) ورجل وحید لا أحد معہ یؤنسہ[1]

یعنی کسی بھی چیز کو اکیلا (تنہا) یا منفرد کہنا یا سمجھنا جیسے وَحّدہ توحیداً یعنی اس نے فلاں کو اکیلا (تنہا) کیا یا اسے اکیلا (تنہا) سمجھا۔

عربی لغت کی معروف کتاب لسان العرب میں ہے کہ:

والتوحید: الایمان باللہ وحدہ لاشریک لہ واللہ الواحد الأحد ذوالوحدانیة والتوحد۔ ابن سیدہ: واللہ الأوحد والمتوحدون والوحدانیة ومن صفاتہ الواحد الاحد۔ قال ابو منصور وغیرہ الفرق بینھما أن الأحد بنی لنفی مایذکر معہ من العدد تقول ما جاء نی احدٌ۔ والواحد اسم بنی لمفتتح العدد تقول جائنی واحد من الناس ولاتقول جاء نی أحد فالواحد منفرد بالذات فی عدم المثل

[1] تاج العروس شرح القاموس، ج:2 ص:535۔

والنظیر، والأحد منفرد بالمعنیٰ، وقیل الواحد ھوالذی لا یتجز أو لا یثنی ولایقبل الانقسام ولانظیرله ولا مثل ولا یجمع ھٰذین الوصفین الا الله عزوجل وقال ابن الاثیر: فی أسماء الله تعالیٰ الواحد قال ھوا الفرد الذی لم یزل وحده ولایکن معه آخر۔ قال الأزھری: وأما اسم الله عزوجل أحد فانه لایوصف شی بالأحدیة غیرہ لایقال رجل أحد ولادرھم احد۔ کما یقال رجل وحد أی فرد لأن أحداً صفة من صفات الله عزوجل التی استخلصھا لنفسه ولایشرکه فیھا شئی ولیس کقولك الله واحد وھٰذا شیء واحد ولایقال شئی أحد۔[1]

یعنی توحید کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک اور لاشریک ہونے کا یقین رکھنا یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ایک ہونا اس کی صفت ہے اس کی صفات میں سے واحد اور احد بھی ہے، ''احد'' اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے استعمال نہ ہوگا کیوں کہ اس کا معنیٰ ہے: پہلا اور یکتا لیکن ''واحد'' کسی دوسری چیز کی صفت کے طور پر مستعمل ہوسکتا ہے مثلاً فلاں شخص ایک ہے یا میرے پاس فلاں چیز ایک ہے اگرچہ بعض اھل لغت اس سے بھی منع کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لیے وحدہٗ کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ تقسیم، مثال، نظیر سے بالکل پاک ہے۔ الواحد اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے بھی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے ایک ہے دوسرا کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے، اسی طرح لغت کی دوسری کتب ''المفردات فی غریب القرآن للراغب الاصبھانی، الحفایة فی غریب الحدیث لا بن الاثیر، اور مجمع بحار الانوار للفتنی'' وغیرہ میں بھی ہے۔

دوسری فصل: شرک کے بارے میں

لسان العرب میں ہے کہ:

الشرکة والشرکة سواءٌ مخالطة الشریکین-یقال اشترکنا بمعنیٰ تشارکنا

[1] لسان العرب، ج:3،ص:450۔

وقد اشترك الرجلان وتشاركا وشارك أحدهما الأخر:- وشاركت فلانا: صرت شريكه واشتركنا وتشاركنا فى كذا وشركته فى البيع والميراث اشركه شركة والاسم الشرك[1]

یعنی شرک کا معنی یہ ہے کہ ساجھی یا پاٹنر بننا، تجارت یا میراث میں شرک کرنے کا معنی ہے کہ ساجھی بننا، مشارکت کا معنی ہے شریک بننا۔

صفحہ 449 میں لکھتے:

[والشرك بالله جعل له شريكا فى ملكه تعالى الله عن ذالك والاسم الشرك. قال الله تعالى من حكاية عن عبده لقمان أنه قال لابنه: يا بنى لاتشرك بالله ان الشرك لظلم عظيم. والشرك ان يجعل لله شريكا فى ربوبيته تعالى الله عن الشركاء والانداد. وا نما دخلت التاء فى قوله تعالى وان تشركوا بالله مالم ينزل به سلطانا لأن معناه عدلوا به ومن عدل به شيئا من خلقه فهو كافر مشرك لأن الله وحده لاشريك له ولا ند له ولانديد. وقال ابو العباس فى قوله تعالى: والذين هم به مشركون معناه الذين هو صاروا المشركين بطاعتهم للشيطان]

یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کا معنی ہے کہ اسکی بادشاہت، ملکیت اور ربوبیت میں کسی بھی مخلوق کو اسکا ساجھی مقرر کرنا یا کسی بھی مخلوق کو اسکے برابر تصور کرنا، اس طرح کرنے والے کافر و مشرک ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک اور مثل نہیں۔

اور آیت: [وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿١٠٠﴾][2]

کا مطلب بھی یہی ہے کہ: شیطان کی اطاعت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہرانا۔

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ اپنی تفسیر غرائب القران میں فرماتے ہیں:

---

[1] لسان العرب، ج:10 ص:448۔

[2] سورۃ نحل:100۔

[والشرك فى اللغة مصدر شركة فى الامر أشركه وفى الحديث أن معاذا أجازبين اهل اليمن الشرك يرادفى المزارعة ان يشترك فيها رجلان أوثلاثة فكان الشرك بالله هو ان يجعل له شريك قال وما يؤمن اكثرهم بالله الاوهم مشركون][1]

یعنی شرک مصدر ہے لغوی طور پر اسکا معنیٰ ہے معاملات..، زراعت وغیرہ میں شراکت، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اسکا ساجھی یا شراکت دار بنایا جائے، جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے کہ ''اکثر اللہ تعالیٰ کو ماننے والے بھی اسکے ساتھ شرک کرتے ہیں''۔

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں۔

[والشرك للانسان فى الدين ضربان أحدهما الشرك العظيم وهو اثبات شريك الله تعالىٰ يقال اشرك فلانٌ بالله وذلك اعظم كفر قال: انّ الله لايغفران يشرك به وقال من يشرك بالله فقد ضل ضلالاً بعيدا وقال: ومن يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة وقال: يبايعنك على أن لا يشركن بالله شيئا. وقال سيقول الذين اشركوا لوشاء الله ما اشركنا. والثانى الشرك الصغير وهو مراعات غير الله معه فى بعض الامور وهو الرياء والنفاق][2]

دین میں شرک کی دو قسمیں ہیں ایک شرک اکبر یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا، یہ بہت بڑا کفر وگمراہی ہے جس کے لئے کوئی بھی مغفرت نہیں ہے ایسے مشرک کیلئے جنت کو حرام کردیا گیا ہے، اور اسی شرک سے توبہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لیا کرتے تھے، شرک کی دوسری قسم ریاء کاری ہے جسے شرک اصغر کہا گیا ہے یعنی کوئی عمل انجام دیتے ہوئے کسی مخلوق کی خوشنودی ورضامندی کی نیت ہو یا اسے دکھلانا یا بتلانا مقصود ہو۔

---

1 تفسیر غرائب القرآن، ص:27۔

2 المفردات، ص:260۔

الحاصل:

شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس یا اس کی کسی صفت مبارکہ میں اسکے علاوہ کسی مخلوق مثلاً ملائکہ، انبیاء یا اولیا، زندہ یا مردہ یا کسی بھی چیز کو اسکا شریک یا ساجھی بتانا اور اس چیز سے خالی وصاف ستھرا ہونے کا نام توحید ہے۔ وباللہ تعالیٰ التوفیق

دوسرا باب
توحید
کی فضیلت واہمیت

دوسرا باب
توحید کی فضیلت واہمیت

اس باب میں دو فصلیں ہیں۔

پہلی فصل: آیاتِ قرآنیہ کے ذکر میں

۱۔ [لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝] [1]

ترجمہ: دین میں کوئی زبردستی نہیں کیونکہ ہدایت گمراہی سے ظاہر ہوچکی ہے، پھر جس شخص نے طاغوت کا انکار کیا او ایک اللہ تعالیٰ کو مان لیا تو اس نے ایسے مضبوط کڑے (سہارے) کو تھام لیا جس کے لیے ٹوٹنا نہیں ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۲۔ [اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝] [2]

ترجمہ: جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ اس کی آیات پر پورا یقین رکھتے ہیں وہ اپنے رب کیساتھ شریک نہیں ٹھہراتے، اور جو (جان ومال) اسکی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس کے باوجود ان کے دل کانپتے رہتے ہیں، جو اس (فیصلے کیلئے) اپنے رب کی طرف لوٹنے

۱۔ سورۂ بقرہ: 256۔

۲۔ سورۂ مؤمنون: 57-61۔

والے ہیں، یہی لوگ نیکیوں اور اچھائیوں کو حاصل کرنے کیلئے جلدی کرنے والے اور ان کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

۳۔ [وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٨﴾][1]

ترجمہ: ان لوگوں نے طاغوت کی پوجا سے بچ کر ایک اللہ کی طرف رجوع کیا ان کے لیئے خوشخبری ہے، پھر تم (اے نبی ﷺ) میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دو جو باتیں سن کر ان میں سے اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دیکر سیدھی راہ پر لگایا، اور یہ لوگ عقل والے ہیں۔

ناظرین: اچھی بات وحی الٰہی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا آیت کے کچھ بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا][2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اچھی بات یعنی کتاب (یعنی قرآن) کو نازل فرمایا (اور حدیث بھی جو کہ اس کی تفسیر ہے)۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ][3]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف (اے نبی ﷺ) کتاب اور حکمت کو نازل کیا۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

[(وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ) يعني القرآن (وَالْحِكْمَةَ) يعني السنة قاله الحسن وقتادة ومقاتل بن حيان وأبو مالك وغيرهم][4]

---

[1] سورۂ زمر: 17-18۔

[2] سورۂ زمر: 23۔

[3] سورۂ نساء: 113۔

[4] تفسیر ابن کثیر، ج: 1، ص: 184۔

ترجمہ: کتاب سے مراد قرآن کریم اور حکمت سے مراد حدیث ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، قتادہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن حیان رحمۃ اللہ علیہ اور ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم سلف صالحین سے یہی منقول ہے۔

یعنی ہمیں اچھی بات سننے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ قرآن وحدیث یا ان دونوں کے موافق بات ہے، اس آیت کریمہ سے بھی یہی بات ثابت ہوئی کہ ہدایت وعقل والے وہی ہیں جو اہل توحید ہیں۔

۴۔ [اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾] [1]

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس (عقیدے) پر قائم رہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان پر (وفات کے وقت) نازل ہونگے (اور کہیں گے) تم نہ خوف کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ کیے گئے تھے، دنیا وآخرت میں ہم تمہارے دوست ہیں، اور جنت میں تمہارے لیے وہ نعمتیں ہیں جن کی تم خواہش کرو گے، (تمہارے لیے) بخشنے والے مہربان (رب) کی طرف سے مہمان نوازی ہے۔

۵۔ [اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾] [2]

ترجمہ: تحقیق جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ غمگین ہونگے، یہی لوگ اہل جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بدلہ ہے اس کا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔

---

[1] سورۂ حم السجدہ: 30-32۔

[2] سورۂ احقاف: 13-14۔

تشریح: استقامت کا معنیٰ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت وحدانیت کے اقرار کے بعد اس پر پوری طرح مستقیم و قائم رہے، اللہ تعالیٰ کے در کے سوا کسی دوسرے کو قابل التفات نہ سمجھے، خوشی غمی میں، بیماری و صحت میں، تنگ دستی اور خوشحالی میں، الغرض ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کے در پر قائم و دائم رہے، اس کے ہر حکم کی پیروی کرے، اور نافرمانی سے بچے۔

۶۔ [إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٤٦﴾][1]

ترجمہ: مگر جو لوگ شرک و نفاق سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ (کی رسی) کو چمٹ گئے اور اس کے لیے دین کو خالص کیا، ان لوگوں کا شمار مؤمنوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی مؤمنوں کو اجر عظیم عطا کرے گا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ (کی رسی) کو چمٹنے کا معنیٰ یہ ہے کہ دوسرے دروازوں سے احتراز کرتے ہوئے اسی کے در کو لازم پکڑ لینا۔ کیوں کے اعتصام باللہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، جیسا کے حدیث قدسی میں ہے۔

[أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ][2]

ترجمہ: میں ہر قسم کی شراکت سے، سب سے زیادہ بے نیاز ہوں۔

لہٰذا شراکت والی صورت میں عمل باقی نہ رہا، اور اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے پھر جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا تو اعتصام باللہ بھی نہ رہا۔ اور دین کو اس کے لیے خالص کرنا یہ ہے کہ ہر عمل یا عبادت جو بدنی ہو خواہ مالی خالص اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی کے لیے کی جائے۔

۷۔ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ﴿١٣﴾ وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَٰهًا ۖ لَّقَدْ قُلْنَا

---

[1] سورۂ نساء:146۔

[2] الجامع الصغیر ج:2، ص:81، صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب من أشرک فی عملہ غیرہ اللہ۔:7475، سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الریاء والسمعۃ:4202۔

إِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾[1]

ترجمہ: وہ (اصحاب کہف) سارے نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کرتے ہوئے انہیں ہدایت میں بڑھا دیا تو وہ کہہ اٹھے کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم اس کے علاوہ کسی دوسرے الٰہ کو ہرگز نہ پکاریں گے، اگر ہم (نے کسی دوسرے کو پکارا) تو اس وقت ہم نے بیہودہ بات کہی۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ توحید مومن کی نشانی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہنمائی کا نتیجہ ہے نیز توحید پر مضبوط دل صرف موحد کا ہی ہوتا ہے۔

۸۔ [قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ﴿١١٠﴾][2]

ترجمہ: تم کہو (اے نبی ﷺ) میں تو صرف تمہاری طرح انسان ہوں (مگر) میری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے (احکامات کو) وحی کیا جاتا ہے اور تمہارا معبود تو صرف اللہ ہے پھر جس کو اللہ تعالیٰ کے لقاء (دیدار و زیارت) کی امید ہو وہ اعمال صالحہ بجالائے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اہل توحید روز قیامت اللہ تعالیٰ کے دیدار و زیارت جیسی عظیم نعمت سے مشرف ہوں گے۔

۹۔ [قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ ٱسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَقَالُوٓا۟ إِنَّا سَمِعْنَا قُرْءَانًا عَجَبًا ﴿١﴾ يَهْدِيٓ إِلَى ٱلرُّشْدِ فَـَٔامَنَّا بِهِۦ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ أَحَدًا ﴿٢﴾ وَأَنَّهُۥ تَعَٰلَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا ٱتَّخَذَ صَٰحِبَةً وَلَا وَلَدًا ﴿٣﴾][3]

ترجمہ: تم کہو (اے نبی ﷺ) میری طرف میرے رب کی طرف سے وحی کی گئی کہ تحقیق

۱۔ سورۂ کہف: 13-14۔
۲۔ سورۂ کہف: 110۔
۳۔ سورۂ جن: 1-3۔

جنوں کی جماعت نے قرآن سنا اور کہا کہ اے قوم ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہِ ہدایت دکھاتا ہے لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز شرک نہیں کریں گے۔ اور ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند اور بڑے شان والی ہے اس کی نہ بیوی ہے اور نہ اولاد۔

تشریح: ثابت ہوا کہ توحید ہدایت کا راستہ ہے اور قرآن مجید توحید ہی کی دعوت و تعلیم دیتا ہے اور قرآن سے بڑھ کر کوئی بھی دلیل نہیں۔

۱۰۔ [يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝] [۱]

ترجمہ: (یوسف علیہ السلام نے کہا) اے قید کے دونوں ساتھیو! کیا مختلف و متفرق رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ نہیں تم پوجا کرتے مگر صرف ناموں کی جو تم اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لیے ہیں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم یا دلیل نازل نہیں کی، اور اس کے علاوہ کسی کا حکم بھی نہیں، اس نے تو حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کرو، یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

توحید کے بغیر نہ تو دنیا کا کوئی انتظام قائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی امن وامان حاصل ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے موحد کے بارے میں فرمایا:

[اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝] [۲]

ترجمہ: جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔

---

[۱] سورۂ یوسف: 39-40۔

[۲] سورۂ انعام: 82۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توحید کی نعمت سے نوازے تاکہ ہم امن وسکون کی زندگی گذار سکیں۔

ذیل

قرآن مجید نے تین اصطلاحات ذکر کی ہیں۔ ۱۔طاغوت (سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ نحل)، ۲۔اصنام (سورۂ انعام، سورۂ ابراہیم، سورۂ شعراء)، ۳۔اوثان (سورۂ حج، سورۂ عنکبوت)۔

ان تینوں اصطلاحات کا معنیٰ ومفہوم ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ طاغوت:

لسان العرب میں ہے۔

[والطاغوت يقع على الواحد والجمع والمذكر والمؤنث وزنه فعلوت إنما هو طغيوت قدمت الياء قبل الغين، وهي مفتوحة وقبلها فتحة وقبلت الفاً وهي مشتقة من طغى وقال ابو اسحق كل معبود من دون الله عزوجل جبت وطاغوت وقال الشعبي وعطاء ومجاهد الطاغوت الشيطان والكاهن وكل رأس في الضلال، وقال الاخفش الطاغوت يكون الاصنام والطاغوت يكون من الجن والانس انتهى مختصراً][1]

یعنی لفظ طاغوت واحد، جمع، مونث ومذکر کے لیے مستعمل ہوتا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر وہ چیز ہے جس کی پوجا کی جائے۔

یا، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی دوسرے کی اطاعت کی جائے۔اسی لیے شیطان، نجومی اور گمراہ کن پیشوا پر بھی طاغوت کا اطلاق ہوتا ہے، خواہ وہ انسانوں میں سے ہو یا جنوں سے، یہ لفظ "طغیٰ" سے ماخوذ ہے، لسان العرب میں ہے:

[طغى يطغي طغياً ويطغو طغياناً جاوز القدر وارتفع وغلا في الكفر][2]

---

[1] لسان العرب، ج:15، ص:9۔
[2] لسان العرب، ج:15، ص:7۔

یعنی طغیٰ (فعل ماضی) کا معنی، مقررہ حد و انداز سے تجاوز کر لیا، اور کفر میں غلو یعنی زیادتی کی، اس کا مصدر طغی اور طغیان ہے، یعنی انداز ے اور حد سے بڑھ جانا۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام اشیاء، اللہ تعالیٰ کے بندوں میں شامل ہیں اور اس کی عبادت و بندگی کرنے والی ہیں، اور انسانوں اور جنوں کو تو اللہ تعالیٰ نے خصوصاً اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور آیت

[وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝۵۶] [1]

اس بات پر گواہ ہے۔ پھر جس کی حیثیت محض بندگی، عبادت اور اتباع کرنے والے کی ہو اگر وہ اپنی بندگی و عبادت کروائے یا اپنی اتباع کو لوگوں پر لازم قرار دے تو وہ اپنی مقدار و انداز ے سے بڑھ کر طاغوت بن گیا۔

اور جو شخص اپنے آپ پر اسکی عبادت یا اتباع ضروری قرار دے تو اس نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی حیثیت سے بڑھا کر طاغوت بنا دیا، نہروں کا پانی جب اپنی مقررہ حد یا لیول سے بڑھ جائے تو کہا جاتا ہے پانی (دریاء) میں طغیانی آ گئی ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس کا استعمال موجود ہے چنانچہ سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ۝۱۱] [2]

ترجمہ: جب پانی اپنی مقررہ حد و لیول سے اوپر چڑھا تو ہم نے تمہیں کشتی میں اٹھا لیا۔

کیونکہ بندگی اور عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے لہٰذا دنیا میں جس کسی کی بھی عبادت کی گئی یا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اس کے حکم کی اطاعت کی گئی تو اسے طاغوت کہا جائے گا۔ عربی لغت کی دو مشہور کتابیں مثلاً:

القاموس ص: 357، ج: 4، "المفردات الراغب" ص: 397، النهايه لابن

---

[1] سورۂ ذاریات: 56۔

[2] سورۂ حاقہ: 11۔

الاثیر ص 128، ج:3، مجمع بحار الانور ص: 311، ج:2۔

اور غریب القرآن لابن قتیبہ ص: 41، التعریفات للجرجانی ص: 80۔

وغیرہ میں بھی طاغوت کا یہی معنیٰ ومفہوم مذکور ہے۔

تنبیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ] [1]

جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی۔

لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو طاغوت نہیں کہا جا سکتا۔

۲۔ اصنام:

صنم کی جمع ہے۔ علامہ راغب اصفہانی المفردات میں فرماتے ہیں:

(قال بعض الحکماء کل ما عبد من دون اللہ بل کل ما یشغل عن اللہ تعالیٰ یقال لہ صنم وعلی ھذا الوجہ قال ابراھیم صلوٰت اللہ علیہ: "واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام" فمعلوم ان ابراھیم مع تحققہ بمعرفۃ اللہ واطلاعہ علی حکمتہ لم یکن ممن یخاف ان یعود الی عبادۃ تلک الجبث التی کانوا یعبدونھا فکانہ قال عن الاشتغال بما یصرفنی عنک) [2]

ترجمہ: یعنی صنم ہر وہ چیز جسکی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جائے یا جو چیز اللہ تعالیٰ (کی عبادت) سے مشغول کر دے، اسی لیے سیدنا ابراھیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ اے میرے رب میری اولاد کو اصنام کی پوجا سے بچانا، کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو ان چیزوں (بتوں) کی عبادت کا کوئی خطرہ نہ تھا جن کے خلاف آپ نے آواز اٹھائی تھی، بلکہ اس دعا کا مقصد یہ تھا کہ ہمیں ان

---

۱ سورۃ نساء: 80۔

۲ المفردات از علامہ راغب اصفہانی ص: 289۔

تمام اشیاء سے بچا جو تیری طرف سے توجہ ورغبت ہٹانے یا تجھ سے دوری کا باعث بنیں۔

اسی طرح تاج العروس اور النھایۃ میں ہے کہ:

[هو ما اتخذ الهاً من دون الله تعالىٰ][1]

یعنی صنم ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بنا کر اسکی پوجا کی جائے۔

یہی بات لسان العرب (ج:12،ص:349) اور مجمع بحار الانوار (ج:2،ص:297) وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔

۳۔ اوثان:

وثن کی جمع ہے اس سے مراد وہی ہے (جو اوپر ذکر کیا گیا) چنانچہ الصحاح للجوہری (ج:6، ص:2212) میں ہے: الوثن الصنم ۔یعنی وثن صنم کو ہی کہتے ہیں۔اسی طرح قاموس (ج:4، ص:224) ابن قطاع کی ''الافعال'' (ج:3،ص:311)، لسان العرب (ج:12،ص: 442) وغیرہ میں بھی ہے۔

تنبیہ: مشرکین پتھر یا لکڑیوں کے جو بت بنا کر انہیں پوجتے ہیں انہیں بھی صنم یا وثن اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ انہیں پوج رہے ہوتے ہیں اور ہر چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجا کی جائے وہ صنم اور وثن ہیں، خواہ وہ ذی روح ہوں جیسے انسان یا حیوان وغیرہ یا وہ غیر ذی روح ہوں مثلاً تصاویر، پتھر یا لکڑی کی مورتیاں۔اسی طرح قبے، قبریں، جھنڈے، تعزیے اور تابوت، درخت، پانی، آگ، سورج، چاند اور ستارے وغیرہ جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجا کی جائے وہ وثن، صنم اور طاغوت ہیں۔

فائدہ: ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ توحید، اللہ تعالیٰ کا حکم اور اسکا فیصلہ، تمام انبیاء کرام کی دعوت، ہدایت یافتہ اور عقل والوں کی راہ، نیکیوں اور بھلائیوں کے حصول کی سبیل اور انسان کے لیے بڑا مضبوط سہارا ہے۔

---

[1] تاج العروس، ج:8،ص:371،نہایہ فی غریب الحدیث، ج:3،ص:56۔

موحد مؤمن جنتی اور نجات یافتہ ہے، اس کے لیے بے خوفی کی بشارت اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کی خوشخبری ہے۔

دوسری فصل: احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں

۱۔ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ اِلاَّ مُؤَخِّرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلاَ يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئاً وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لاَّ يُعَذِّبَ مَنْ لاَّ يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلاَ اُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لاَ تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا [1]

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گدھے پر سوار تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے معاذ کیا تم جانتے ہو اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی زیادہ (بہتر) جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کریں (بلکہ خالص اسی کی عبادت کریں) تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کی کیا میں لوگوں کو خوشخبری نہ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم انہیں یہ خوشخبری نہ دو، کہیں وہ اس پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل ترک نہ کردیں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید بڑی قیمتی چیز ہے۔ اس توحید کی وجہ سے ہی بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتا ہے، نہ کہ دولت، اثر رسوخ یا کسی پیر یا ولی کی سفارش سے۔

صحیح بخاری کتاب العلم باب الحرص علی الحدیث میں سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من جاہد نفسہ فی طاعۃ اللہ: 2856، 5967، 6267، 6500، 7373، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا: 143-146۔

کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ:

۲۔ ((من اسعد الناس بشفاعتك يوم القيامة))

ترجمہ: قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کسے نصیب ہوگی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

((لقد ظننت يا اباهريرة أن لا يسألني عن هذا الحديث أحد أول منك لما رأيت من حرصك على الحديث، أسعد الناس بشفاعتي يوم القيامة من قال لا اله إلا الله من قلبه او نفسه))[1]

ترجمہ: اے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ حدیث پر تمہارا حرص دیکھ کر میرا یہی خیال تھا کہ یہ سوال تم ہی کروگے۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت اس شخص کو نصیب ہوگی جس نے دل سے یہ اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت جیسی عظیم نعمت بھی موحد کو نصیب ہوگی۔ اہل سنت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے برحق ہونے پر اتفاق ہے، لہٰذا جس قدر بندہ کا عقیدۂ توحید مضبوط ہوگا اسی قدر وہ شفاعت مبارکہ کا حقدار ہوگا۔

شفاعت کے حصول کے لیے جو مختلف طریقے اختیار کیے جاتے ہیں مثلاً میلا دمنانا، مؤذن کے اشهد ان محمدا رسول الله کہنے کے وقت انگوٹھے چومنا اور غلو وشرک سے بھرپور نظمیں و نعتیں پڑھنا قطعاً کارآمد نہیں، بلکہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید ہی واحد ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو توحید کی نعمت سے مالا مال کردے۔ (آمین)

۳۔ ((عن عبادة بن الصامت رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ من شهد ان لآ اله الآ الله وحده لا شريك له وأن محمدا عبده ورسوله وأن عيسى عبد الله ورسوله وابن امته وكلمته القاها إلى مريم وروح منه والجنة والنار حق

[1] صحیح بخاری، ج:1، ص:20، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث:99، 6570۔

أدخله الله الجنة على ما كان من العمل[1]

ترجمہ: سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے یہ گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ (علیہ السلام) بھی اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کی بندی (مریم علیہا السلام) کے بیٹے ہیں اور اس (اللہ) کے امر اور کلام (کُن) سے پیدا ہوئے جسے اس نے مریم کی طرف بھیجا، جنت اور جہنم دونوں حق ہیں، تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا خواہ اس کے جیسے ہی عمل ہوں۔

تشریح: یعنی اگر اس کے ایسے گناہ ہوں جو کہ سزا کے لائق ہوں تو بھی اللہ تعالیٰ اسے سزا دے کر بالآخر توحید کی برکت سے جنت میں داخل کر دے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہنم سے نجات صرف موحدین کے لیے ہے نہ کہ مشرکین کے لیے۔

صحیح ابن حبان میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

۴۔ [قَالَ مُوسٰى يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا اَذْكُرُكَ بِهٖ اَدْعُوكَ بِهٖ قَالَ قُلْ: يَا مُوسٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ. قَالَ يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُ هٰذَا قَالَ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ. قَالَ اِنَّمَا اُرِيْدُ شَيْئًا تُخَصِّصُنِي بِهٖ قَالَ يَا مُوسٰى لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ فِي كَفَّةٍ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ فِي كَفَّةٍ مَالَتْ بِهِنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ][2]

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے اللہ مجھے کچھ ایسے کلمات سکھلا دے جن کے ساتھ میں تیرا ذکر کرتا رہوں اور تجھے پکارتا رہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم کہو لا الہ الا اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں) موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب یہ کلمات تو تمام بندے پڑھتے رہتے ہیں مجھے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قولہ تعالیٰ یا اہل الکتاب لا تغلو فی دینکم۔الخ: 3252، صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ: 140-141، مشکوٰۃ المصابیح ص: 14-

[2] زوائد ابن حبان ص: 577، صحیح ابن حبان، ج: 14، ص: 102، ح: 6218، السنن الکبریٰ للنسائی، ج: 6، ص: 208، ح: 10670-10680، مسند ابویعلیٰ، ج: 2، ص: 528، ح: 1393، مستدرک حاکم، ج: 1، ص: 710، ح: 1936 وصححہ۔

کوئی خاص چیز عطا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں صرف لا الہ الا اللہ ہو تو وہ پلڑا بھاری ہو جائے گا۔

تشریح: اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ صرف زبان سے لا الہ الا اللہ پڑھتا رہے جیسا کہ عام طور پر مختلف پیروں (عاملوں وغیرہ) کے وظیفے واذکار ہوتے ہیں نہیں وہ جہراً بڑے ترنم سے گردن ہلا ہلا کر پڑھتے رہتے ہیں (اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی تعلیم دیتے ہیں) بلکہ یہاں دل سے پختہ اعتقاد بھی رکھنا ہے جیسا کہ اوپر حدیث میں مذکور ہوا، لا الہ الا اللہ پڑھنے والا پورا یقین رکھے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بندگی کے لائق نہیں، اور عملی طور پر مشکل کشائی یا حاجت روائی کے لیے کسی اور کے در کو قابل التفات نہ سمجھے، ایسی توحید کے وزن کے برابر کوئی چیز نہیں۔

۵۔ عن معاذ قال قلت یا رسول اللہ اخبرنی بعمل یدخلنی الجنة ویباعدنی من النار قال لقد سألت عن أمر عظیم وإنه یسیر علی من یسره اللہ تعالیٰ علیه، تعبد اللہ ولا تشرك به شیئاً وتقیم الصلاة وتؤتی الزكاة وتصوم رمضان وتحج البیت. ثم قال: ألا أدلك علی ابواب الخیر الصوم جنة والصدقة تطفیء الخطیة كما یطفیء الماء النار وصلاة الرجل فی جوف اللیل ثم تلا (تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حتی بلغ یَعْمَلُوْنَ) ثم قال ألا أدلك برأس الأمر وعموده وذروة سنامه قلت بلیٰ یا رسول اللہ ﷺ قال: رأس الأمر الإسلام وعموده الصلاة وذروة سنامه الجهاد ثم قال ألا أخبرك بملاك ذلك كله قلت بلیٰ یا نبی اللہ ﷺ فأخذ بلسانه فقال كف علیك هذا فقلت یا نبی اللہ ﷺ وإنا لمؤاخذون بما نتكلم به قال ثكلتك أمك یا معاذ هل یكب الناس فی النار علی وجوههم أو علی مناخرهم إلا حصائد ألسنتهم[1]

---

[1] مسند احمد، ج:5، ص:231، 236، 237، جامع ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة، ح:2616، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتن، ح:3973، مشکوٰۃ ص:14، السنن الکبریٰ، ج:6، ص:428، ح:11394، مستدرک حاکم، ج:2، ص:447، ح:3548 وصححہ علی شرط الشیخین، معجم طبرانی کبیر ج:20، ص:73، 103۔

ترجمہ: سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت کے قریب اور (جہنم کی) آگ سے دور کر دے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے بہت بڑی بات کے بارے میں سوال کیا ہے، مگر جس کے لیے اللہ آسانی کر دے اس کے لیے وہ عمل بڑا ہی آسان ہے، (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں خیر و بھلائی کے دروازوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ (وہ دروازے یہ ہیں) کہ روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور درمیان رات میں نماز (تہجد) پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی "ان کے پہلو اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں، اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ اس نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ۔۔۔ کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کچھ (نعمتیں) چھپا کر رکھا گیا ہے"۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں رأس الامر (بنیادی بات)، اس کے ستون اور اسکی چوٹی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی ضرور بتلائیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رأس الامر اسلام ہے، ستون نماز ہے اور چوٹی جہاد ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں اس بات کے بارے میں نہ بتاؤں جو ان تمام چیزوں کے لیے باعث تقویت و مضبوطی ہے؟ میں نے کہا بتلا دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک باہر نکالی اور فرمایا: اسے (برے الفاظ نکالنے سے) قابو میں رکھنا، میں نے عرض کی کیا زبان سے باتیں کرنے پر بھی ہماری پکڑ ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو اوندھے منہ میں جہنم میں ڈالنی والی چیز زبان کی لغزشیں ہی تو ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت میں داخلہ کا سبب بننے والے اعمال میں توحید سرفہرست ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید کی محبت عطا فرمائے۔ (آمین)

۶۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: قَالَ اللهُ تَعَالَى يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلَى

مَا كَانَ مِنْكَ وَلاَ أُبَالِيْ يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لاَ تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً[1]

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم تو جب تک مجھ سے امیدیں، ابستہ رکھے اور مجھے پکارتا رہے تو میں تجھے عطا کرتا رہوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے کناروں تک پہنچ جائیں اور پھر تو مجھ سے معافی طلب کرے تو میں تجھے معاف کر دوں گا۔ اے ابن آدم اگر تو میرے پاس اس حال میں آئے کہ زمین تمہارے گناہوں سے پر ہو چکی ہو لیکن تم نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں اس (زمین) کو اپنی مغفرت سے بھر دوں گا۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گناہوں کی بخشش کی امید اسی صورت ہو سکتی ہے کہ جب گنا ہگار موحد ہو اور شرک سے بالکل پاک ہو۔ حافظ ابن رجب ''جامع العلوم والحکم'' (ص: 368 تا 374) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حصول مغفرت کے لیے تین اسباب ہیں: ۱۔ پُر امید ہو کر اور پختہ یقین کے ساتھ دعا کی جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے پشیمان ہو کر اپنے گناہوں کی معافی طلب کی جائے۔ ۳۔ تیسرا سبب اس طرح بیان کرتے ہیں:

السبب الثالث من أسباب المغفرة التوحيد وهو السبب ألاعظم فمن فقده فقد المغفرة ومن جاء به فقد اتى بأعظم اسباب المغفرة. قال الله تعالى، ''ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذالك لمن يشاء'' فمن جاء مع التوحيد بقراب الارض خطايا لقيه الله بقرابها مغفرة وفضلاً فان كمل توحيد العبد واخلاصه لله فيه وقام بشروطه كلها بقلبه و لسانه وجوارحه اوبقلبه ولسانه

[1] جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب، ح: 3540، الاربعون النووی، ح: 42، معجم طبرانی اوسط، ج: 4، ص: 315، ح: 4305، مسند احمد ج: 5، ص: 167، 172، معجم طبرانی کبیر، ج: 12، ص: 19۔

عند الموت أوجب ذالك مغفرة ماسلف من الذنوب كلها ومنعه من دخول النار بالكلية فمن تحقق بكلمة التوحيد قلبه أخرجت منه كل ماسوى الله محبة وتعظيما وإجلالا ومهابة وخشية ورجاء وتوكلا وحينئذ تحرق ذنوبه وخطاياه كلها ولو كانت مثل زبد البحر۔

یعنی حصول مغفرت کا تیسرا اور سب سے بڑا سبب توحید ہے، جس شخص سے یہ سبب فوت ہو گیا تو وہ مغفرت سے محروم رہ گیا اور جو اس سبب کے ساتھ آیا تو مغفرت کا بڑا سبب لیکر آیا، اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ شرک کو کبھی معاف نہ کرے گا اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کر دے، اسی لیے اگر ایک موحد زمین کے بھراؤ کے برابر گناہوں کے ساتھ آئے تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے مغفرت سے بھر دے، پھر جس شخص کی توحید مکمل ہو، اس نے اعمال کو خالص اور کما حقہ اللہ تعالیٰ کے لیے سرانجام دیا ہو، اپنے دل، زبان اور اعضاء سے توحید کی شرائط پوری کرتا رہا ہو حتیٰ کہ بوقت وفات بھی اس کی یہی کیفیت تھی تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی بخشش واجب کر دی اور اسے جہنم میں داخل ہونے سے روک دیا، جس آدمی کے دل میں کلمہ توحید ثابت و محقق ہو تو اس کے دل سے غیر اللہ کی محبت، تعظیم، رعب، ہیبت، خوف اور امید (جو شرعی حدود سے باہر ہوں) نکل جائیں گی اور اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

۷۔ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَعْبُدُ اللهَ وَلاَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً وَيُقِيْمُ الصَّلاَةَ وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَيَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ إِلاَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ فَسَأَلُوْهُ مَا الْكَبَائِرُ؟ قَالَ الإِشْرَاكُ بِاللهِ وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ وَقَتْلُ النَّفْسِ[1]

ترجمہ: سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، نماز پڑھتا ہے، زکاۃ ادا کرتا

[1] مستدرک حاکم: 60، صحیح ابن حبان، ج: 8، ص: 39، ح: 3247، السنن کبریٰ للنسائی، ج: 5، ص: 198، ح: 8655، مسند احمد ج: 5، ص: 413، معجم طبرانی کبیر، ج: 4، ص: 128، مسند الشامیین، ج: 2، ص: 178: 1144۔

ہے اور بڑے گناہوں سے اجتناب کرتا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ بڑے گناہ کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، میدان جنگ سے بھاگ جانا، اور قتل کرنا۔

۸۔ اخرج ابن أبي الدنيا في كتاب الاخلاص وابن ابي حاتم والحاكم وصححه والبيهقي في الشعب عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّهُ قَالَ اَوْصَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَعَثَهُ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ أَخْلِصْ دِيْنَكَ يَكْفِكَ الْقَلِيْلُ مِنَ الْعَمَلِ [1]

ترجمہ: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مجھے یمن کی طرف روانہ فرمارہے تھے مجھے وصیت کرتے ہوئے فرمایا اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرو تو تمہیں عمل قلیل بھی کفایت کرجائے گا۔

یہ حدیث حافظ المنذری نے الترغیب والترھیب (ج:1 ص:54) میں بھی ذکر کی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عمل کم ہو یا زیادہ مگر اس کے قابل قبول ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور اس میں شرک کا شائبہ تک نہ ہو، یعنی قبولیت عمل کے لیے موحد ہونا ضروری ہے۔

۹۔ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ فَارَقَ الدُّنْيَا عَلَى الْاِخْلَاصِ لِلّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ فَارَقَهَا وَاللّٰهُ عَنْهُ رَاضٍ [2]

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اخلاص کے ساتھ اس دنیا کو چھوڑا یعنی اپنے تمام اعمال خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کیے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا، نماز پڑھتا رہا، زکوٰۃ ادا کرتا رہا، تو وہ اس حال میں گیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا۔

---

(1) درمنثور ج:2 ص:236، مستدرک حاکم، ج:4، ص:341، ح:7844 وصححہ، شعب الایمان، ج:5، ص:342، ح:6859۔

(2) ابن ماجہ، المقدمہ، ح:70، (اپنی سنن میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے)، مستدرک حاکم، ج:2، ص:362، ح:3277، الترغیب والترھیب ج:1 ص:53۔

۱۰۔ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ مُخْلِصًا بِهَا وَجْهَهُ وَرُوحَهُ مُصَدِّقًا بِهَا لِسَانَهُ وَقَلْبَهُ إِلَّا فَتَقَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ فَتْقًا حَتّٰى يَنْظُرَ الرَّبُّ إِلَى قَائِلِهَا مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا وَحَقٌّ لِعَبْدٍ إِذَا نَظَرَ اللهُ عَلَيْهِ أَنْ يُعْطِيَهُ سُؤْلَهُ[1]

ترجمہ: یعقوب بن عاصم کہتے ہیں کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ نے یہ حدیث بتائی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: جس آدمی نے یہ الفاظ: کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاھی اس کی ہے اسی کے لیے حمد اور ثنا ہے وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، دل کے اخلاص اور زبان کی تصدیق کے ساتھ کہے تو آسمان کے دروازے اس کے لیے کھل جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھے گا، اور بندے کا یہ حق ہو جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھے تو اس کی حاجت ضرور پوری کر دے۔

تشریح: سبحان اللہ، موحد کی شان کتنی بڑی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور اس کی حاجات پوری فرمائے گا۔

اس دعا کو تصدیق اور اخلاص کہ ساتھ پڑھنے کا معنیٰ یہ ہے کہ بندے کا ہر عمل اور طریقہ کار اس کے مطابق ہو یعنی وہ اللہ تعالیٰ کہ علاوہ نہ کسی کو مشکل کشا و حاجت روا سمجھے، نہ نفع و نقصان کا مالک نہ زندگی اور موت دینے والا سمجھے نہ ہر چیز پر قادر کسی کو تصور کرے، اور نہ ہی اس کے سوا کسی کی عبادت کرے نہ کسی زندہ یا مردہ کی، اور نہ کسی بھی مخلوق کی، بلکہ اللہ کی تعریف سے سرشار رہے اور اسی کے گن گاتا رہے، اوپر مذکور فضیلت و بھلائی ایسے ہی عقیدے کے حامل شخص کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی توحید عطا فرمائے۔ (آمین)

(۱) کتاب التوحید لابن خزیمہ ص:386، عمل الیوم واللیلہ للنسائی، ج:1 ص:150، ح:28۔

تنبیہ

بعض لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہمارے لیے یہ کلمات زبان سے پڑھ لینا ہی کافی ہیں، مگر ان کا خیال قطعا درست نہیں بلکہ ان کلمات کے معتبر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ ہمارا عمل وکردار ان کے موافق ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ] [1]

ترجمہ: پاکیزہ کلمات اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے (بلند ہوتے) ہیں اور انہیں اوپر اٹھانے والی چیز اعمال صالحہ ہیں۔

پھر جو شخص ایک طرف تو یہ کلمات پڑھتا رہے اور دوسری طرف قبوں، قبروں، ولیوں، مشائخ، جھنڈوں، تابوتوں اور مورتیوں کی پوجا کرتا ہے تو ایسے شخص کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ اس نے جھوٹ جیسے عظیم گناہ کا ارتکاب بھی کیا کیونکہ ایک طرف گواہی دیتا ہے اور زبان سے اقرار کرتا ہے تو دوسری طرف عملی زندگی اس کے خلاف بسر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی بات پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

فائدہ: ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ توحید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر حق، اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا باعث ہے، تمام اعمال میں سب سے بھاری اور ان اعمال میں سر فہرست ہے جن کے ذریعے قیامت کے جہنم سے نجات حاصل ہوسکتی ہے، اور اسکی موجودگی میں قلیل عمل کفایت کر جاتا ہے، موحد جنتی ہے اور اسکے گناہوں کی معافی کی امید ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت فرما کر اسکی حاجت روائی فرماتا ہے۔

(1) سورۂ فاطر:10۔

تیسرا باب
شرک کی مذمت

تیسرا باب

شرک کی مذمت

اس باب میں دو فصلیں ہیں۔

پہلی فصل: آیاتِ قرآنیہ کے ذکر میں

۱۔ [وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾] [1]

ترجمہ: اور یاد کر جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ کے ساتھ (کسی کو بھی) شریک نہ کر کیونکہ شرک بڑا ظلم ہے۔

تشریح: ظلم کا اول معنیٰ: ''وضع الشيئ في غير موضعه'' ہے (غريب القرآن المسمى بنزهة القلوب لابي بكر السجستاني ص:123، تحفة الأريب ما في القرآن من الغريب لأبي حيان الأندلسي ص:177، مقاييس اللغة لابن فاني ج:3، ص:469، مشكل القرآن لابن قتيبة ص:28، الصحاح للجوهري ج:5، ص:1977، لسان العرب ج:12، ص:373، القاموس ج:4، ص:145، جمهرة اللغة لابن دريد ج:3، ص:124، وعامة الكتب)

یعنی کسی بھی چیز کو اس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر کسی اور جگہ رکھنا، خواہ کمی کی صورت میں ہو یا زیادتی کی صورت میں یا کسی چیز کو اس کے مقررہ وقت سے ہٹا دینا۔ اسی طرح ناانصافی کرنے کو بھی ظلم کہتے ہیں۔ علماءِ لغت نے اس کی کئی مثالیں پیش کی ہیں:

مثلاً: بھیڑیئے کو بکریوں پر چرواہا بنانا، بغیر کسی بیماری کے اونٹ ذبح کرنا، زمین کو ایسی جگہ

[1] سورۂ لقمان: 13۔

سے کھودنا جہاں سے کھودنے کی ضرورت نہ ہو۔ دودھ کو مقررہ وقت کے علاوہ پینا۔

اہل عرب کے پاس ان تمام معانی کے لیے لفظ ظلم مستعمل ہوتا ہے۔ اسی طرح قاضی یا فیصلہ کرنے والے کو ظالم اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب وہ حقدار کے عُلاوہ کسی دوسرے کو اس کا حق دے دے۔

اسی طرح عبادت و بندگی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس نے ہی لوگوں کو پیدا کیا ہے، جیسا کہ دوسرے باب کی فصل نمبر 2 میں پہلی حدیث جو کہ معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، گزری، اس میں مذکور ہے کہ عبادت اللہ تعالیٰ کا بندوں کے ذمہ حق ہے۔

پھر عبادت کی کوئی بھی قسم مخلوق کے لیے ادا کرنا کئی اسباب سے ظلم کے زمرہ میں آتا ہے۔

۱۔ اول یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا حق دوسروں کو دیتا ہے یعنی اس نے عبادت کو اپنے محل پر نہ رکھا۔

۲۔ دوم اس نے غیر اللہ کو عبادت میں شریک کر کے اللہ تعالیٰ کی شان میں کوتاہی اور کمی کی ہے، مخلوق جو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل، حقیر، عاجز و محتاج ہے اسے عبادت کا حق دینا ظلم ہے جیسا کہ عام طور پر کم درجے والے آدمی کو اعلیٰ درجے والے شخص پر ترجیح دینا۔ مثلاً جاہل کو عالم پر، فاسق کو متقی پر، کمزور کو پہلوان پر، اور امتی کو نبی کا درجہ دینا ظلم و ناانصافی ہے۔ اسی طرح مخلوق کو خالق کی شان میں شریک کرنا یقیناً ظلم و ناانصافی ہے۔

۳۔ سوم اور یہ مخلوق کی شان میں غلو بھی ہے کہ اسے اپنی حیثیت سے بڑھا کر خالق کے ساتھ شان میں شریک کر لیا جائے۔

لسان العرب میں ہے:

قال ابن عباس وجماعة أهل التفسير: لم يخلطو ايمانهم بشرك وروى ذالك عن حذيفة وابن مسعود و سلمان وتأولوا فيه قول الله عزوجل: ان الشرك لظلم عظيم۔[1]

---

[1] لسان العرب ج:12 ص:373۔

یعنی دونوں آیات میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ حدیث اور سلف صالحین سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

علامہ زمخشری تفسیر الکشاف میں لکھتے ہیں:

لأنّ التسوية بين من لا نعمة إلا هي منه ومن لا نعمة منه البتة ولا يتصور أن تكون منه۔ ظلم لا يكتنه عظمه[1]

یعنی شرک کو ظلم اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں منعم حقیقی اور کسی دوسرے، جس سے کوئی بھی نعمت حاصل نہیں ہوسکتی، جو خود منعم علیہ ہے اور جس سے حصول نعمت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کے درمیان برابری کی جاتی ہے۔ تو یہ واقعتاً ایسا ظلم ہے جو کبھی چھپ نہیں سکتا۔

اسی طرح تفسیر نسفی، فتح البیان اور تفسیر نیشاپوری وغیرہ میں ہے:

ووجه كون الشرك ظلماً عظيما أنه وضع فيه أخسى الاشياء وهو الفقر المطلق موضع أشرف الاشياء وهو الغنى المطلق[2]

یعنی شرک کو سب سے بڑا ظلم کہنے کا سبب یہ ہے کہ اس میں حقیر تر اور کم تر یعنی فقیر مطلق کو اکرم ترین یعنی غنی (بے پرواہ) مطلق کا رتبہ و مقام دے دیا جاتا ہے۔

۲۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾[3]

بے شک اللہ تعالیٰ یہ معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم درجے کے گناہ جس کے لیے چاہے گا معاف کردے گا، اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو بلاشبہ اس نے بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔

۳۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ

---

[1] تفسیر الکشاف ج:3، ص:494۔
[2] تفسیر نسفی ج:3، ص:280، فتح البیان ج:7، ص:282، تفسیر نیشاپوری ج:1، ص:50۔
[3] سورۂ نساء:48۔

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ [1]

بے شک اللہ تعالیٰ یہ گناہ معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم درجہ کے گناہ جس کے لیے چاہے گا معاف کر دے گا، اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ بہت بڑی گمراہی میں جا پڑا۔

تشریح: ان دونوں آیتوں سے شرک کی بہت بڑی مذمت معلوم ہوئی، اور یہ کہ جو حالت شرک میں مر گیا اس کے لیے کبھی بھی مغفرت نہیں، لہٰذا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے شرک کی پناہ و مغفرت مانگتے رہنا چاہیئے۔

۴۔ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ [2]

جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے لیے جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے۔

تشریح: لہٰذا جو لوگ اس گمان میں پیروں اور بزرگوں کو پوجتے رہتے ہیں کہ وہ انہیں اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے ان کی بات غلط ثابت ہوئی۔

۵۔ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْــــًٔا [3]

تم کہو (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہ (لوگو) آ جاؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر بتلا دوں جو تمہارے رب نے تمہارے اوپر حرام کر دی ہیں (ان میں سے پہلی یہ ہے) کہ تم اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بناؤ۔

تشریح: ثابت ہوا کہ شرک اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء میں سب سے بڑی چیز ہے، شرح عقائد نسفیہ (ص: 167) میں ہے کہ: واستحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر

---

[1] سورۂ نساء: 116۔

[2] سورۂ مائدہ: 72۔

[3] سورۂ انعام: 151۔

یعنی کسی بھی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کو حلال سمجھنا یا کہنا کفر ہے۔

۶۔ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳﴾ [1]

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حج اکبر کے دن لوگوں کے لیے یہ اعلان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں، پھر (اے مشرکو) اگر تم (شرک سے) توبہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہے لیکن اگر تم نے اعراض کیا تو تم یقین جانو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں، (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) تم کفار کو دردناک عذاب کی خبر دے دو۔

تشریح: لہٰذا جو شخص مشرکین سے اعلان برأت نہیں کرتا بلکہ ان کے ساتھ دوستی رکھتا ہے تو ایسے شخص کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، نیز اس آیت میں مشرک کو کافر قرار دیا گیا ہے۔

۷۔ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ [2]

اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا گویا وہ آسمان سے گر پڑا اور مردہ خور پرندوں نے اسے اچک لیا، اسے ہواؤں نے دور جا پھینکا۔

تشریح: گویا مشرک کی مثال ایک لاوارث چیز کی سی ہے۔

سچ ہے کہ:

۸۔ وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ [3]

یعنی کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔

---

[1] سورۂ توبہ:3۔

[2] سورۂ حج:31۔

[3] سورۂ محمد:11۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿٦﴾ [1]

مشرکین اور اہل کتاب میں سے جنہوں نے کفر کیا (دعوت اسلام قبول کرنے یا اس کی طرف رجوع کرنے سے انکار کیا) وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور یہی لوگ تمام مخلوق میں سے بدترین ہیں۔

۹۔ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾ تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعَٰلَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِن شَٰفِعِينَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ [2]

(مشرک اور جن کی وہ پوجا کرتے ہیں آپس میں جھگڑیں گے، پوجا کرنے والے کہیں گے ہم تو کھلم کھلا گمراہی میں تھے کہ ہم نے تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ لیا اور ہمیں (تمہارے جیسے) مجرموں نے ہی گمراہ کیا اب تو ہمارے لیے نہ کوئی سفارشی ہے اور نہ ہی کوئی حمایتی۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے مشرکین کو سبق حاصل کرتے ہوئے اس دنیا میں ہی اپنی گمراہی کو محسوس کر لینا چاہیئے اور موحدین کی صحبت اختیار کر کے اپنا عقیدہ درست کر لیں ورنہ قیامت کے دن کوئی ندامت اور پشیمانی کام نہ آئے گی۔

۱۰۔ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَٰنًا ۖ وَمَأْوَىٰهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّٰلِمِينَ ﴿١٥١﴾ [3]

عنقریب ہم کفار کے دلوں میں دہشت اور رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک بنا لیا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، ان کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور ظالموں کے لیے بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

---

(۱) سورۂ بینہ:6۔
(۲) سورۂ شعراء:96-101۔
(۳) سورۂ آل عمران:151۔

تشریح: یہی سبب ہے کہ قرون اولیٰ میں مسلمان قلت تعداد کے باوجود کفار پر غالب تھے اور کفار کثرت کے باوجود مسلمانوں سے خائف رہتے تھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے، جب مسلمان بھی شرک کے مرض میں گرفتار ہوئے تو ان سے شجاعت و بہادری جیسی نعمتیں سلب ہو گئیں اور وہ بزدلی اور بے ہمتی کا شکار ہو گئے۔ موحد شجاع اور بہادر اس لیے ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ پر پورا یقین و بھروسہ ہوتا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ [1]

یعنی جس نے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کیا تو وہ اسے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی اسے ہمت وجوانمردی کی توفیق عطا فرماتا اور اسکے دل کو مضبوط کر دیتا ہے۔ جبکہ مشرک سے تو اللہ تعالیٰ بیزار ہوتا ہے لہٰذا اسکا کوئی مددگار نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ اسے بزدل بنا دیتا ہے۔

۱۱۔ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۟ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۫ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ [2]

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پوچھیے گواہی کے اعتبار سے کون بڑا ہے؟ آپ انہیں بتائیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ ہے کہ میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں اور جن تک قرآن (کی دعوت) پہنچے ڈراؤں، کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک ہے؟ آپ کہہ دیں کہ میں یہ گواہی نہیں دوں گا، آپ ان سے کہہ دیں کہ صرف یہ نہیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے بلکہ میں تو ان سے بیزار ہوں جن کو تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ شرک وحی الٰہی اور دین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

(۱) سورۂ طلاق: 3۔

(۲) سورۂ انعام: 19۔

منافی ہے، اور قرآن مجید کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

۱۲۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ [1]

اللہ تعالیٰ کو ماننے والوں میں سے بھی اکثر اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں کیا وہ اس چیز سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کوئی آفت آن پڑے یا اچانک ان پر قیامت آجائے کہ انہیں پتہ بھی چلے۔

تشریح: اس آیت میں مشرک کے لیے تنبیہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خطرے سے دوچار ہے، اس سے امن تو صرف موحد کو حاصل ہوتا ہے۔

۱۳۔ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ [2]

(اصحابِ کہف نے کہا) یہ ہماری قوم ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے معبود بنالیے ہیں یہ اس بات پر دلیل کیوں نہیں لاتے؟ (جب کوئی دلیل ہے ہی نہیں تو پھر) اس سے بڑھ کر اور کونسا ظلم ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا جائے؟

تشریح: شرک خود بہت بڑا جھوٹ ہے، وہ اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے ہی نہیں تو پھر اس کا کوئی شریک ماننا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑنا ہی ہے اور اللہ رب العالمین کی ذات کے بارے میں جھوٹ باندھنے والے کا انجام بہت برا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ [3]

---

[1] سورۂ یوسف: 106-107۔

[2] سورۂ کہف: 15۔

[3] سورۂ ھود: 18۔

یعنی اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے، قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونگے تو خود اپنے اوپر گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے جھوٹ گھڑ لیے تھے، خبردار! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

۱۴۔ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ [1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک مثال خود تمہاری ہی بیان فرمائی، کہ جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کیا اس میں تمہارے غلاموں میں سے بھی کوئی تمہارا شریک ہے؟ کہ تم اور وہ اس میں برابر درجے کے ہو؟ اور کیا تم ان کا ایسا اندیشہ رکھتے ہو جیسا خود اپنوں کا، ہم عقل والوں کے لئے اسی طرح کھول کھول کر آیتیں بیان کر دیتے ہیں۔

۱۵۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ [2]

بر و بحر میں فساد لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی (اعمال بد) کی وجہ سے ہوا تا کہ وہ انہیں ان کے اعمال کا مزہ چکھائے تم کہو (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) زمین میں سفر کر کے پہلے لوگوں کا انجام معلوم کرو، ان میں سے اکثر مشرک تھے۔

تشریح: قرآن کریم میں گذشتہ کئی اقوام پر عذاب آنے اور انہیں تباہ و برباد کرنے کا ذکر موجود ہے اگر چہ ان میں اور گناہ بھی موجود تھے مگر اس آیت کریمہ کے مطابق ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے تھے، اس وقت بھی دنیا کے مختلف گوشوں کی خبریں پہنچتی

---

[1] سورۂ روم: 28۔

[2] سورۂ روم: 41-42۔

رہتی ہیں کہ وہاں فتنہ و فساد برپا ہے، جانی و مالی نقصان ہو رہا ہے حالانکہ وہاں بے شمار بزرگوں کے آستانے اور درگاہیں ہیں جہاں دن رات ان کی پوجا ہوتی ہے نذر و نیاز اور نذرانے چڑھائے جاتے ہیں لیکن پھر بھی فسادات میں کوئی کمی نہیں آتی بلکہ دن بدن اضافہ ہوتا رہتا ہے، ان تمام فتنوں اور فسادات سے بچاؤ کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ ان تمام درگاہوں سے اعراض کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں توبہ کی جائے اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کی جائے۔

۱۶۔ أَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَم بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۗ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ لَّهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ ۖ وَمَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ﴿٣٤﴾ [1]

کیا (اس کے ہوتے ہوئے بھی) کہ وہ ہر آدمی کے عمل سے خبردار ہے (پھر بھی) یہ لوگ اس کے شریک ٹھہراتے ہیں، (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کہہ دیں کہ تم ان کے نام تو مقرر کرو! یا وہ اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہیں جو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں، یا وہ بلا حقیقت بے اصل باتیں کرتے ہیں، بلکہ کفار کو تو ان کے حیلے اور مکر بھلے معلوم ہوتے ہیں (اور حقیقت یہ ہے کہ) وہ سیدھی راہ سے روک دیئے گئے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ ان کے لیے دنیا میں عذاب ہے اور آخرت میں تو اس سے بھی بڑھ کر سخت عذاب ہوگا، اور نہیں ہے ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے علاوہ (کوئی) بچانے والا۔

تشریح: جب اللہ تعالیٰ کے علم میں بھی نہیں کہ زمین میں کوئی اسکا شراکت دار بھی ہے! تو ان مشرکین کو کیسے پتہ چلا کہ فلاں مشکل کشا، داتا، یا دستگیر ہے؟ لہٰذا وہ ثبوت کے بغیر ہی باتیں بناتے ہیں جن کی کوئی بنیاد ہی نہیں، درحقیقت ان کے اعمال بد ان کو اچھے معلوم ہوتے ہیں لہٰذا

[1] سورۂ رعد: 33-34۔

جھوٹے اور فرضی معبودوں کے ذریعے اٹکل پچو اور حیلہ سازی کرتے رہتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا تو انہیں کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

۱۷۔ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿١٤٨﴾ [1]

عنقریب مشرکین کہیں گے ۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباء واجداد شرک نہ کرتے اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام جانتے، ان سے پہلے لوگوں نے بھی (شرک سے منع کرنے والوں کو) اسی طرح کہا۔ آپ کہیں (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ تمہارے پاس کوئی علم ہے تو لے آؤ، (بلکہ) تم تو صرف وہم وگمان کی پیروی کرتے ہو اور اٹکلیں چلاتے ہو۔

تشریح: جب مشرکین کوئی گناہ ترک کرنا نہیں چاہتے تو وہ اس قسم کے عذر و بہانے تراشتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم یہ گناہ ہی نہ کرتے نصیحت کرنے والوں کو اس قسم کے مغالطے دینے کی کوشش کرتے ہیں درحقیقت مشرکین کے پاس اٹکل پچو اور وہم وگمان کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

۱۸۔ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٨﴾ [2]

یوسف علیہ السلام نے (اپنے قید کے ساتھیوں سے) کہا کہ میں نے اس قوم کے مذہب کو چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے اور قیامت کے دن کے بھی منکر ہیں۔ میں نے اپنے آباء واجداد: ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کی پیروی کی ہے یہ بات تو ہماری شان کے

---

[1] سورۂ انعام: 148۔

[2] سورۂ یوسف: 37-38۔

خلاف ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک بنائیں۔ اور یہ (شرک سے بیزاری) ہم اور تمام لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ کسی مسلمان کو شرک زیب نہیں دیتا اور توحید اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جسے نصیب ہو جائے اس پر اسکا شکریہ ادا کرنا لازمی ہے۔

۱۹۔ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ [1]

شیطان کا زور تو صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اسے اپنا دوست بنا لیتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

تشریح: گویا کہ موحد پر شیطان مردود کا کوئی زور نہیں چل سکتا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے مضبوط سہارے کو تھام رکھا ہے، اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رہنے کا یہی واحد ذریعہ ہے کہ بندہ شرک سے دور رہے اور توحید پر مضبوطی سے کاربند رہے، پھر شیطان کا کوئی حیلہ اثر انداز نہیں ہوگا، شرک کرنے سے بندہ پوری طرح شیطان کے شکنجے میں آجاتا ہے پھر وہ جس طرح چاہتا ہے اس پر اپنا حکم چلاتا رہتا ہے۔

۲۰۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ [2]

اے ایمان والو! مشرک تو محض نجس و پلید ہیں۔

تشریح: جس بندے کا عقیدہ نجس ہو اس کی باقی کون سی چیز پاک رہ سکتی ہے؟ اور مومن نجس نہیں ہوتا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث ہے:

اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ [3]

ثابت ہوا کہ مومن پاک ہوتا ہے اور مشرک پلید۔ لہٰذا مشرک مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک شخص ایک ہی وقت میں پاک بھی ہو اور پلید بھی یہ بات ناممکن ہے۔

---

(۱) سورۃ نحل: 100۔

(۲) سورۃ توبہ: 28۔

(۳) صحیح بخاری: 285، صحیح مسلم: 824، مشکوٰۃ ص: 49۔

۲۱۔ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾[1]

(جس بندے کا باغ اور فصل تباہ ہو گئے وہ) اپنے کیے ہوئے خرچ پر کف افسوس ملتے ہوئے کہنے لگا، جبکہ اس کا باغ چھتوں سمیت گرا ہوا تھا، کہ کاش میں اپنے رب کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ان میں سے ایک کا باغ تیار تھا اس کے پاس پانی وافر مقدار میں تھا اور اس کے ساتھی و مددگار بھی زیادہ تھے، لہٰذا اسے اپنی فصل کی کثرت پر فخر تھا، جبکہ دوسرا غریب تھا اسکی فصل اور ساتھی کم تھے مگر وہ پہلے شخص کو نصیحت کرتا رہتا تھا، لیکن وہ اپنے فخر میں مست اور آخرت سے بے پرواہ تھا، بالآخر اس کا تیار شدہ باغ اللہ کے عذاب کی لپیٹ میں آ گیا اور سب کچھ تباہ و برباد ہو کر رہ گیا تو وہ پشیمان ہونے لگا لیکن اس وقت پشیمانی کس کام کی؟

مشرک لوگوں کو یہ واقعہ پڑھ کر توبہ کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنا چاہیئے کہ کہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی لپیٹ میں نہ آ جائیں پھر اس وقت کفِ افسوس ملنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا!

۲۲۔ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾[2]

ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی بلکہ وہ تو یک طرفہ مسلمان تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔

تشریح: ہمیں ابراھیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرنے کا حکم ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ[3]

---

[1] سورۂ کہف: 42۔

[2] سورۂ آل عمران: 67۔

[3] سورۂ نحل: 123۔

یعنی ہم نے آپ کی طرف اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وحی کی کہ یکسو ہو کر ابراہیم علیہ السلام کے دین کی اتباع کریں۔

اسی لیے ہمارے دین، اسلام کو ملت حنیفیہ کہا جاتا ہے۔ یعنی یکسو اور یک طرفہ جس میں باطل کی طرف کوئی میل یا التفات نہیں ہے۔

ثابت ہوا کہ جس دین پر ہم ہیں اس میں کوئی شرکیہ عمل نہیں اور ہمیں شرک سے بالکل دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۳۔ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝[1]

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کی آیات کے نزول کے بعد کفار آپ کو ان سے نہ روکیں، آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہیں اور مشرکین میں سے ہرگز نہ ہو جائیں۔

تشریح: ان آیات سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ شرک سے بڑی سختی سے منع کیا گیا ہے لہٰذا یہ حرام اور ناجائز ہے، جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے نافرمان ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، لہٰذا کسی اور کی طرف بلانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے کے مترادف ہے۔

۳۔ ان آیات سے توحید کی بھلائی اور شرک کی برائی اچھی طرح سے واضح ہوتی ہے۔

۴۔ جو لوگ دوسرے لوگوں کو شرکیہ اعمال کا پتہ یا اس کی تعلیم دیتے ہیں یا دوسری درگاہوں کی ترغیب دلاتے ہیں وہ درحقیقت لوگوں کو قرآنی آیات پر عمل پیرا ہونے سے روکتے ہیں۔

۲۴۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا[2]

ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

---

(1) سورۂ قصص: 87۔

(2) سورۂ نساء: 36۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں صریح طور پر شرک سے منع وارد ہوئی ہے۔

۲۵۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٤﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾ [1]

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان کا اظہار کرتے رہیں، اور مشرکین سے اعراض کریں، جو لوگ (آپ اور آپ کی دعوت کا) مذاق اڑاتے ہیں ان کی طرف سے ہم آپ کو کافی ہیں، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے معبود مقرر کرتے ہیں وہ (اپنا انجام) عنقریب جان لیں گے۔

تشریح: اس آیت میں چند باتوں کی تعلیم دی گئی ہے

۱۔ توحید کو ہرگز مخفی نہ رکھا جائے بلکہ قولاً و عملاً اس کا اظہار و اعلان کرتے رہنا چاہئے۔

۲۔ مشرکین سے تعلق اور دوستی نہ رکھی جائے بلکہ ان سے کنارہ کشی اور دوری اختیار کرنی چاہئے۔

۳۔ مشرکین کی یہ عادت بہت پرانی ہے کہ وہ اہل توحید کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۴۔ مشرکین کے استہزاء سے موحدین کو قطعاً گھبرانا نہیں چاہیئے۔

۵۔ موحدین کے لیے مشرکین کے مقابلے میں ایک اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

۶۔ جو لوگ اللہ کے شریک بناتے ہیں ان کا انجام بہت برا ہے۔

۲۶۔ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۚ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ [2]

پھر جب (مشرکین نے) ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم نے اکیلے اللہ تعالیٰ کو مان لیا اور جن کو ہم اس کے ساتھ شریک کرتے تھے ان کا انکار کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھنے کے بعد ان کو ان کے ایمان نے فائدہ نہ دیا یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے جو اس کے بندوں میں چلا آ رہا

[1] سورۂ حجر: 94-96۔

[2] سورۂ مؤمن: 84-85۔

ہے، اور اس وقت کفار نے خسارہ اٹھایا۔

تشریح: اگر چہ مشرکین اس وقت اپنی ہٹ دھرمی اور شرک سے باز نہیں آتے بلکہ اگر انہیں قرآن وحدیث کے دلائل سے سمجھایا جائے کہ تم جن درگاہوں کے پجاری ہو وہ تو خود بے بس ہیں، وہ کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی شان میں کسی کو شریک نہ کرو اور شرک بہت بڑا گناہ ہے، تو ان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں، وہ لڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور غصے سے لال پیلے ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ گالم گلوچ پر اتر آتے ہیں مگر یہی لوگ جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھیں گے تو توبہ کرتے ہوئے شرک سے اظہار بیزاری کریں گے، طاغوتوں اور درگاہوں کے منکر ہو جائیں گے اور توحید کا دم بھرنے لگیں گے، مگر اللہ کے قانون کے مطابق اس وقت ان کا ایمان اور توبہ ان کے لیے کار آمد نہ ہوں گے لہٰذا صاحبِ فہم لوگ اس طرح کی آیات سن کر اور اہل شرک کا انجام جان کر فوراً توبہ تائب ہو جاتے ہیں، مگر اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی اور توفیق کی ضرورت ہوتی ہے۔

این سعادت بزورِ بازو نیست　　　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ہم اللہ تعالیٰ کے در پر دست بدعا ہیں کہ وہ ہمیں ایسی توفیق عطا فرمائے۔

انہ قریب مجیب

۲۷۔ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ [1]

(آل فرعون میں سے اس شخص نے جو ایمان لے آیا تھا لیکن اس نے ایمان کا اظہار نہ کیا تھا) کہا کہ اے میری قوم میرے لیے یہ بات کتنی عجیب ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں

[1] سورۂ مؤمن: 41-43۔

اور تم مجھے جہنم کی آگ کی طرف بلا رہے ہو کیونکہ تم مجھے یہ دعوت دیتے ہو کہ میں کفر کرلوں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک بناؤں جس کے لیے میرے پاس کوئی معلومات اور دلیل موجود نہیں، اور میں تمہیں ایک اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو کہ بڑا ہی غالب اور معاف کرنے والا ہے، بلاشبہ جس (غیر اللہ) کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اسے دنیا اور آخرت میں پکارنے کا کوئی بھی حق نہیں بے شک ہمارا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور حد سے تجاوز کرنے والے ہی جہنمی ہیں۔

تشریح: یہ اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کا واقعہ ہے جس نے فرعون جیسے جابر کی محفل میں توحید کی حمایت کی، اس نے اپنی قوم کو بتایا کہ شرک کی طرف دعوت دیکر درحقیقت تم مجھے جہنم کی طرف بلا رہے ہو اور میں تمہیں توحید کی دعوت دیکر راہ نجات دکھا رہا ہوں۔ جس کی عبادت کی تم مجھے دعوت دیتے ہو اسکے معبود ہونے کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں، اور جس ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اس کے معبود ہونے کے لیے لاتعداد دلائل موجود ہیں کہ وہ عزیز (ہر چیز پر غالب) زبردستوں سے زبردست اور ہر سرکش کو نیچا دکھانے والا ہے اور وہ غفار (ہر وقت توبہ کرنے والوں کو ہر وقت معاف کرنے والا اور بخش دینے والا ہے) بھی ہے۔ پھر کیوں نہ اس کے در کی غلامی قبول کرلی جائے، اسی کی بندگی کی جائے، اور اس کے سامنے دستِ سوال دراز کیا جائے۔ نیز اسکو پکارنا حق ہے کیونکہ وہی سب کا رب، پکار سننے والا اور حاجت پوری کرنے والا ہے۔

باقی جن کو پکارنے اور انکی درگاہوں پر آنے کیلیے تم مجھے مجبور کرتے ہو وہ تو خود عاجز اور اسی (اللہ) کے در کے سوالی ہیں، نہ وہ کچھ دے سکتے ہیں اور نہ ہی کچھ چھین سکتے ہیں، انہیں آوازیں لگانے اور پکارنے کا حق نہ اس دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں بلکہ یہ اسراف (حد سے تجاوز) ہے، کیونکہ رب العالمین، احکم الحاکمین، ارحم الرحمین، خیر الفاتحین، خیر الغافرین، خیر الفاصلین، خیر الرازقین، عزیز وکریم، رؤف ورحیم، علی العظیم، سمیع وبصیر، اور کریم ومجیب کے بعد کون ایسا ہے جس کے سامنے ہاتھ پھیلائے جائیں یا اسے مشکل میں پکارا جائے؟ یہ تو انتہائی درجے کا اعتداد (حد سے تجاوز) اور اسراف ہے، اس قسم کی زیادتی کرنے والے ہی اصحاب النار (آگ والے) اور جہنمی ہیں۔

۲۸۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَکْبَرُ مِنْ مَّقْتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَی الْاِیْمَانِ فَتَکْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِکُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ کَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ یُّشْرَکْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۚ فَالْحُکْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ ﴿۱۲﴾ [1]

قیامت کے دن کفار کو اعلان کر کے کہا جائے گا کہ تمہارے اپنے اوپر غصہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ تمہارے اوپر زیادہ ہے، کیونکہ جب تمہیں ایمان (لانے) کی دعوت دی گئی تو تم نے انکار کیا، وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ زندہ کیا لہٰذا ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اب ہمارے لیے کوئی راہ نجات ہے؟ کہا جائے گا کہ تم اس عذاب میں اسلیے مبتلا کیے گئے ہو کہ جب تمہیں دنیا میں ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور جب اس کے ساتھ (پکارنے میں) کسی دوسرے کو شریک کیا جاتا تھا تو تم (اس بات یا عقیدے کو) تسلیم کر لیتے تھے اب تو اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے پاس ہی تمہارا فیصلہ ہے۔

تشریح: اوپر پہلی آیت میں ذکر ہوا کہ شرک بڑا ظلم ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا حق کسی اور کو دیا جاتا ہے اور یہ بہت بڑی ناانصافی ہے اور شرک کرنے والا بہت بڑا ظالم ہے جو روزِ قیامت اس ظلم کی پاداش میں سخت عذاب کی لپیٹ میں آجائے گا اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجا کرتا، اور جن درگاہوں کے چکر کاٹتا رہتا تھا ان میں سے کوئی بھی اس کے کام نہ آئے گا لہٰذا وہ اپنی حالت بد پر بہت ہی رنجیدہ اور سخت غصہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ [2]

یعنی ظالم قیامت کے دن اپنے ہاتھ چبائے گا۔

---

[1] سورۂ مؤمن: 10-12۔

[2] سورۂ فرقان: 27۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا کہ اب تم اپنے اوپر کتنا ہی غصہ کرو مگر تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کا غصہ تمہارے غصہ سے بہت بڑھ کر ہے، کیونکہ جب تمہیں توحید کی دعوت دی گئی تو تم نے انکار کر دیا اور اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارنے سے تمہیں غصہ آجاتا تھا اور ایسے دین کو قبول کرنے سے تم نے انکار کر دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید ہی ہو اور شرک کا شائبہ تک نہ ہو، تم علاوہ شرک کے کوئی بات قبول نہ کرتے تھے اب تم اپنے معبودوں کو تلاش کرو اور اپنے حق میں فیصلہ کرواؤ مگر نہیں ہرگز نہیں یہ بات ان کے اختیار سے باہر ہے بلکہ فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا اور اسی کی مرضی کے مطابق ہوگا۔

۲۹۔ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ [1]

کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر اور جھوٹا ہے کہ کئی معبودوں کے بجائے ایک معبود کہتا اور مانتا ہے اور یہ بڑا تعجب خیز معاملہ ہے!

تشریح: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ توحید کی دشمنی میں اہل توحید پر حملے کرنا اور انہیں جھوٹا اور جادوگر قرار دینا کافروں کا کام ہے نہ کہ مسلمانوں کا۔ توحید پر کفار تعجب کرتے ہیں کیونکہ ان کے رگ وریشہ میں شرک سمایا ہوتا ہے۔ نہ کہ مسلمان کہ جن کے دل وجان اور ایک ایک رگ توحید کے نور سے منور و سرشار ہوتے ہیں۔

۳۰۔ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۗ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ [2]

(قوم عاد نے اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام سے) کہا کیا تم ہمارے پاس اسلیے آئے ہو کہ ہم ایک

---

[1] سورۂ ص: 4-5۔

[2] سورۂ اعراف: 70-71۔

اللہ تعالیٰ کو پکاریں اور جن کی ہمارے آباء واجداد عبادت کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں، اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کے وعدے تم دیتے رہتے ہو وہ لا کر دکھاؤ۔ (ھود علیہ السلام نے) کہا تمہارے رب کی طرف سے تمہارے اوپر عذاب وغضب ہے کہ تم مجھ سے ان ناموں کے حق میں جھگڑتے ہو جو تم اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لیے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم یا دلیل نازل نہیں کی، لہٰذا تم (اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔

تشریح: ثابت ہوا مشرکین، اللہ تعالیٰ کے غضب و عذاب کے مستحق ہیں، کہ وہ مخلوق کو اپنی طرف سے مختلف نام دیتے ہیں اور ان کی ایسی صفات بیان کرتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہیں، جس کے لیے ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں وہ تو صرف اپنی آراء اور آبائی تقلید کے پیچھے لگے ہیں۔

ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو واضح کر دیا کہ تم صریح غلطی پر ہو، عبادت کے لائق تو صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے، اور چونکہ تم بناوٹی ومصنوعی معبودوں کی وکالت کرتے ہوئے ان کا دفاع کر رہے ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو۔

فائدہ: ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ شرک انتہائی درجہ کی ناانصافی، سب سے بڑا گناہ، حرام، کفر، اور قرآن مجید وانبیاء کرام کے خلاف اٹھنے والے تمام فتنوں کا اصل سبب، شیطانی غلبے کا اثر اور بزدلی کا باعث ہے جس کے لیے کوئی ثبوت ودلیل نہیں ہے اور نہ ہی اس کا ارتکاب کرنے والے کے لیے کوئی معافی ہے، مشرک پلید اور سب سے بدترین مخلوق اور ابدی جہنمی ہے۔

دوسری فصل: احادیث نبویہ کے بیان میں

۱۔ وعن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: الکبائر: الاشراك باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس۔[1]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبیرہ گناہ یہ ہیں۔

[1] مشکوۃ المصابیح ص:17، صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب الیمین الغموس، ح:6675، 6870، 6920۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا، اور جھوٹی قسم کھانا۔

۲۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اجتنبو السبع الموبقات قالو یارسول اللہ ما ھن قال الشرک باللہ۔ [1]

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات چیزیں ہلاک کر دینے والی ہیں، ان میں سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

تشریح: گناہ کی تعریف یہ ہے کہ:

ما یحجبک عن اللہ [2]

یعنی جو چیز اللہ تعالیٰ سے محروم کردے۔

اوران گناہوں میں سرفہرست شرک ہے، جو ہلاکت کا باعث ہے۔ ہر گناہ کا نقصان اور ہلاکت اس کے درجے کے مطابق ہوتی ہے، چونکہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے لہٰذا اس کے سبب سے پہنچنے والی ہلاکت بھی سب سے بڑی ہے۔ مثلاً شرک تمام اعمال کی بربادی کا باعث ہے، جیسا کہ باب نمبر 15 میں بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ اور شرک سے ہی تمام برائیوں اور بدکاریوں کی راہ کھلتی ہے جیسا کہ فصل 1، آیت 16 میں گذرا، چونکہ موحد ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے خائف رہتا ہے لہٰذا اسے گناہ کی جرأت کم ہوتی ہے، اور مشرک کو پیروں، ولیوں، طاغوتوں اور درگاہوں سے امید ہوتی ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ سے بےخوف رہتا ہے، اسی طرح شرک کے لیے کوئی معافی نہیں جبکہ دیگر گناہوں کے لیے معافی کی گنجائش موجود ہے۔ ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ شرک بڑا مہلک مرض ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔

۳۔ عن معاذ قال: أوصانی رسول اللہ ﷺ بعشر کلمات، قال: ((لا تشرك باللہ شیئاً وإن قتلت وحرقت، ولا تعقن والدیك وإن أمرك أن تخرج من أهلك

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح ص: 17، صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ:۔۔، ح: 2766، 5764، 6857، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر وأکبرھا، ح: 262۔

(۲) التعریفات از جرجانی ص: 62۔

ومالك،ولا تتركن صلاة مكتوبة متعمداً، فإن من ترك صلاة مكتوبة متعمداً فقد برئت منه ذمة الله، ولا تشربن خمراً، فإنه رأس كل فاحشة، وإياك والمعصية، فإن بالمعصية حل سخط الله، وإياك والفرار من الزحف وإن هلك الناس، وإذا أصاب الناس موت وأنت فيهم فاثبت، وأنفق على عيالك من طولك، ولا ترفع عنهم عصاك أدباً، وأخفهم في الله))، رواه أحمد.[1]

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا اگرچہ تجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ والدین کی نافرمانی ہرگز نہ کر اگرچہ وہ تجھے اپنے مال اور اولاد سے نکل جانے کا حکم ہی کیوں نہ دیں۔ اور جان بوجھ کر فرضی نمازوں کو ہرگز نہ چھوڑ، کیونکہ عمداً نماز ترک کرنے سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے۔ شراب ہرگز نہ پینا کہ وہ ہر برائی کی جڑ ہے۔ اور نافرمانی سے بچتے رہنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر فرار نہ ہونا اگرچہ سب لوگ ہلاک ہو جائیں۔ کسی علاقے میں عام مرض کی صورت میں جب لوگ مرنے لگیں اور تم وہاں موجود ہو تو ثابت قدم رہنا۔ اور اپنی اولاد پر خرچ کرتے رہنا اور ادب سکھانے کے لیے ان سے ادب کی لاٹھی کو ہٹا نہ دینا (کہ کہیں وہ تجھ سے بے خوف نہ ہو جائیں) اور انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتے رہنا۔

تشریح: ان دس وصیتوں میں چند گناہوں سے بچنے کا ذکر ہے وہ بڑے خطرناک ہیں اور ان کے نتائج بھی خطرناک ہیں جن میں سرفہرست شرک ہے جس کی برائی کا اگر کسی کو ادراک ہو جائے تو وہ قتل ہونا اور جل جانا قبول کرے گا مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرے۔

کئی سعادت مند ایسے بھی ہیں جنہیں توحید کی خاطر اور شرک سے توبہ کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا یا جلا دیا گیا جن کا ذکر اپنے باب میں آئے گا۔ ان شاء اللہ

۴۔ وعن جابر قال قال رسول الله ﷺ ثنتان موجبتان، قال رجل: يا رسول الله ما الموجبتان؟ قال من مات يشرك بالله شيئاً دخل النار ومن مات

[1] مشکوٰۃ ص:18، مسند احمد، ج:5، ص:238۔

ولم یشرك بالله شیئا دخل الجنة۔ [1]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو چیزیں واجب کر دینے والی ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے کرتے فوت ہو گیا تو اس پر جہنم کی آگ واجب ہو گئی۔ اور جس شخص پر اس حالت میں موت آئی کہ اس نے شرک نہیں کیا تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

فائدہ: ہیثمی کی مجمع الزوائد ج:1، ص:21 میں بحوالہ طبرانی عمارہ بن رویبہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس معنی میں احادیث مذکور ہیں۔

۵۔ أخرج أحمد وابن المنذر وابن أبي حاتم والحاكم وصححه وابن مردويه والبيهقي في شعب الإيمان عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الدواوين عند الله ثلاثة: ديوان لا يعبأ الله به شيئاً، وديوان لا يترك الله منه شيئاً، وديوان لا يغفره الله. فأما الديوان الذي لا يغفره الله فالشرك، قال الله {أنه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة} [المائدة: 72] وقال الله {إن الله لا يغفر أن يُشْرَكَ به}، وأما الديوان الذي لا يعبأ الله به فظلم العبد نفسه فيما بينه وبين ربه، من صوم يوم تركه، أو صلاة تركها، فإن الله يغفر ذلك ويتجاوز عنه إن شاء، وأما الديوان الذي لا يترك الله منه شيئاً فظلم العباد بعضهم بعضاً، القصاص لا محالة۔ [2]

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس (بندوں کے) تین رجسٹر ہوں گے، ایک وہ جس کے بارے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص:15، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ۔ الخ، 93/269، سنن الکبریٰ للبیہقی ج:7، ص:44، ح:13075، مسند ابی عوانہ ج:1، ص:27، ح:31، مسند احمد ج:3، ص:391، 344، معجم طبرانی اوسط ج:7، ص:249، ح:7410، مسند ابی یعلیٰ ج:4، ص:188، ح:2278۔

[2] درمنثور ج:2، ص:170، شعب الایمان ج:6، ص:52، ح:7473، مسند احمد ج:6، ص:240، مستدرک حاکم، کتاب الاھوال، ج:4، ص:619، ح:8717۔

میں اللہ تعالیٰ کوئی پرواہ نہ کرے گا، دوسرے میں سے کوئی بھی نہیں چھوڑے گا، اور تیسرے رجسٹر میں سے کچھ بھی معاف نہیں کرے گا۔

وہ رجسٹر جس کی کوئی معافی اور بخشش نہیں ہے وہ شرک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرک پر جنت حرام کردی ہے۔ اور جس رجسٹر کے بارے میں پرواہ نہ کرے گا وہ ان گناہوں کا رجسٹر ہے جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں، اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو انہیں معاف کردے گا۔ اور وہ دفتر جس میں سے نہیں چھوڑے گا تو وہ بندوں کے آپس کے حقوق ہیں جن کے متعلق قصاص اور بدلہ ضرور ہوگا۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شرک کا رجسٹر ہی الگ ہے جس کی کوئی معافی اور مغفرت نہیں ہے۔

۶۔ أخرج أبو داود والنسائي وابن جرير وابن أبي حاتم والطبراني والحاكم وابن مردويه عن عمير الليثي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «إن أولياء الله المصلون، ومن يقيم الصلوات الخمس التي كتبها الله على عباده، ومن يؤدي زكاة ماله طيبة بها نفسه، ومن يصوم رمضان يحتسب صومه، ويجتنب الكبائر. فقال رجل من الصحابة: يا رسول الله وكم الكبائر؟ قال: هن تسع: أعظمهن الإشراك بالله.»[1]

سیدنا عمیر اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ولی (دوست) وہ ہیں جو پنج وقتہ نماز کے پابند ہیں اور جو دل کی خوشی سے زکاۃ ادا کرتے ہیں اور ثواب کی امید سے رمضان کے روزے رکھتے ہیں اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

---

[1] درمنثور ج:2، ص:146، سنن ابوداؤد کتاب الوصایا، باب التشدید فی اکل مال الیتیم، ح:2875، سنن الکبریٰ للبیہقی ج:3، ص:408، ح:6514، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی استقبال القبلۃ بالموتی، ج:10، ص:186، ح: 20537، سنن الکبریٰ للنسائی ج:2، ص:290، ح:3475، معجم طبرانی کبیر ج:17، ص:48، ح:101، مستدرک حاکم، کتاب الایمان ج:1، ص:86، ح:197۔

ایک صحابی نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نو ہیں ان میں سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

۷۔ عن الحارث الأشعري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن الله أمر يحيى بن زكريا بخمس كلمات أن يعمل بها ويأمر بني إسرائيل أن يعملوا بها وإنه كاد أن يبطيء بها فقال عيسى إن الله أمرك بخمس كلمات لتعمل بها وتأمر بني إسرائيل أن يعملوا بها فإما أن تأمرهم وإما أن آمرهم فقال يحيى أخشى إن سبقتني بها أن يخسف بي و أعذب فجمع الناس في بيت المقدس فامتلأ وقعدوا على الشرف فقال إن الله أمرني بخمس كلمات أن أعمل بهن وآمركم أن تعملوا بهن أولاهن أن تعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا وإن مثل من أشرك بالله كمثل رجل اشترى عبدا من خالص ماله بذهب أو ورق فقال هذه داري وهذا عملي فاعمل وأد إلي فكان يعمل ويؤدي إلى غير سيده فأيكم يرضى أن يكون عبده كذلك۔[1]

سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ وہ خود بھی ان پر عمل پیرا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیں۔ یحییٰ علیہ السلام اس میں کچھ تاخیر کرنے والے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ چیزوں پر عمل کرنے اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرانے کا حکم دیا ہے، یا تو آپ خود یہ حکم پہنچا دیں ورنہ میں انہیں پہنچا دیتا ہوں۔ یحییٰ علیہ السلام نے

[1] الترغیب والترہیب ج:1،ص:366، جامع ترمذی کتاب الادب، ابواب الامثال باب ماجاء فی مثل الصلاۃ والصیام والصدقۃ، ح:2863، مسند احمد ج4،ص: 130، 202، صحیح ابن خزیمہ ج:2،ص:64، ج:3،ص:195، ح: 930، 1895، معجم طبرانی کبیر ج:3،ص:286-288، ح:3427-3430، مستدرک حاکم کتاب الصوم ج:2، ص:93، 592، ح:1534، صحیح ابن حبان کتاب التاریخ ذکر تشبیہ المصطفی عیسیٰ بن مریم بعروۃ بن مسعود ج:14،ص: 125، ح:6200۔

فرمایا کہ (یہ حکم تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے پھر) اگر آپ سے مجھ سے پہل کی تو خطرہ ہے کہ مجھے زمین میں دھنسا یا دیا جائے اور مجھ پر کوئی عذاب نازل نہ ہو جائے۔ پھر یحییٰ علیہ السلام نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع کیا اور بلندی پر چڑھ کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے کہ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تمہیں بھی وہ باتیں پہنچادوں۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اسکی مثال اس طرح ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی اپنے خالص مال، سونے اور چاندی سے ایک غلام خرید کر کے اسے کہے کہ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام کاج (کاروبار) ہے تم اسے چلاؤ اور جو آمدنی ہو مجھے پہنچاؤ پھر غلام ایسا کرے کہ کام کاج چلائے اور اس سے جو آمدنی ہو وہ اپنے مالک کو چھوڑ کر کسی اور کو دیدے تو کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ تمہارا غلام ایسا کرتا رہے؟ الی آخرہ۔

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ کیسے پسند کرے گا کہ اسکی وہ مخلوق۔ سے اس نے عدم سے وجود میں لاکر رونق، قوت وتوانائی اور عقل ودانائی عطا کی اور اسے اسباب سے نواز کر رزق دیا پھر وہ دوسرے در کی پوجاری بن جائے اور اس کے گن گانے لگے؟ ہرگز نہیں، تو پھر شرک اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی ناشکری ہے کہ اس کی لاتعداد نعمتوں کو بھلا کر کسی دوسری درگاہ سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔

۸۔ عن ابی الدرداء یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول کل ذنب علی اللہ ان یغفرہ إلا من مات مشرکاً أو قتل مؤمناً متعمداً[1]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو معاف کر دے سواء اس کے کہ کوئی بندہ حالت شرک میں فوت ہو جائے، یا جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کر دے۔

۹۔ أخرج الفریابی وأحمد وعبد بن حمید والبخاری ومسلم والترمذی وابن

---

(1) موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان ص:42، سنن ابوداؤد کتاب الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المؤمن، ح:4270، مستدرک حاکم کتاب الحدود ج:4، ص:391، ح:8032، سنن کبریٰ بیہقی کتاب الجراح، ابواب تحریم القتل ومن یجب علیہ القصاص، باب تحریم القتل من السنۃ، ح:15639، مسند الشامیین، ج:2، ص:264، ح:1308۔

جریر وابن المنذر وابن أبی حاتم وابن مردویه والبیهقی فی شعب الایمان عن ابن مسعود قال: سئل النبی صلی الله علیه وسلم أی الذنب أکبر؟ قال "أن تجعل لله ندا وهو خلقك قلت: ثم أی؟ قال أن تقتل ولدك خشیة أن یطعم معك قلت: ثم أی؟ قال: أن تزانی حلیلة جارك" فأنزل الله تصدیق ذلك والذین لا یدعون مع الله الها آخر ولا یقتلون النفس التی حرم الله إلا بالحق ولا یزنون.[1]

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کسی کو اللہ کے ساتھ معبود بنالو حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کی اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو اس خطرے کی وجہ سے قتل کرو کہ تمہیں ان کو کھلانا پڑے گا۔ میں نے عرض کی اس کے بعد کونسا بڑا گناہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا، اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق قرآن مجید میں بھی نازل فرمائی کہ اللہ کے بندے وہ ہیں جو اس کے ساتھ کسی کو معبود نہیں بناتے اور نہ ہی ناحق کسی کو قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں۔

تشریح: اس آیت مبارکہ کا بقیہ حصہ اس طرح ہے:

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۷۰﴾[2]

یعنی جو یہ کام (شرک، قتل یا زنا) کرے گا تو وہ ذلیل ورسوا ہو کر جہنم کی وادی میں رہے گا،

---

[1] درمنثور ج:5، ص:77، صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ تعالی فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون، ح:4477، 4761، 6001، 6811، 6861، 7520، 7532، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الشرک اقبح الذنوب وبیان اعظمہا بعدہ، 86، 257، جامع ترمذی کتاب التفسیر سورۃ الفرقان ح:3182، سنن ابوداؤد کتاب الطلاق، باب فی تعظیم الزنا، ح:2310، سنن نسائی، کتاب المحاربۃ تحریم الدم، باب ذکر اعظم الذنوب، ح:4018-4020۔

[2] سورۂ فرقان: 68-70۔

مگر جو توبہ کرتے ہوئے ایمان لے آیا اور موحد بن گیا اور اعمال بد کے بجائے نیکیاں کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ اسکے گناہ مٹا کر اس کی جگہ نیکیاں لکھ دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو شرک سے بچائے اور مذکورہ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۱۰- وعن انس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال: يقول الله لاهون اهل النار عذابا يوم القيامة لو ان لك ما في الارض من شيء اكنت تفتدي به فيقول نعم فيقول اردت منك أهون من هذا و انت في صلب آدم أن لا تشرك بي شيئا فأبيت الا ان تشرك. (۱)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہل جہنم میں سے سب سے کم ترین عذاب والے شخص سے فرمائے گا کہ اگر تمہارے پاس زمین کے تمام خزانے ہوتے تو کیا تم اس عذاب سے بچاؤ کے لیے وہ سب کچھ پیش کر دیتے؟ وہ کہے گا کہ ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تجھ پر بہت ہلکا بوجھ رکھا تھا۔ جب تو آدم (علیہ السلام) کی پیٹھ میں تھا وہ یہ کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا لیکن تو نے اس کے باوجود شرک ہی کیا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اسکی پشت سے پیدا ہونے والے تمام انسانوں کی روحوں کو جمع کیا اور ان سے اپنی ربوبیت و وحدانیت کا اقرار کروایا۔ اس بارے میں درمنثور (ج:1، ص:141-142) میں بحوالہ احمد، نسائی، ابن جریر، ابن مردویہ حاکم، الاسماء والصفات للبیہقی، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی گئی ہے، اسی طرح ابن عباس ابن مسعود، عبداللہ بن عمر اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کے آثار بھی اس بارے میں منقول ہیں، نیز مسند احمد (ج:1، ص:272، ح:2455) تفسیر ابن جریر (ج:9، ص:110) کتاب الرد علی الجہمیہ لابن مندہ (ص:57) الاسماء والصفات للبیہقی (ص:327)

(۱) مشکوۃ المصابیح ص:502، صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، ح:3334، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب، وباب صفۃ الجنۃ والنار، ح:57، 6538 صحیح مسلم کتاب صفات المنافقین۔۔ باب طلب الکافر الفداء بملء الارض ذھبا، 86، 2805، 7083، مسند احمد ج:3، ص:129، ح:12334۔

میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اخذ الله الميثاق من ظهر آدم بنعمان يعني عرفة فاخرج من صلبه كل ذرية ذرأها فنثرهم بين يديه كالذر ثم كلمهم قبلا قال الست بربكم قالوا بلى شهدنا أن تقولوا يوم القيامة ان كنا عن هذا غافلين أو تقولوا إنما اشرك آباؤنا من قبل وكنا ذرية من بعدهم أفتهلكنا بما فعل المبطلون.[1]

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام اولاد کو نکال کر ان کے سامنے پھیلا دیا اور ان سے کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں (واقعتاً تو ہی ہمارا رب ہے) ہم اس کی گواہی دیتے ہیں، یہ اس لیے کہ قیامت کے دن تم کہیں یہ نہ کہو کہ ہم تو بے خبر تھے، یا شرک تو دراصل ہمارے آباء واجداد نے کیا ہم تو بعد میں ان کی اولاد تھے، پھر جو کام ان اہل باطل (غلط کاروں) نے کیا تو اس پر ہمیں کیوں ہلاک کرتا ہے؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء مبعوث فرماتا رہا تاکہ وہ انبیاء انہیں اللہ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ یاد دلائیں، اور انہیں بار بار سمجھایا گیا کہ تمہارا رب ایک اللہ تعالیٰ ہے، اسی کی بندگی کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، جس کا تم اقرار کر چکے ہو۔ اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت نے اس عہد و پیمان کو پس پشت ڈالتے ہوئے شیطان کے بہکاوے میں آ کر شرک کو اختیار کر لیا۔

ایسے لوگ بالفرض والمحال قیامت کے دن زمین کے تمام خزانوں کے مالک ہوں اور ان تمام خزانوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیں تب بھی انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا، نہ ان کے خزانے قابل قبول ہونگے اور نہ ہی ان کو نجات حاصل ہو سکے گی نجات کے لیے توحید کافی تھی لیکن یہ لوگ اس سے محروم رہے۔

۱۱۔ عن ابي سعيد بن فضالة عن رسول الله ﷺ قال اذا جمع الله الناس يوم القيامة ليوم لا ريب فيه نادى منادٍ من كان اشرك في عمل عمله لله احداً فليطلب ثوابه من عند غير الله فإن الله اغنى الشركاء عن الشرك.[2]

---

[1] مستدرک حاکم ج:1 ص:80، ر:75، ج:2 ص:593، ح:4000۔

[2] مشکوٰۃ المصابیح ص:454، مسند احمد ج:3 ص:466، ح:15876، جامع ترمذی کتاب التفسیر، سورۃ الکھف، ح:3154، شعب الایمان، ج:5 ص:303، ح:6817۔

سیدنا ابوسعید بن ابی فضالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن، جس کے وقوع میں کوئی شک وشبہ نہیں تمام لوگوں کو جمع کرے گا، اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ جس نے عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا تو وہ اس عمل کا اجر بھی اسی کے پاس تلاش کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ شراکت والے کام میں تمام شراکت داروں میں، سب سے زیادہ غنی ہے۔

۱۲۔ وعن عوف بن مالك رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اتاني آت من عند ربي فخيرني بين أن يدخل نصف امتي الجنة وبين الشفاعة فاخترت الشفاعة وهي لمن مات لا يشرك بالله شيئا.[1]

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک نمائندہ آیا کہ مجھے دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا گیا ہے میری پوری امت میں سے نصف جنت میں داخل ہو یا مجھے قیامت کے دن شفاعت کا اختیار حاصل ہو، تو میں نے ان دونوں میں سے شفاعت کو پسند کیا۔ میری یہ شفاعت قیامت کے دن ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شرک تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ، تباہی وبربادی کا باعث اور اللہ تعالیٰ کے حق میں بڑی ناانصافی، خیانت اور ناشکری ہے، جس کے لیے کوئی بھی معافی اور مغفرت نہیں ہے، مشرک کے کسی بھی عمل کا کوئی اجر وثواب نہیں ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔

---

(1) مشکوۃ المصابیح ص: 494، جامع ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب منہ (الشفاعۃ) حدیث تخییر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ الخ: 2441، مستدرک حاکم ج: 1 ص: 137، ح: 225، کتاب الایمان، مسند احمد، ج 6 ص: 23، ح: 24023، ج: 6 ص: 28، ح: 24048، صحیح ابن حبان ج: 14 ص: 388، ح: 6470، سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر الشفاعۃ: 4317۔

چوتھا باب
ہر داعی و مبلغ لوگوں کو سب سے پہلے
توحید کی دعوت دے

چوتھا باب

ہر داعی ومبلغ لوگوں کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دے

جاننا چاہئے کہ توحید، تمام اعمال صالحہ کیلئے بنیاد اور اس کے مدمقابل شرک، تمام برائیوں کی جڑ ہے، اسی لئے تمام انبیاء کرام نے سب سے پہلے توحید کی دعوت دی اور شرک کی مذمت کی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اسی چیز پر زور دیا۔

قوم عاد نے سرکشی کرتے ہوئے زمین میں جگہ جگہ لوگوں کی املاک پر قبضہ کر کے تعمیرات کر رکھی تھیں، جس سے عوام شدید تکلیف میں مبتلا تھے، اللہ کے نبی سیدنا ھود علیہ السلام نے ان کو ان کے ظلم سے روکنے سے پہلے توحید کی دعوت دی اور شرک سے روکا، کیونکہ ظلم وزیادتی کا اصل باعث شرک ہے، مشرک اپنے خودساختہ معبودوں کے سہارے ہر قسم کے ظلم کرتا رہتا ہے۔

[كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۲۴﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۲۷﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿۱۲۹﴾ وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۳۱﴾] [1]

ترجمہ: قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلا دیا، ھود علیہ السلام نے ان سے کہا کہ میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) امانتدار رسول ہوں لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری پیروی کرو، میں اس نصیحت کرنے پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین کے ذمہ ہے، تم زمین میں ہر جگہ ناجائز تعمیرات کرتے رہتے ہو گویا تم (یہاں دنیا میں) ہمیشہ رہو گے اور جب تم (کسی کی) پکڑ کرتے ہو تو بڑی سختی سے (اس کی) پکڑ کرتے ہو، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو۔

---

[1] سورۂ شعراء: 123-131۔

تشریح: اس مضمون میں اللہ تعالیٰ کے نبی ہود علیہ السلام نے سب سے پہلے انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائی اور اس سے ڈرایا اور یہ صریح طور پر توحید کی دعوت ہے، اس مضمون کو دوسری جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

[وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ؀] [1]

ترجمہ: قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود (داتا، دستگیر اور مشکل کشا) نہیں پھر کیوں نہیں تم (اس کے عذاب سے) ڈرتے۔

تشریح: یعنی انہوں نے سب سے پہلے اپنی قوم کو توحید کا سبق دیا اس کے بعد ظلم سے ممانعت کی۔

اسی طرح صالح علیہ السلام کی قوم ثمود بھی بڑی سرکش تھی کہ انہوں نے پانی کے چشموں اور تالابوں پر قبضہ کر رکھا تھا کسی غریب کے جانوروں کو ان سے نہ پانی پینے دیتے تھے اور نہ کوئی فائدہ حاصل کرنے دیتے تھے، انہوں نے چشمے اور تالاب اپنے لئے خاص کر رکھے تھے اور یہ بڑی زیادتی اور ظلم تھا، لیکن صالح علیہ السلام نے اپنی اس ظالم اور جاہل قوم کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دی۔

[وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْۗءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ؀ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ؀] [2]

---

[1] سورۃ اعراف: 65۔

[2] سورۃ اعراف: 73-74۔

ترجمہ: اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث کیا اس نے کہا اے میری قوم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے علاوہ کوئی بندگی کے لائق نہیں (پانی کے بارے میں جو تم لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتے ہو اس سے باز آجاؤ) تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے ایک نشانی آچکی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے (اسے پانی سے نہ روکو اور) اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ ورنہ دردناک عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے، یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوم عاد کے بعد زمین کا جانشین بنا کر حلیہ عطا کی کہ تم وادیوں میں محلات تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں میں گھر بناتے ہو، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھو اور زمین میں فسادی بن کر نہ پھرو۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سیدنا صالح علیہ السلام نے انہیں سب سے پہلے توحید کی تعلیم دی اور پھر دوسری برائیوں سے منع کیا وہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے انہیں یہ معرفت حاصل تھی کہ سب سے پہلے قوم کو موحد بنایا جائے تو یقیناً ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوگا اور اس کی بدولت وہ تمام برائیوں سے باز آجائیں گے۔

اسی طرح سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم والے اہل تجارت تھے، ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کے حقوق پر ڈاکے ڈالا کرتے تھے، راستوں اور چوراہوں پر بیٹھ کر لوگوں کو ظلم کا نشانہ بنانا اور گمراہ کرنا ان کی عادت تھی، سیدنا شعیب علیہ السلام نے بھی سب سے پہلے توحید کی دعوت دی۔

[وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨٦﴾][1]

---

[1] سورۃ اعراف: 85-86۔

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے۔ پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو اور روئے زمین میں، اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی، فساد مت پھیلاؤ، یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔ اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان نے والے کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو۔ اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا۔

تشریح: کاروبار اور لین دین میں کمی بیشی اور بے ایمانی دراصل شرک کا نتیجہ ہے اسی لئے شعیب علیہ السلام نے پہلے شرک پر تنبیہ کی اور پھر انہیں ان کی خامیوں کی نشاندہی کی۔

موسیٰ علیہ السلام کی تمام تر کوششیں اگر چہ یہی تھیں کہ مظلوم بنی اسرائیل کو فرعون اور قبطیوں کے جبر وتشدد سے آزادی دلوائی جائے مگر ان کی دعوت کی اصل روح توحید ہی تھی اسی لئے تو انہوں نے فرعون کی دربار میں صاف کہہ دیا کہ:

[قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾][1]

[قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰي كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾][2]

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام

(1) سورۃ شعراء: 24-28۔

(2) سورۃ طٰہٰ: 50۔

چیزوں کا رب ہے، اگر تم یقین رکھنے والے ہو۔ فرعون نے اپنے ارد گرد والوں سے کہا کہ کیا تم سن نہیں رہے؟۔ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے۔ فرعون نے کہا (لوگو!) تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! وہی مشرق و مغرب کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو۔ جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک کو اس کی خاص شکل وصورت عنایت فرمائی پھر راہ سجھا دی۔

اور جب سامری نے بنی اسرائیل کو پوجا کرنے کیلئے بچھڑا بنا کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کی یہ حالت دیکھ کر ایک تقریر فرمائی جس میں فرمایا:

[إِنَّمَآ إِلَٰهُكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾] [1]

ترجمہ: یعنی تمہارے لئے ایک اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں اور وہ ہر چیز پر وسیع علم والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف داعی ومبلغ بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے اسے دعوت وتبلیغ کا طریقہ کار سمجھاتے ہوئے فرمایا:

[إنك تقدم على قوم من اهل الكتاب فليكن أول ما تدعوهم إليه أن يوحدوا الله فإذا عرفوا ذلك فأخبر هم أن الله فرض عليهم خمس صلوٰت في يومهم وليلتهم فإذا صلوا فأخبر هم إن الله فرض عليهم زكوٰة في أموالهم تؤخذ من غنيهم فترد على فقيرهم فإذا ادوا بذلك فخذ منهم وتوق كرائم اموال الناس] [2]

---

[1] سورۂ طٰہٰ: 98۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ امتہ الی توحید اللہ تبارک وتعالیٰ، ح: 7372، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء الی الشہادتین وشرائع الاسلام، 19، 123۔

ترجمہ: تم قوم اہل کتاب کی طرف مبلغ بن کر جا رہے ہو تمہاری دعوت کا طریقہ کار یہ ہو کہ سب سے پہلے انہیں یہ دعوت دینا کہ وہ ایک اللہ تعالیٰ کو مان کر موحد بن جائیں اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول کر لیں (غیر اللہ کی عبادت ترک کر کے موحد بن جائیں) تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن و رات میں پنج وقتہ نماز فرض کی ہے، جب وہ یہ حکم مان کر) نماز پڑھنے لگیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے امراء سے لیکر ان کے غریب مسکین لوگوں میں تقسیم کی جائے گی، اگر وہ یہ حکم تسلیم کر لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرنا لیکن جان بوجھ کر ان کے سب سے اچھے مال کو بطورِ زکوٰۃ لینے سے اجتناب کرنا۔

تشریح: اس حدیث سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ دعوت تبلیغ میں سب سے پہلے توحید کی تعلیم اور شرک کی تردید ضروری ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی باب "ماجاء فی دعاء النبی امته الی توحید الله تبارك اسماءه وتعالی جده" میں مندرجہ بالا حدیث کے بعد دوسری حدیث جو کہ باب نمبر 2 کی فصل 2 کے آغاز میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت سے گذری، ذکر فرمائی ہے جس میں مذکور ہے توحید اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق ہے، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں بڑی دقیق نظر سے کام لیکر یہ ثابت کیا ہے کہ جب توحید اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق ہے تو سب سے پہلے دعوت بھی، توحید ہی کی دینی ضروری ہے؛ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حقوق پوری طرح ادا کرتا ہے اسی سے حقوق العباد کی ادائیگی کی بھی امید کی جاسکتی ہے، مگر جو شخص حقوق اللہ میں کوتاہی کرتا ہے وہ حقوق العباد کا کیا خیال رکھے گا؟ اور اس سے دوسری کونسی اچھائی کی امید کی جاسکتی؟

ناظرین: عام مبلغین صرف کلمہ و نماز کی تعلیم دیتے رہتے ہیں انہیں اس حدیث کا خیال رکھنا چاہئے جس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا طریقہ کار سکھلایا ہے، کیونکہ صرف زبانی طور پر کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے بلکہ کلمہ کے معنیٰ ومفہوم کے مطابق زندگی بسر کرنا بھی ضروری ہے جیسا کہ اس بارے میں باب نمبر 13 میں بیان ہوگا۔

بندے کے اعمال وعبادات کی قبولیت کیلئے ضروری ہے کہ اس کے پاس مکمل توحید ہو، شرک کی صورت میں کوئی بھی عبادت وعمل قابلِ قبول نہ ہوگا اس بارے میں باب نمبر ۱۵ میں بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پانچواں باب
توحید کی خاطر ترکِ معاملات
بغض وعداوت

پانچواں باب

توحید کی خاطر ترکِ معاملات، بغض وعداوت

دنیا میں دوست تین قسم کے ہوتے ہیں: ا۔ دوست۔ ۲۔ دوست کا دوست۔ ۳۔ دشمن کا دشمن۔

اسی طرح دشمن کی بھی تین قسمیں ہیں: ا۔ دشمن۔ ۲۔ دوست کا دشمن۔ ۳۔ دشمن کا دوست۔

اس قاعدے کی رو سے ہر موحد مؤمن اللہ تعالیٰ کا دوست ہے اور مشرک وکافر اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔

طحاوی حنفی فرماتے ہیں:

[والمؤمنون کلھم اولیاء الرحمن واکرمھم عنداللہ اطوعھم واتبعھم للقرآن] [1]

یعنی تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اور ان میں سے زیادہ قابل عزت وہ ہیں جو قرآن کے موافق اس کی اتباع کریں۔

لہٰذا ایک مسلمان کی دوستی اور محبت صرف اہل توحید سے ہوگی کسی مشرک سے اسکی دوستی قطعاً نہیں ہوسکتی، کیونکہ مشرک اللہ تعالیٰ کا دشمن ہوتا ہے اور مسلمان اللہ کے دشمن کو اپنا دشمن تصور کرتا ہے، اور چونکہ موحد اللہ تعالیٰ کا دوست ہے تو دوسرا موحد اور مسلمان اسے اپنا دوست سمجھتا ہے۔

ہماری یہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیمی پر ہے جیسا کہ حکم کیا گیا کہ:

[ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؁] [2]

---

[1] العقیدہ الطحاویہ ص:66۔

[2] سورۃ النحل:123۔

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ وحی کی ہے کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کریں، جو کہ حنیف تھے (اکیلے اللہ تعالیٰ کو ماننے اور اسی کی عبادت کرنے والے تھے)۔

ابراہیم علیہ السلام کی ملت یہ ہے کہ مشرکین سے علیحدگی اور اعلان برأت کیا جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ إِبْرٰهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُۥٓ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدٰوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهُۥٓ][1]

ترجمہ: (اے مسلمانو) تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی (مشرک) قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور جن کی تم اللہ کے علاوہ پوجا کرتے ہو، سے بیزار ہیں ہم تمہارا اور تمہارے معبودوں کا انکار کرتے ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی اور بغض ظاہر ہو چکا ہے (اور یہ ہمیشہ رہے گا کبھی ختم نہ ہوگا) کہ جب تک تم (تمام معبودان باطلہ کو چھوڑ کر) ایک اللہ کے ماننے والے بن جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں یہ تعلیم موجود ہے کہ دین اسلام میں ایک موحد کیلئے کسی مشرک سے دوستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، دنیاوی کاروبار اور لین دین چلتے رہیں گے لیکن کسی مسلمان کا دل کسی مشرک سے مانوس نہ ہوگا، کیونکہ مشرک بظاہر کتنی ہی محبت اور وفاداری کا اظہار کرے لیکن درحقیقت وہ کسی موحد سے خوش نہیں ہوتا اور اس کی ترقی و بھلائی اسے ہرگز پسند نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ][2]

ترجمہ: یعنی اہل کتاب اور مشرک کبھی یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

---

(1) سورۂ ممتحنہ:4۔

(2) سورۂ بقرہ:105۔

مسلمانوں پر کسی بھلائی اور مہربانی کا نزول ہو۔

لہٰذا مسلمانوں کو غیرت کرنی چاہیے کہ وہ کس طرح ایسے لوگوں کو اپنا دوست سمجھتے یا ان سے دوستی کرتے ہیں، کیا وہ یہ نہیں سوچتے کہ جو لوگ اپنے منعم حقیقی جس نے انہیں پیدا کیا، رزق عطا کیا اور ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا اس کے دشمن اور باغی بن کر اس کے ساتھ شرک کرنے لگے ہیں تو وہ کسی اور کے کیسے خیر خواہ ہو سکتے ہیں؟

اس کے متعلق چند احادیث لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ [عن عائشة ان رجلاً لحق بالنبی ﷺ فقال ارجع انا لا نستعين بمشرك][1]

ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مشرکین میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج سے آ کر ملا، تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر کفار سے لڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ واپس چلے جاؤ ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے۔

تشریح: اس معنی میں دوسری حدیث امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مسند ج 3 ص 454 حدیث نمبر 15801، اور امام بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ الکبیر ج 3 ص 209 حدیث 715 میں خبیب بن یساف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اس لئے کہ مشرک کی وفاداری پر کوئی اعتبار و بھروسہ نہیں کیا جا سکتا حالانکہ حالت جنگ میں حمایت و مدد کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشرک کو واپس لوٹا کر مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پاسداری نہ کرے اور اس کے ساتھ شرک کرے تو وہ مسلمانوں کا کیسے خیر خواہ ہو سکتا ہے لہٰذا مسلمان اس سے اچھائی کی امید نہ رکھیں۔ مزید توضیح کے لئے بیہقی میں سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

---

[1] سنن ابو داؤد کتاب الجہاد، باب ماجاء فی المشرک یسہم لہ، ح: 2732، مسند احمد ج: 6، ص: 148، ح: 25099، صحیح ابن حبان کتاب الجہاد، باب الخروج وکیفیۃ الجہاد وذکر الزجر عن الاستعانۃ بالمشرکین علی قتال اعداء اللہ، ح: 4726 بترتیب ابن بلبان، سنن داری کتاب السیر، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا لا نستعین بمشرک، ح: 2496، سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد، باب الاستعانۃ بالمشرکین، ح: 2832۔

صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد کے لئے جا رہے تھے کہ ثنیۃ الوداع (ایک جگہ کا نام ہے) کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا قافلہ دیکھا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ عبداللہ بن ابی کا قافلہ ہے جو کہ اپنے چھ سو غلاموں کے ساتھ مسلمانوں میں شامل ہو کر کفار سے لڑنا چاہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ لوگ اسلام لائے ہیں؟ بتایا گیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[فلیرجعوا انالا نستعین بمشرك][1]

ترجمہ: یعنی یہ لوگ واپس چلے جائیں کیونکہ ہم مشرکین سے مدد نہیں لیں گے۔

۲۔ [عن سمرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال لاتساکنوا المشرکین ولاتجامعوهم فمن ساکنهم او جامعهم فلیس منا۔ هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاه][2]

ترجمہ: سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کے ساتھ سکونت اختیار نہ کرو اور نہ انہیں اپنے پاس رہائش دو جو ایسا کرے گا وہ ہماری (جماعت میں سے) نہ ہوگا۔

یہ حدیث بخاری کی شروط کے مطابق صحیح ہے۔

تشریح: امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شروط کے مطابق صحیح ہے اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

اس حدیث میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ مشرک کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور اس سے تعلق اور دوستی رکھنا مسلمانوں کیلئے باعث نقصان ہے، اس لیے کہ انسان، اپنے دوست اور تعلق دار سے متاثر ہو جاتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی ہے کہ:

[المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل][3]

---

[1] البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث الشریف للحسنینی ص 51 ج 1 السنن الکبریٰ للبیہقی ج9 ص 37 حدیث 17656۔ معرفۃ السنن والآثار حدیث 5579 مستدرك حاکم ج2 ص 133 حدیث 2627، معجم طبرانی کبیر ج: 7، ص: 217، ح: 6903۔

[2] مستدرک حاکم، ج:2، ص:872۔

[3] مشکوۃ المصابیح ص:427۔

یعنی ہر بندہ اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک یہ سوچ و بچار رکھے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو غیر مسلم عورتوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور بے تکلفی سے منع فرمایا ہے۔ فرمان ہے:

[أَوْ نِسَآئِهِنَّ][1]

یعنی اپنے جیسی مسلمان عورتوں کے علاوہ، دوسروں کے سامنے اپنے زیب و زینت کا اظہار نہ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حق میں بھی وَلَا نِسَآئِهِنَّ فرمایا: یعنی ان کے لئے مسلمان عورتوں سے میل جول اور ان کے سامنے زینت کے اظہار میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اکثر مسلمان گھرانوں میں تہذیب و اخلاق کا فقدان اسی وجہ سے ہے، ورنہ پاکیزہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ایک مسلمان کے لئے کئی فتنوں سے نجات ہے۔

[عن عراك بن مالك ان حكيم بن حزام قال كان محمد ﷺ احب رجل فى الناس الى فى الجاهلية فلما تنبأ وخرج الى المدينة شهد حكيم بن حزام الموسم وهو كافر فوجد حلة لذى يزن تباع فاشتراها بخمسين دينار أن يهديها لرسول الله ﷺ فقدم بها عليه المدينة فأراده على قبضها هدية فأبى قال عبيد الله حسبت أنه قال انا لا نقبل شيئا من المشركين ولكن إن شئت أخذناها بالثمن فأعطيته حين ابى على الهدية][2]

عراک بن مالک سے روایت ہے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا: زمانہ جاہلیت میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبوب تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا اور

---

[1] سورۂ نور: 31۔

[2] مسند احمد ج: 3، ص: 402، ح: 15358، مستدرک حاکم ج: 3، ص: 551، ح: 6050، معجم طبرانی کبیر ج: 3، ص: 202، ح: 3125۔

مدینہ ہجرت کر گئے ایک دفعہ حکیم بن حزام مدینہ کی طرف نکلے، حکیم ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے راستے میں حکیم بن حزام نے منڈی میں کپڑوں کا ایک قیمتی جوڑا دیکھا جسے خرید کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرنے کے لئے لے آئے آپ ﷺ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا! ہم مشرکوں کے ہدیے قبول نہیں کرتے، لیکن اگر تمہاری مرضی ہو تو میں یہ جوڑا تجھ سے قیمتاً خرید لوں، حکیم کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے تحفہ لینے سے انکار کر دیا تو میں نے وہ جوڑا آپ ﷺ کو قیمتاً دیا۔

تشریح: مقام غور ہے کہ وہ آپ ﷺ کا محبت کرنے والا دیرینہ دوست تھا، لیکن توحید اور شرک ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے لہٰذا وہ دوستی برقرار نہ رہی۔

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ساتھ رشتہ کے بارے میں سختی سے منع فرمایا ہے:

[وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۲۲۱] [1]

ترجمہ: مشرکہ عورتوں سے شادی نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں اگرچہ تمہیں وہ پسند ہی کیوں نہ ہوں، مؤمنہ لونڈی اس کے مقابلے میں بہتر ہے۔ اور اپنی عورتوں کی شادیاں مشرک مردوں سے نہ کراؤ اگرچہ وہ تمہیں کتنے ہی پسند کیوں نہ ہوں، ایماندار موحد غلام ان سے بہتر ہے، یہ مشرک تو تمہیں جہنم کی طرف بلاتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی مغفرت اور جنت کی طرف بلا رہا ہے اور لوگوں کے لئے اپنی آیات بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

تشریح: اس آیت سے بالکل واضح ہو گیا کہ مشرک و موحد کا آپس میں کوئی میل جول نہیں بلکہ یہ میل جول بڑا خطرناک ہے اسی معنی میں دوسری آیت ہے کہ:

---

(1) سورۂ بقرہ:221۔

[اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③] [1]

یعنی زانی شخص صرف زانیہ یا مشرکہ عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔اور زانیہ عورت سے زانی یا مشرک مرد نکاح کرسکتا ہے اور یہ رشتہ مومنوں کے لئے حرام ہے۔

تشریح: اس آیت کے شان نزول سے مزید رہنمائی ہوتی ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال كان رجل يقال له مرثد يحمل الاسارى من مكه حتى يأتي بهم المدينة وكانت امرأة بمكة يقال لها عناق وكانت صديقة له وإنه وجد رجلا من أسارى مكة يحمله قال فجئت حتى انتهيت إلى خلل حائط من حوائط مكة في ليلة مقمرة فجاءت عناق فأبصرت سواد ظل تحت الحائط فلما انتهت إلى عرفتني فقال مرثد فقلت مرثد فقال مرحبا وأهلا هلم فبت عندنا الليلة قلت يا عناق حرم الله الزنا قالت يا أهل الخيام هذا الرجل يحمل أسارا كم قال فتبعني ثمانية وسلكت الخندمة فانتهيت إلى غار أو كهف قد خلت فجائوا حتى قاموا على رأسه فبالوا وظل بولهم على رأسي ونحاهم الله عني ثم رجعوا ورجعت إلى صاحبي فحملته حتى قدمت المدينة فأتيت رسول الله ﷺ فقلت يا رسول الله ﷺ انكح عناقا فامسك فلم يرد على شيئًا حتى نزلت اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③ فلا تنكحها [2]

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو العاص سے روایت ہے کہ مرثد نامی ایک شخص مکہ سے مسلمان

---

[1] سورۂ نور:3۔

[2] جامع ترمذی کتاب التفسیر، سورۃ النور ح:3177، سنن ابوداؤد کتاب النکاح، باب قولہ تعالیٰ: الزانی لا ینکح الا زانیۃ، ح:2051، مستدرک حاکم ج:2، ص:180، ح:2701، السنن الکبریٰ للبیہقی ج:7، ص:153، ح:13639، السنن الکبریٰ للنسائی ج:3، ص:269، ح:5338، وفی المجتبیٰ کتاب النکاح، باب تزویج الزانیۃ، ح:3230۔

قیدیوں کو اٹھا کر مدینہ لایا کرتا تھا اور مکہ میں عناق نامی ایک (زانیہ) عورت تھی جس کے مرثد کے ساتھ (اسلام سے پہلے) تعلقات تھے جب اس عورت کو معلوم ہوا کہ کوئی شخص مکہ سے قیدی اٹھا کر لیجاتا ہے تو وہ سمجھ گئی کہ وہ مرثد ہوگا چنانچہ وہ ان کے راستے میں کھڑی ہوگئی جب آئے تو اس نے آواز دیتے ہوئے خوش آمدید کہا اور مرثد سے کہا کہ آج رات ہمارے پاس گزارو انہوں نے کہا اے عناق اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام کر دیا ہے! تو اس نے چلا کر کہا اے خیمہ والوں یہ شخص تمہارا قیدی اٹھا کر لے جاتا ہے (مرثد کہتے ہیں) آٹھ آدمی میرے پیچھے لگے میں نے بھاگ کر ایک غار میں پناہ لی، وہ لوگ غار کے اوپر آگئے اور انہوں نے وہاں پیشاب بھی کیا جو میرے اوپر گرا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو مجھ سے دور کر دیا اور وہ چلے گئے میں نے غار سے نکل کر قیدی اٹھایا اور مدینہ چلا آیا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں عناق سے شادی کرلوں؟ کچھ دیر آپ ﷺ خاموش رہے پھر یہ آیت [اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً] نازل ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا تم اس سے شادی نہیں کر سکتے۔

تشریح: اس حدیث مبارک سے بڑی اہم باتیں معلوم ہوئیں۔

(1) مشرکین اور موحدین کا آپس میں رشتہ نہیں ہوسکتا۔

(2) مقام عبرت ہے کہ ایک طرف مرثد اور عناق کا زمانہ جاہلیت میں ناجائز تعلق بھی تھا عورت اسے چاہتے ہوئے راستے میں کھڑی ہے مرثد بھی اسے چاہتے ہیں اسی لئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے ساتھ نکاح کی اجازت طلب کی، دوسری طرف تنہائی بھی ہے اور رات کی تاریکی بھی اس حال میں عورت برائی کے لئے بلا بھی رہی ہے لیکن پھر بھی یہ کہتے ہوئے انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے زنا حرام کر دیا ہے۔ یہی ہے اصل توحید کہ بندے پر اللہ تعالیٰ کا خوف اتنا غالب ہے کہ چاہت اور جوانی (اور تمام اسباب کے ہوتے ہوئے) بھی برائی کرنے کی ہمت اور جرأت نہیں ہوتی۔

توحید اور شرک کا یہی اصل ہے کہ موحد ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے اور اسے

نافرمانی کی جراءت نہیں ہوتی۔

اور مشرک، پیروں، ولیوں اور اپنے معبودان باطلہ کے سہارے اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہوکر ہر گناہ اور نافرمانی کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔

(3) مرثد کو گرفتار کروانے کی بھی کوشش کی گئی جس کا معنی یہ ہے کہ ان پر لالچ کے ساتھ ساتھ دباؤ بھی ڈالا گیا لیکن ان پر اللہ تعالیٰ کے خوف کا یہ عالم تھا کہ تمام تکالیف برداشت کیں لیکن برائی پر کسی صورت آمادہ نہ ہوئے، جب بندے پر اللہ تعالیٰ کا خوف غالب ہوتا ہے تب اسکی یہ حالت ہوتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ۝ - وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ۝] [1]

یعنی صرف ایک اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرو۔

(4) مرثد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس عورت کے ساتھ نکاح کی اجازت طلب کی، لیکن جب انہوں نے قرآن مجید کی آیات سنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نکاح سے منع فرمایا تو وہ اپنی چاہت سے باز آگئے۔

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو اپنی پسند اور چاہت پر مقدم سمجھا۔

یہ سب توحید کی برکت تھی کہ انہوں نے عناق کے ساتھ اپنے پرانے تعلقات کو توڑ ڈالا کیونکہ وہ مشرکہ تھی جبکہ یہ موحد تھے۔

---

[1] سورۂ بقرہ:40-41۔

چھٹا باب
توحید کی خاطر جہاد و قتال
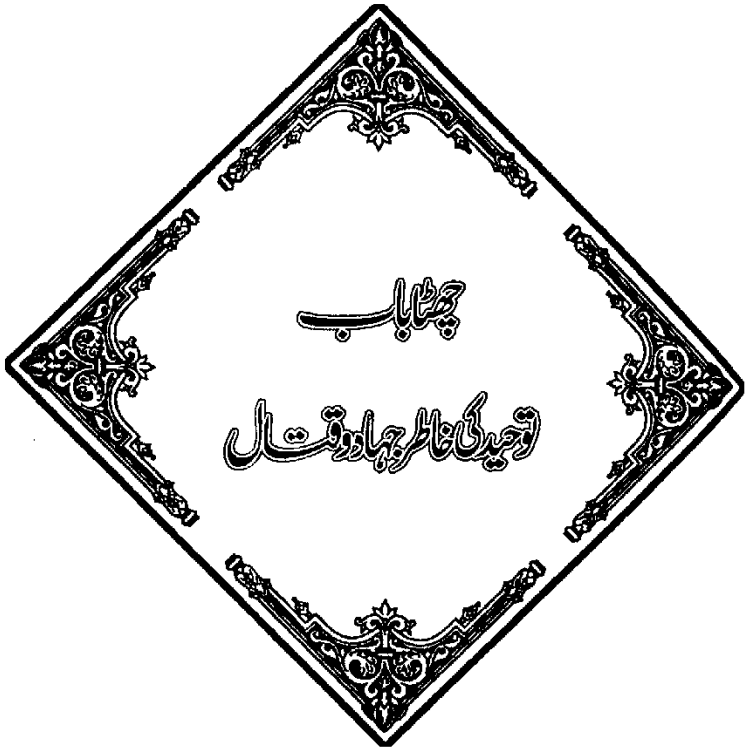
چھٹا باب

توحید کی خاطر جہاد وقتال

اس باب کی دو فصلیں ہیں۔

پہلی فصل: آیاتِ قرآنیہ کے ذکر میں

[وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾][1]

ترجمہ: اور مشرکوں سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک فتنہ باقی نہ رہے اور پورا قانون ایک اللہ کے لیئے چلنے لگے اور اگر وہ (فتنے سے) باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں یہ تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی خاطر جہاد وقتال کیا جائے یہاں تک کہ مشرکوں کا فتنہ اور غلبہ باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کے علاوہ کسی اور قانون کی بالادستی نہ رہے۔

[سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ][2]

ترجمہ: عنقریب ہم مشرکین کے دلوں میں خوف ورعب ڈال دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک بنالیا جن کے بارے میں اس نے کوئی حکم یا دلیل نازل نہیں کی۔

---

(۱) سورۃ انفال: 39۔

(۲) سورۃ آل عمران: 151۔

تشریح: اس آیت میں مسلمانوں کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ مشرکوں سے لڑتے ہوئے وہ اپنے دلوں سے خوف نکال دیں کیونکہ بہادری اور بزدلی، اللہ کے حکم سے ہوتی ہے وہ مشرکوں کو بزدل بنادے گا کیوں کہ انہوں نے معبودان باطلہ کو سہارا بنا رکھا ہے اور تمہارا سہارا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لہٰذا تمہاری کامیابی یقینی ہے، اس مضمون میں مشرکین سے جہاد پر بڑی ترغیب دلائی گئی ہے۔

[فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾] [1]

ترجمہ: جب وہ مہینے گزر جائیں جن میں لڑائی حرام کردی گئی تو پھر مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ انہیں پکڑو اور قتل کرو، اور ان کا گھیرا تنگ کرو، پھر اگر وہ شرک سے توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے معاہدے کیئے تھے لیکن سورۂ توبہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کردیا کہ آج کے بعد مشرکین سے کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ تمام معاہدے ختم کردیئے گئے، ان سے اللہ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہیں، اگر توبہ کرلیں تو انہیں فائدہ ہوگا ورنہ وہ اللہ تعالیٰ سے زور آور نہیں ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے، اگر وہ پہلے معاہدے کرچکے ہیں اور معاہدے توڑ دینے والی کوئی حرکت نہیں کی تو وہ معاہدہ مقررہ وقت تک بحال رہے گا اور جن سے کوئی معاہدہ نہیں ہے ان کے لئے چار مہینے بطور مہلت کے ہیں اس کے بعد ان سے کوئی معاہدہ اور اقرار نہیں ہے جب تک کہ وہ شرک سے توبہ نہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں، نمازوں کی پابندی کریں زکواۃ ادا کریں، ورنہ ان سے لڑائی کرنی ہے۔

[الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٨٢﴾] [2]

---

[1] سورۂ توبہ: 5۔

[2] سورۂ انعام: 82۔

ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ شرک کی ملاوٹ نہیں کی، انہی کے لئے امن ہے اور وہی سیدھی راہ پر ہیں۔

تشریح: ملت حنیفیہ کے رہبر ورہنما خلیل اللہ، ابراہیم علیہ السلام نے جب مشرکین سے بیزاری کا اعلان کیا تو قوم والے ان سے جھگڑنے لگے اور اپنے جھوٹے معبودوں سے ڈرانے لگے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم اس رب العالمین کے بارے میں مجھ سے لڑتے ہو جس نے مجھے ہدایت دی ہے، نہ اس کے سوا کسی کی بادشاہی ہے اور نہ ہی کسی کا حکم چلتا ہے۔ تم اس سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اس کے شریک بنا رکھے ہیں، اس کے علاوہ دوسروں کا خوف تمہارے دلوں میں ہے کہ جن کی نہ حکومت، اختیار اور نہ ہی انکی عبادت کے لئے کوئی دلیل، اب انصاف کرو کہ ہم اور تم میں سے امن وسلامتی کا حقدار کون ہے؟

اس بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے سمجھا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا، نہ کافر نہ مسلمان، حتیٰ کہ دہریئے بھی جو بظاہر اللہ کے انکاری ہیں لیکن درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے انکار سے عاجز ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے کہ:

حرم میں مسلم نے راگ گایا تیرا ہندو نے صنم میں جلوہ سمجھا تیرا
دہریہ نے کیا دہر سے تعبیر تجھے پر انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

مگر صرف اللہ تعالیٰ کو مان لینا ہی کافی نہیں ہے، جب تک کہ شرک سے پاک ہو کر غیر اللہ کا انکار نہ کیا جائے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے، انہیں لوگوں کے لئے ہر طرح کا امن وسلامتی ہے انکی جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری ہر مسلمان پر فرض ہے۔ دوسری صورت میں ان کے لئے نہ جان کی سلامتی ہے نہ مال کی اور نہ عزت کی۔

ثابت ہوا کہ مشرک جب تک اپنے شرک پر برقرار رہے تو اس سے لڑائی، جہاد اور مقابلہ جاری رہے گا۔

[وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ][1]

[1] سورۂ آل عمران:152۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا (اور وہ وقت آیا) کہ تم اس کے حکم سے ان (مشرکوں) کو قتل کر رہے ہو۔

تشریح: اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ مشرکین سے جہاد ہمیشہ سے جاری رہا ہے۔

[هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۳۳][1]

ترجمہ: وہی اللہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور حق والا دین دیکر مبعوث فرمایا تا کہ اس دین کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کر دے اگر چہ کافر کتنا ہی ناپسند کریں۔

تشریح: اس آیت سے ظاہر ہے کہ رسول ﷺ اور آپ کی جماعت کا پہلا منصب اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنا اور مشرکانہ ادیان، رسوم ورواج کو نیچا کرنا اور ختم کرنا ہے۔ اس بارے میں مشرکین کی پسند اور ناپسند کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔

[وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۶][2]

ترجمہ: اے مسلمانو! سارے مشرکوں سے لڑتے رہو جس طرح وہ سب تم سے لڑتے رہتے ہیں اور یقین جانو کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

تشریح: یعنی کسی بھی مشرک سے کسی تعلق کی بنیاد پر کوئی رعایت نہ کی جائے یہ تقویٰ کا تقاضہ ہے کہ اکیلے اللہ تعالیٰ سے ڈرا جائے اور اس کی شریعت کے بارے میں کسی اور کا خوف قطعاً نہ رکھا جائے۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ شرک کو مٹانے کیلئے جہاد بہت ضروری ہے اور رسول ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد یہی ہے، موحد کیلئے یقینی کامیابی اور مشرک کیلئے شکست ہے، کیونکہ موحد اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو قوت بخش کر انتہائی مضبوط کر دیتا ہے،

---

[1] سورۂ توبہ:33۔

[2] سورۂ توبہ:36۔

اور مشرک رب العالمین کو چھوڑ کر مخلوق کو اپنا سہارا سمجھتا ہے لہٰذا وہ بے ہمت اور بزدل ہوتا ہے اور وہ کسی موحد کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

دوسری فصل: احادیثِ نبویہ کے بیان میں:

[وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ فاذا فعلوا ذالك عصموا منی دماء ھم واموالھم الّا بحق الاسلام وحسابھم علی اللہ متفق علیہ الا ان مسلما لم یذکر الا بحق الاسلام][1]

ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑائی جاری رکھوں جب تک یہ گواہی نہ دیدیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود (داتا یا دستگیر) نہیں، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں زکواۃ ادا کریں پھر اگر وہ یہ دین اختیار کرتے ہوئے یہ اعمال بجالائیں تو انہوں نے مجھ سے (مسلمانوں کے حملوں سے) اپنے نفسوں اور جانوں کو بچالیا۔ (یعنی ان کا مال وعزت دوسروں کے لئے حرام ہیں) مگر اسلام کا حق (یعنی اسلام نے جو شرعی زکوٰۃ، صدقات، دیات، حقوق مقرر کیے ہیں وہ ان سے لیئے جائیں گے) اوران کا حساب (اگر وہ کوئی جرم کریں اور ظاہر نہ ہوسکیں تو) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

[عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یشھدوا ان لا الٰہ الا اللہ ویومنوا بی وبما جئت بہ فان فعلوا ذلك عصموا منی دماء ھم واموالھم الا بحقھا وحسابھم علی اللہ][2]

---

(1) مشکوٰۃ المصابیح ص:12، صحیح بخاری کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلاۃ ۔۔ الخ، ح:25، صحیح مسلم کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ ۔۔ الخ، 129، 22، صحیح ابن حبان ج:1 ص:453، ح:219۔

(2) صحیح مسلم مع النووی کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتیٰ یقولوا لا الٰہ الا اللہ ۔۔ الخ، 125، 21، ج:1 ص:37، سنن ابوداؤد کتاب الجہاد، باب علی ما یقاتل المشرکون، ح:2640، سنن ابن ماجہ، مقدمہ، 71، باب فی الایمان۔

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں جب تک کہ وہ گواہی نہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا الٰہ (معبود، مشکل کشا، حاجت روا) نہیں ہے، مجھ پر، اور جو احکامات میں لایا ہوں ان پر ایمان لے آئیں اور ان کی تصدیق کریں، اگر انہوں نے ایسا کیا تو مجھ سے اپنی جان و مال کو بچا لیا، علاوہ شرعی حق کے (مال لیا جائے گا اور سزا بھی دی جائے گی) اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

وعن ابی مالك عن ابیه قال سمعت رسول الله یقول من قال لا اله الا الله و كفر بمایعبد من دون الله حرم ماله ودمه وحسابه على الله وفى رواية من وحد الله[1]

ترجمہ: ابو مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جو شخص موحد بنا اور اس نے یہ اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اس نے اللہ کے علاوہ تمام (درگاہوں) جن کی پوجا کی جاتی ہے انکار کر دیا۔ تو اسکی جان و مال دوسروں کے لئے حرام ہے اور اسکا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

تشریح: یعنی ہر اس شخص سے لڑائی جاری رہے گی جو شرک کرتا ہے یعنی اللہ کے علاوہ دوسری درگاہوں کی پوجا کرتا ہے، اپنی جان و مال کا بچاؤ اور امن صرف اس آدمی کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس کے علاوہ تمام چیزوں کی عبادت کا انکار کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ شریعت کے مطابق زندگی بسر کرے۔

وعن عبد الله بن الحبشى ان النبى ﷺ سئل اى الاعمال افضل قال طول القيام قيل فاى الصدقة افضل قال جهد المقل قيل فاى الهجرة افضل قال من هجر ما حرم الله عليه قيل فاى الجهاد افضل قال من جاهد المشركين بماله

---

[1] صحیح مسلم مع النووی کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ۔ الخ، 130-30، 23، مسند احمد ج: 3ص: 472، ح: 15915، ج: 6ص: 394، ح: 27255، 27256، صحیح ابن حبان ج: 1ص: 395، ح: 171۔

ونفسه قيل فاى القتل اشرف قال من اهريق دمه وعقر جواده [1]

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا لمبا قیام کرنا، سوال کیا گیا کہ کونسا صدقہ بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مسکین آدمی کی محنت (یعنی وہ باوجود اپنی غربت کے صدقہ خیرات کرے) پھر سوال کیا گیا کہ کونسی ہجرت بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس بندے کی ہجرت بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے اجتناب کرے، سوال کیا گیا کونسا جہاد بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مشرکین سے اپنے مال و جان کے ذریعے جہاد کرے، سوال کیا گیا کہ کونسا قتل ہونا بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا خون اللہ کی راہ میں بہا دیا گیا اور اس کی سواری (اونٹ، گھوڑا وغیرہ) کو بھی زخمی کر دیا گیا۔

تشریح: اس حدیث سے واضح ہوا کہ درحقیقت اصل جہاد ہے ہی شرک مٹانے کے لئے۔

[عن انس عن النبی ﷺ قال جاهدوا المشركين بأموالكم وانفسكم والسنتكم] [2]

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: مشرکین سے اپنے مال، اپنی جان، اور اپنی زبانوں کے ذریعے جہاد کرتے رہو۔

تشریح: اس حدیث سے واضح ہوا کہ اگر تلوار کا جہاد نہ ہو تو مشرکین سے زبانی جہاد جاری رہے گا جس میں انہیں وعظ و نصیحت کرنا، شرک کی تردید کرنا، ان کے شبہات کا ازالہ کرنا،

---

[1] مشکوۃ المصابیح ص: 332، 333، سنن ابوداؤد ابواب الوتر، باب طول القیام، ح: 1449، مسند احمد ج: 3، ص: 411، ح: 15437، السنن الکبری للبیہقی ج: 4، ص: 180، ح: 7562، سنن نسائی کتاب الزکاۃ، باب جهد المقل، ح: 2526، سنن داری کتاب الصلاۃ باب ای الصلاۃ افضل، ح: 1424۔

[2] مشکوۃ المصابیح ص: 332، سنن ابوداؤد کتاب الجهاد، باب کراہیۃ ترک الغزو، ح: 2504، سنن نسائی کتاب الجہاد، باب وجوب الجهاد، ح: 3098، مسند احمد ج: 3، ص: 153، 251، ح: 12268، 13663، سنن داری کتاب الجهاد، باب فی جهاد المشرکین باللسان والید، ح: 2431، مستدرک حاکم ج: 2، ص: 92، ح: 2427، السنن الکبریٰ للنسائی ج: 3، ص: 6، ح: 4304۔

اعتراضات کا جواب دینا، اور دلائل کے ساتھ ان پر حجت قائم کرنا وغیرہ سب شامل ہیں اور مال کے ساتھ بھی مشرکین سے جہاد جاری رہے گا یعنی توحید کی نشر و اشاعت اور شرک کی تردید میں اپنا مال خرچ کرنا وغیرہ۔

[عن سليمان بن بريدة عن أبيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أمر أميرا على جيش أو سرية أوصاه في خاصته بتقوى الله ومن معه من المسلمين خيرا ثم قال اغزوا باسم الله في سبيل الله قاتلوا من كفر بالله اغزوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدا وإذا لقيت عدوك من المشركين فادعهم إلى ثلاث خصال أو خلال فأيتهن ما أجابوك فاقبل منهم و كف عنهم ثم ادعهم إلى الإسلام فإن أجابوك فاقبل منهم و كف عنهم ثم ادعهم إلى التحول من دارهم إلى دار المهاجرين وأخبرهم أنهم إن فعلوا ذلك فلهم ما للمهاجرين وعليهم ما على المهاجرين فإن أبوا أن يتحولوا منها فأخبرهم أنهم يكونون كأعراب المسلمين يجرى عليهم حكم الله الذى يجرى على المؤمنين ولا يكون لهم في الغنيمة والفيء شيء إلا أن يجاهدوا مع المسلمين فإن هم أبوا فسلهم الجزية فإن هم أجابوك فاقبل منهم و كف عنهم فإن هم أبوا فاستعن بالله وقاتلهم۔ الحديث][1]

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی لشکر کا امیر مقرر کرتے تو اسے تقویٰ اختیار کرنے اور مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک اختیار کرنے کی نصیحت

---

(1) مشکوۃ المصابیح ص: 341، صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر، باب تامیر الامام الامراء علی البعوث۔۔ الخ، ح: 4522، 1731، جامع ترمذی ابواب السیر، باب ماجاء فی وصیۃ النبی ﷺ فی القتال، ح: 1617، سنن ابوداؤد کتاب الجہاد، باب فی دعاء المشرکین، ح: 2612، سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد، باب وصیۃ الامام، ح: 2858، مسند احمد ج: 5، ص: 352، 358، ح: 23028، 23080، صحیح ابن حبان ج: 11، ص: 42، ح: 4739، سنن دارمی کتاب الجہاد، باب فی الدعوۃ الی الاسلام قبل القتال، ح: 2442، السنن الکبریٰ للبیہقی ج: 9، ص: 15، 49، 184، ح: 17542، 17728، 18411۔

فرماتے، اور حکم فرماتے کہ بسم اللہ (اللہ کے نام) کے ساتھ کفار سے لڑائی کا آغاز کرنا، اور غلول (مال غنیمت سے کوئی چیز چوری) نہ کرنا، کسی کے ساتھ دھوکہ نہ کرنا، اور نہ مثلہ کرنا (کسی کے ناک، کان، ہونٹ اور دوسرے اعضاء کاٹنا) نہ کسی بچے کو قتل کرنا۔ (امیر کو فرماتے تھے کہ) جب تمہارا مشرکین کے ساتھ آمنا سامنا ہو تو انہیں تین باتوں کی طرف دعوت دینا اگر ان میں سے ایک بھی تسلیم کرلیں تو ان سے لڑائی روک لینا، پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا اگر اسلام قبول کرلیں تو انہیں ہجرت کی دعوت دینا کہ وہ اپنے گھروں (یعنی مشرکین) کو چھوڑ کر مسلمانوں کے علاقے دارِ ہجرت کی طرف چلے آئیں اور (قبول کرنے کی صورت میں) انہیں بتانا کہ تمہارے حقوق وہی ہونگے جو تمام مہاجرین کے ہیں اگر (ہجرت کرنے سے) انکار کریں اور جہاد بھی نہ کریں تو ان کے حقوق وہی ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں۔ لیکن اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان پر جزیہ مقرر کرنا اگر قبول کرلیں تو انہیں چھوڑ دینا ورنہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ ان سے لڑائی کرنا۔

تشریح: اس حدیث سے ایک طرف تو اسلام کی یہ خوبی معلوم ہوئی کہ وہ لڑائی سے پہلے مخالفین کو بھی رجوع کا موقع فراہم کرتا ہے کہ تم (شرک وکفر) سے باز آجاؤ، اور دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرک کے لئے صرف دو ہی صورتیں ہیں یا تو شرک سے توبہ کرتے ہوئے موحد بن کر مسلمانوں میں شامل ہو جائے یا موحدین کا زیردست بن کر زندگی گزارے، یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس مشرک کی کوئی عزت نہیں ہے۔

ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے کہ اللہ کی زمین پر توحید کو قائم کیا جائے اور تمام شرکیہ اڈے ختم کر دیئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے انہیں جان و مال وقف کر دینی چاہیئے اور دن رات کی تمام کوششیں یہی ہونی چاہئیں کہ حسب استطاعت اللہ کی مخلوق کو پیغام توحید پہنچایا جائے اور شرک کی برائی سے خبردار کیا جائے، اس سلسلے میں دل وجان سے کوشش کرنا موحدین کے لئے ضروری ہے ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو زبان وقلم سے شرک کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں اور توحید کی نشر واشاعت کے لئے ان کی تحریر اور تقریریں جاری رہتی ہیں

اور دوسرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے، وہ توحید کی تبلیغ کے لئے برضا و رغبت اور کشادہ دلی سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کے اس ایثار و قربانی کا نتیجہ ہے کہ توحید کی آواز دور دور تک پہنچتی رہتی ہے اور ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے تلوار اٹھانے اور لڑائی کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے وہ توحید کی خاطر مشرکین سے جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں، کیونکہ وہ جان و مال کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہیں اسی لئے جان و مال کی قربانی کرنے کو سعادت تصور کرتے ہیں۔

[يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ][1]

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دین کو قائم کرنے کے لئے وہ دشمن سے لڑتے ہیں اسی مقصد کے لئے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی (اللہ کے دین کے لئے) قربان ہو جاتے ہیں۔

یہ تمام جہاد کی قسمیں ہیں لیکن آج کل بہت سارے علماء اور مولوی پوری طرح توحید و شرک کی وضاحت نہیں کرتے، حالانکہ اور بہت ساری اچھی باتیں بھی کرتے ہیں لیکن جو اصل چیز (توحید) ہے اس میں تساہل اور تغافل سے کام لیتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں اس امت کو بڑی تاکید فرمائی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے!

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ ۔[2]

یعنی تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیئے میدان میں لایا گیا ہے کہ تم نیکیوں کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو اور اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو۔

یعنی اس امت کو خیریت اور بھلائی میں خصوصیت اس لیے حاصل ہوئی کہ نیکی و بھلائی کی نشر و اشاعت اور برائی کی بیخ کنی کے لیئے کوشاں رہتے ہیں۔ نیکی و بھلائی میں اولین درجہ توحید کا ہے۔ لہٰذا اسکی دعوت اور نشر و اشاعت اس امت کے لیئے اور خصوصاً اہل علم کے لیئے پہلا فریضہ ہے اور برائیوں میں سب سے بڑی برائی شرک ہے لہٰذا سب سے پہلے اسے مٹانا ضروری ہے۔

---

[1] سورۃ توبہ:111۔

[2] سورۃ آل عمران:110۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

ان الناس اذا رأوا منكرا فلم يغيروه يوشك ان يعمهم الله بعقابه [1]

یعنی جب لوگ کوئی برائی دیکھیں اور اسے مٹانے کی کوشش نہ کریں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب میں مبتلا کرے۔

لہٰذا دعوت اسلام اور تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینے والوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ حتی الامکان ہر برائی کو مٹانے کی کوشش کریں، خصوصاً شرک کے خلاف اپنی پوری جد و جہد صرف کر دیں۔

ذیل

اللہ تعالیٰ کی توحید میں یہ عقیدہ بھی شامل ہے کہ جس طرح وہ خود بے مثل ہے اسی طرح اس کی تمام صفات بھی بے مثل ہیں:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾ [2]

اس (اللہ) کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی صفت ہے۔

لہٰذا یہ بے مثل ہے اور قرآن مجید غیر مخلوق اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یہی عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور آج تک اہل (اہل حدیث) کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

جیسا کہ کتاب العلو للعلی الغفار للذہبی میں امام عمرو بن دینار رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

أدركت الناس منذ سبعين سنة أصحاب رسول الله ﷺ فمن دونهم يقولون الله خالق وما سواه مخلوق إلا القرآن فإنه كلام الله منه خرج واليه يعود۔ [3]

---

(1) مشکوٰۃ المصابیح ص:436، جامع ترمذی ابواب الفتن، باب فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر، ح:2168، 3057، سنن ابی داؤد کتاب الملاحم، باب الامر والنہی، ح:4338، سنن ابن ماجہ کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ح:4005، مسند احمد ج:1 ص:702، صحیح ابن حبان ج:1 ص:540، ح:305، طبرانی اوسط ج:3 ص:70، ح:2511۔

(2) سورۂ شوریٰ:11۔

(3) العلو للعلی الغفار از امام ذہبی ص:115۔

یعنی میں ستر سال کے عرصے سے صحابہ کرام اور تابعین سے ملتا رہا ہوں ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے باقی سب اس کی مخلوق ہے مگر قرآن (مخلوق نہیں ہے بلکہ) اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اسی سے صادر ہوا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ روایت ثابت ہے اور ہمارے پاس تواتر سے پہنچی ہے۔

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الاعتقاد ص 39 اور امام عثمان بن سعید الدارمی رحمہ اللہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ ص 101-100 میں اس کے بارے میں اجماع نقل کیا ہے۔

خود قرآن مجید میں دو مقام یعنی (سورۃ التوبۃ ع 1 پ 10 آیت 6، اور سورۃ الفتح ع 2 پ 26 آیت 15) میں قرآن کریم کو کلام اللہ کہا گیا ہے۔

اسی طرح بے شمار احادیث میں بھی کلام اللہ کہا گیا ہے۔

سب سے پہلے قرآن مجید کو مخلوق کہنے کی بدعت ایک کافر ولید بن مغیرہ مخدومی نے ایجاد کی، جس کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں:

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ [1]

(اس نے کہا کہ یہ تو محض ایک جادو ہے جو پہلے جادوگروں سے چلا آرہا ہے یہ قرآن تو صرف ایک بندے کا کلام ہے، تو ایسے شخص کو میں عنقریب جہنم میں ڈال دونگا)۔

پھر جس طرح یہ جہنمی بن گیا اسی طرح جو شخص قرآن کو انسانی کلام یا مخلوق قرار دے گا وہ بھی اسی طرح جہنمی بن جائے گا، صحابہ کرام و تابعین کے ادوار کے بعد اہل بدعت نے اس غلط عقیدے کی تشہیر کی کوشش کی تو ائمہ اہل حدیث (اہل سنت) نے ان کا خوب مقابلہ کیا خصوصاً امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا اس مسئلے میں جہاد، بالآخر جیل جانا اور کوڑوں کی سزا برداشت کرنا، اسی طرح کئی محدثین کا امتحان و آزمائش میں مبتلا ہونا مشہور ہے، آخر کار اللہ تعالیٰ نے حق کا بول بالا کر دیا۔

---

[1] سورۃ مدثر: 24-26۔

اسی طرح بشر بن غیاث مریسی (جو کہ امام ابو یوسف کا شاگرد تھا) نے اس فتنۂ خلق قرآن کو زور وشور سے اٹھایا اور خلیفہ مامون الرشید کو ورغلا کر اپنا گرویدہ بنا لیا اس دور میں کئی علماء کو قتل کیا گیا، بعض ہجرت کر کے چلے گئے اور کتنے ہی خوف کے مارے اپنے گھروں تک محدود ہو گئے حتی کے نماز جمعہ کے لئے بھی نہ نکلتے تھے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے امام عبدالعزیز بن یحییٰ الکنانی کو توفیق عطا فرمائی وہ ہمت باندھ کر اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرتے ہوئے خلیفہ مامون کے دربار میں بشر مریسی سے مسئلہ خلق قرآن پر مناظرہ کے لئے میدان میں اتر آئے اور اسے شکست فاش سے دو چار کر کے حق کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ نے باطل کو نابود کر دیا اور خلیفہ کو مسئلہ سمجھ آ گیا اور اس طرح اہل حق دوبارہ میدان میں اتر آئے اور ان کے لئے دعوت دین کی راہ ہموار ہوئی۔ امام عبدالعزیز رحمہ اللہ کا یہ مجاہدانہ کارنامہ ہم نے اپنی کتاب بدیع التفاسیر کے مقدمہ کے باب 9 میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

ساتواں باب
اقسام توحید

ساتواں باب

اقسامِ توحید

توحید کی خاص پانچ قسمیں ہیں۔

۱۔ توحید ذات، ۲۔ توحید صفات، ۳۔ توحید الوہیت، ۴۔ توحید ربوبیت،

۵۔ توحید تقدیر۔

ہر ایک کی تفصیل علیحدہ فصل کی صورت میں تحریر کی جاتی ہے۔

پہلی فصل۔ توحید ذات

اللہ تعالیٰ کا وجود تمام وجودوں سے بے مثل اور جداگانہ ہے اس فرق کو واضح کرنے کیلئے سورہ اخلاص انتہائی مختصر مگر بڑی جامع ہے۔

ارشاد ہے کہ!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴ [1]

اللہ مہربان اور رحم والے کے نام سے شروع۔ آپ کہہ دیں (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ ایک اور یکتا ہے، اللہ بے احتیاج اور بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی کوئی اسکے برابر و ہمسر ہے۔

اس سورہ مبارکہ کے شان نزول کے بارے میں احادیث اس طرح وارد ہیں!

أخرج أحمد والبخاری فی تاریخه والترمذی وابن جریر وابن خزیمة وابن أبی حاتم فی السنة والبغوی فی معجمه وابن المنذر فی العظمة والحاکم وصححه

---

(۱) سورۃ اخلاص: 1-4۔

والبیهقی فی الأسماء والصفات عن أبی بن کعب رضی الله عنه أن المشرکین قالوا للنبی صلی الله علیه وسلم: یا محمد أنسب لنا ربك. فأنزل الله { قل هو الله أحد الله الصمد لم یلد ولم یولد } لأنه لیس یولد شیء إلا سیموت، ولیس شیء یموت إلا سیورث، وإن الله لا یموت ولا یورث { ولم یکن له کفواً أحد } لیس له شبیه ولا عدل ولیس کمثله شیء۔[1]

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے رسول ﷺ سے کہا کہ جس رب کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس کا نسب نامہ یا شجرہ بیان کرو تب یہ سورہ نازل ہوئی یعنی اے نبی ﷺ آپ ان کے جواب میں کہہ دیں کہ اللہ ایک ہے ہر چیز سے بے نیاز ہے (یعنی کسی کا محتاج نہیں ہے) نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے، اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے، آپ کہہ دیں کہ جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ لازماً مرتی بھی ہے اور اس کا کوئی نہ کوئی وارث بنتا ہے (اللہ تعالیٰ ان دونوں باتوں سے پاک ہے) جو نہ مرے گا، نہ ہی کوئی اُس کا وارث بن سکتا ہے نہ کوئی اس کا ہمسرو برابر ہے، نہ اسکے کوئی مشابہ و مثل ہے، کوئی چیز بھی اس جیسی نہیں ہے۔

تشریح: یہ حدیث امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے کتاب التوحید ص 41 میں ذکر فرمائی ہے جس سے اس سورہ مبارکہ کا معنیٰ اور تشریح معلوم ہوئی۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدت کے متعلق پانچ صفات ذکر ہوئی ہیں۔

۱۔ الاحد:

یعنی ایک اور یکتا ہے، اسی طرح دیگر آیات میں بھی وارد ہوا ہے۔

---

(1) درمنثور ج:6، ص:409-410، جامع ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الاخلاص، ح:3364، 3365، مسند احمد ج:5، ص:133، ح:21257، مستدرک حاکم ج:2، ص:589، ح:3987، شعب الایمان ج:1، ص: 113-114، ح:101، ج:2، ص:508، ح:2552، التاریخ الکبیر للبخاری ج:1 ص:245، ح:778، العظمۃ ج:1، ص:373، ح:88، معجم طبرانی اوسط ج:6، ص:25، ح:5687، السنۃ لابن ابی عاصم ج:1، ص:297، ح:663، التاریخ الصغیر للبخاری ج:2، ص:280، ح:2604۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴿۲۲﴾ [1]

تمہارا معبود ایک اللہ ہے لہٰذا جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے دل اسے ماننے سے انکاری ہیں اور وہ تکبر کرنے والے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ﴿۵۱﴾ [2]

اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ دو الٰہ مقرر نہ کرو، تمہارا معبود صرف ایک اللہ ہی ہے لہٰذا خاص اسی سے ڈرتے رہو۔

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ [3]

تم تین الٰہ نہ کہو ایسا کہنے سے باز آ جاؤ الٰہ تو صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

وغیرھا من الآیات

جس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات، شان، بادشاہت، اور قدرت میں ہر لحاظ سے ایک ہے صفت وحدت کی مزید تشریح باقی چاروں صفات سے بھی ہوتی ہے۔

۲۔ الصمد:

بے نیاز یعنی وہ ہر قسم کی رشتہ داری، ہمراہی، شراکت اور ساجھی ہونے کا محتاج نہیں ہے بلکہ سب اسی کے محتاج ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴿۱۵﴾ [4]

اے انسانو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور وہ بے پرواہ تعریف کیا ہوا ہے۔

---

۱ سورۂ نحل:22۔
۲ سورۂ نحل:51۔
۳ سورۂ نساء:171۔
۴ سورۂ فاطر:15۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ [1]

اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو۔

تمام فرشتے، نبی، ولی، اور دوسری تمام مخلوقات اسی کی محتاج ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب مدین پہنچے تو آپ نے ان الفاظ سے دعا کی:

رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ [2]

اے میرے رب تو جس بھلائی سے بھی مجھے نوازے میں اس (بھلائی) کا محتاج ہوں۔

میدانِ عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعا منقول ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

میں تیرا محتاج، فقیر، فریاد کرنے والا، تجھ سے کانپنے ڈرنے والا، اپنے گناہوں کا اقرار و اعتراف کرنے والا، اور مسکینوں کی طرح تیرے در کا سوالی ہوں۔ الیٰ آخرہ۔ یہ پوری دعا ہمارے رسالے حجۃ الوداع میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اسی طرح نہ کسی کے کفر سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان پہنچتا ہے اور نہ ہی کسی کے ایمان لانے سے اسکو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۸﴾ [3]

اگر تم اور تمام اہل زمین اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہوئے اس سے کفر کرلو تب بھی وہ بے پرواہ اور تعریف کیا ہوا ہے۔

بلکہ کفر سے نقصان اور ایمان کا فائدہ بندوں کے لیے ہے جبکہ وہ تو کسی کا محتاج نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ ہے بلاشبہ وہ وحدہ لاشریک لہ ہے اور رب کہلانے کا حقدار ہے۔

---

[1] سورۃ محمد:38۔
[2] سورۃ القصص:24۔
[3] سورۃ ابراہیم:8۔

۳۔ لم یلد:

اس نے کسی کو نہیں جنا۔

یہود و نصاریٰ اور دیگر مشرکین نے جب اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا اس انداز سے رد فرمایا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلٰهًا وَاحِدًا ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾ [1]

یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں یہ تو محض ان کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں ہیں، یہ گزشتہ کافروں کی نقل کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہو، کہاں بھٹکا دیے گئے ہیں انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں اور عیسیٰ بن مریم کو اللہ کے علاوہ "الٰہ" بنا دیا۔ حالانکہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے، جو اس کے ساتھ شریک بناتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔

اس آیت میں اس عقیدے کو جھوٹ و شرک قرار دیکر اس پر لعنت کی گئی دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿١٤٩﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰئِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شٰهِدُونَ ﴿١٥٠﴾ أَلَا إِنَّهُمْ مِنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ اللَّهُ ۙ وَإِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ﴿١٥٢﴾ [2]

---

[1] سورۃ توبہ: 30-31۔

[2] سورۃ صافات: 149-152۔

پھر (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان (مشرکوں) سے پوچھیں کہ کیا تیرے رب کیلئے بیٹیاں ہیں اور (خود) ان کے لئے بیٹے ہیں؟ یا اس نے فرشتوں کو عورتیں بنا کر تخلیق کیا ہے؟ کیا وہ اس وقت موجود اور گواہ تھے؟ خبردار ہو جاؤ کہ یہ باتیں وہ اپنے (خود ساختہ) جھوٹ سے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو جنا ہے اور یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔

تشریح: مشرکین مکہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ انہوں نے اپنی طرف سے یہ جھوٹا عقیدہ گھڑ لیا ہے، یہ لوگ اپنے لیے بیٹیاں پسند نہیں کرتے بلکہ ان سے نفرت کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف انہوں نے بیٹیوں کی نسبت کیوں کر رکھی ہے؟ فرشتوں کو عورتیں قرار دیتے ہیں جس کے لیئے ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ یہ ان کا صریح جھوٹ ہے۔

ثابت ہوا کہ اللہ رب العالمین اولاد سے پاک ہے۔

سُبۡحٰنَهٗۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهٗ وَلَدٌ‌ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ[1]

اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند اور برتر ہے کہ اسکی اولاد ہو، بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، اس کا وہی مالک ہے۔

بلکہ اولاد کا ہونا اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے کیونکہ ہر صاحب اولاد اپنی اولاد پر دوسروں سے بڑھ کر مہربان ہوتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ تو سب پر مہربان ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾[2]

(اللہ تعالیٰ تو عام رحمتیں فرمانے والا ہے) جس کے لیے اولاد کا ہونا یا جننا لائق ہی نہیں ہے۔

کیونکہ وہ احد اور ایک ہے بعض لوگ کسی پر غصہ کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ: ''فلاں شخص کوئی اللہ کا بیٹا ہے کیا'' یہ کلمہ کفر ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور صریح شرک ہے۔ جس سے بچنا ضروری ہے۔

---

[1] سورۂ نساء: 171۔

[2] سورۂ مریم: 92۔

۴۔ ولم یولد:

یعنی وہ کسی سے جنا نہیں گیا۔

یہ قاعدہ ہے کہ جننے والا (باپ یا ماں) جنے ہوئے (اولاد) سے پہلے ہوتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ تو سب سے پہلے ہے اسکے اسماء الحسنیٰ میں الاول (سب سے پہلے) بھی ہے۔ جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ لہٰذا اسکو کسی سے جنا ہوا یا پیدا شدہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ تو سب کا خالق ہے۔

نہ وہ کسی کی اصل (باپ) ہے، ورنہ ہی کسی کی فرع (اولاد) ہے۔ تمام اصول وفروع کا وہ پیدا کرنے والا ہے کیونکہ وہ اکیلا ویکتا ہے۔

۵۔ ولم یکن لہ کفوا احد:

یعنی وہ ہر رشتہ دار اور برادری سے پاک ہے۔ کوئی بھی اسکا رشتہ دار، برادری والا اور اس کے مثل نہیں ہے، کہ اسکی ہمسری کر سکے۔ نہ کوئی اسکے کارخانہ قدرت میں شریک ہے جو اسکے شراکت دار یا ساجھی بن سکے۔ اس کے قبضے وقدرت کے مقابلے میں کسی کا علم ومعلومات یا طاقت وغیرہ کچھ نہیں کہ کوئی ان کا مقابلہ کر سکے۔ وہ ہر لحاظ سے ایک ہے اور نہ ہی اسکا کوئی جزء یا حصہ ہے لہٰذا کسی مخلوق کو اس کا جزء حصہ اور اسکے نور میں سے تخلیق شدہ (نور من نور اللہ) کہنا صریح کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ۭ [1]

اور لوگوں نے اللہ کے بندوں میں سے اسکے جزء وحصے مقرر کیئے ہیں بلا شبہ انسان کھلم کھلا کفر کرنے والا ہے۔

اسی سلسلے میں ایک حدیث مبارک ملاحظہ ہو:

عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله كذبني ابن

---

[1] سورۂ زخرف: 15۔

آدم ولم یکن له ذلك وشتمنی ولم یکن له ذلك أما تکذیبه إیای أن یقول إنی لن أعیده کما بدأته وأما شتمه إیای أن یقول اتخذ الله ولدا وأنا الصمد الذی لم ألد ولم أولد ولم یکن لی کفؤا أحد. فی روایة ابن عباس وأما شتمه إیای فقوله لی ولد فسبحانی أن أتخذ صاحبة أو ولدا۔ [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! کہ ابن آدم (انسان) مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اس کے لیے ایسا کہنا لائق ہی نہیں ہے اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ میرے بارے میں کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ نہیں کروں گا جس طرح کے پہلے میں نے اسے پیدا کیا تھا۔ اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ میرے بارے میں کہتا ہے کہ میری اولاد ہے حالانکہ میں ایک اور بے پرواہوں نہ میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ ہی میں کسی سے پیدا ہوا ہوں میرا کوئی ہمسر بھی نہیں ہے۔ اسی معنی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بھی ہے جس میں ہے کہ میں بیوی اور اولاد رکھنے سے پاک ہوں۔

یعنی وہ ہر جزء، شراکت، برادری، مثلیت اور ہمسری سے پاک ہے کیونکہ وہ ایک ہے۔

توحید کی اس قسم کو سمجھنے کے لیئے چند قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں،

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ [2]

جو کچھ زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے صرف (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تیرا رب عزت والا اور نعمتوں والا باقی رہے گا۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٨﴾ [3]

---

1. صحیح بخاری کتاب التفسیر، سورۃ الاخلاص، ح: 4974، 4975، 3193، 4482 صحیح ابن حبان ج: 3، ص: 128، ح: 848، سنن نسائی کتاب الجنائز، باب ارواح المؤمنین، ح: 2080۔
2. سورۂ رحمٰن: 26-27۔
3. سورۂ قصص: 88۔

اللہ کے علاوہ کسی دوسرے (خودساختہ) معبود کو نہ پکارو کیونکہ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اسکی ذات بابرکات کے علاوہ ہر دوسری چیز ہلاک ونیست ونابود ہونے والی ہے، اسی کا ہی حکم (چلتا) ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔

تشریح: ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر موجود کا وجود محدود، عارضی اور وقتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا وجود ابدی اور ہمیشہ کے لئے ہے جس کے لیئے کوئی فنا یا زوال نہیں ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ [1]

یعنی ہر ذی روح کو موت کا مزا چکھنا ہے۔

ثابت ہوا کہ کسی کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کے وجود جیسا نہیں ہے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ [2]

کس طرح تم اللہ تعالیٰ کا کفر کرتے ہو جبکہ تم تو مردہ (یعنی غیر موجود) تھے تو پھر اس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں مارے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ [3]

جبکہ انسان پر تو ایسا وقت بھی گزرا کہ وہ کوئی چیز بھی نہ تھا کہ جس کی کوئی حیثیت ہو، بلاشبہ ہم نے اسے جڑے ہوئے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔

قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝ [4]

---

[1] سورۂ آل عمران:185، سورۂ انبیاء:35 سورۂ عنکبوت:57۔

[2] سورۂ بقرہ:28۔

[3] سورۂ دھر:1-2۔

[4] سورۂ طٰہٰ:50۔

موسیٰ علیہ سلام نے کہا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر راہ دکھائی۔

تشریح: ان تینوں آیات سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کا وجود عطائی اور اللہ تعالیٰ کی دین ہے یعنی جسے چاہے، جب چاہے اور جس طرح چاہے وجود میں لائے، مگر اللہ تعالیٰ کا وجود ذاتی ہے جو محتاجی سے پاک ہے، باقی ہر چیز کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخلیق کا محتاج ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝[1]

وہ اللہ (سب سے) پہلا (سب سے) آخر اور ظاہر اور باطن ہے اور وہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

تشریح: آیت میں مذکور چاروں نام اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہیں اسم مبارک ''الاول'' کا معنی یہ ہے ''سب سے پہلے'' یعنی اس کی کوئی ابتداء اور شروعات نہیں ہے باقی تمام اشیاء اسکے بعد وجود میں آئی ہیں۔

امام ابو اسحاق الزجاج تفسیر الاسماء الحسنیٰ میں فرماتے ہیں۔

هو موضوع للتقدم والسبق ومعنى وصفنا الله تعالى بأنه اول هو متقدم للحوادث بأوقات لا نهاية لها فالاشياء كلها وجدت بعده وقد سبقها كلها وكان رسول الله ﷺ يقول فى دعائه أنت الأول فليس قبلك شيء۔[2]

لفظ اول میں پہل اور سبق کا معنی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا معنی یہ ہے کہ وہ ہر چیز سے پہلے ہے اس کی ابتداء کے لئے کوئی بھی حد نہیں ہے باقی تمام اشیاء و موجودات اس کے بعد وجود میں آئیں وہ خود سب سے پہلے ہے۔ اسی لیئے رسول اللہ ﷺ اپنی بعض ادعیہ میں فرماتے تھے۔

---

[1] سورۂ حدید: 3۔

[2] مشکوۃ المصابیح: 211، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم، ح: 6889، 2713، جامع ترمذی کتاب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا آوی الی فراشہ، باب منہ، ح: 3400، 3481، سنن ابوداؤد کتاب الادب، ابواب النوم، باب مایقول عند النوم، ح: 5051، سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء، باب دعاء النبی ﷺ، ح: 3831، مسند احمد ج: 2 ص: 381، 536، ح: 8947، 10937۔

"انت الاول فلیس قبلک شئ" یعنی اے اللہ تو سب سے پہلے ہے تجھ سے پہلے کوئی بھی چیز نہیں ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ بے مثل ہے کوئی چیز بھی اس جیسی نہیں ہے نہ وہ کسی چیز جیسا ہے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کوئی چیز نہیں تمام اشیاء حادث یعنی نئی وجود میں آنے والی ہیں جن کے آغاز کا کوئی نہ کوئی وقت ہے، جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تب کسی نہ کسی چیز کو پیدا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا وجود ازلی ہے۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝[1]

اللہ کے لیئے مثالیں بیان نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝[2]

یعنی کوئی بھی اس کے برابر نہیں ہے۔

دوسری ہر چیز کی کوئی نہ کوئی مثال بیان کی جاسکتی ہے، لہٰذا خالق اور مخلوق کے وجود میں فرق ظاہر ہے کہ دوسری ہر چیز کی صفت، صورت اور ہیئت بیان کی جاسکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ بے مثل ہے اس کی ذات بابرکات کے بارے میں کوئی نظیر بیان نہیں کی جاسکتی صرف اس کی قدرت کی نشانیوں پر ایمان لا کر اسی کی عبادت کرنی ہے۔

جیسا کہ صاحب اللواء الرابع سید رشد اللہ شاہ راشدی اشعار میں فرماتے ہیں کہ (ترجمہ):

بے مثل کا بیان نہیں ہوسکتا بیان
لیس کمثلہ لاشئ ہے بلند ہے اس کی شان
لا احصو راہ رسولی اس طرف بھی کر دھیان
لم یلد ولم یولد پر پختہ لا ایمان

---

(1) سورۂ نحل: 74۔

(2) سورۂ اخلاص: 4۔

وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ [1]

آسمان وزمین کی حفاظت اللہ تعالیٰ کو نہیں تھکاتی۔

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ کا وجود ہر علت و عارضہ لاحق ہونے سے پاک ہے، دوسرے ہر وجود کو کوئی نہ کوئی عارضہ یا بیماری لاحق ہوسکتی ہے مثلاً بیماری تھکاوٹ، لاچاری، وغیرہ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے وجود کے ساتھ کوئی بھی وجود شریک نہیں ہے۔

اس بارے میں احادیث لکھی جاتی ہیں

عن عمران بن حصين قال إني عند النبي صلى الله عليه وسلم إذ جاءه قوم من بني تميم فقال اقبلوا البشرى يا بني تميم قالوا بشرتنا فأعطنا فدخل ناس من أهل اليمن فقال اقبلوا البشرى يا أهل اليمن إذ لم يقبلها بنو تميم قالوا قبلنا جئناك لنتفقه في الدين ولنسألك عن أول هذا الأمر ما كان قال كان الله ولم يكن شيء قبله وكان عرشه على الماء ثم خلق السموات والأرض وكتب في الذكر كل شيء ثم أتاني رجل فقال يا عمران أدرك ناقتك فقد ذهبت فانطلقت أطلبها فإذا السراب ينقطع دونها وايم الله لوددت أنها قد ذهبت ولم أقم [2]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں موجود تھا کہ بنوتمیم قبیلہ سے کچھ لوگ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ خوشخبری قبول کرلو (یعنی ایمان وعمل صالح کے بدلے جنت کی خوشخبری ہے) انہوں نے کہ آپ نے ہمیں خوشخبری دی ہے تو اب ہمیں (کچھ مال وغیرہ) دیں (شاید انہوں نے کوئی دنیاوی نعمت سمجھی) پھر یمن کے بعض

---

(1) سورۃ بقرہ:255۔

(2) مشکوۃ المصابیح ص:505-506، صحیح بخاری کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ: وھو الذی یبدؤ الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیہ، ح:3190، 3191، 4365، 4386، 7418، مسند احمد ج:4، ص:431، جامع ترمذی ح: 3951، صحیح ابن حبان ج:14، ص:11، ح:6142، السنن الکبریٰ للبیہقی ج:9، ص:2، معجم طبرانی کبیر ج:18، ص: 204، ح:500۔

لوگ داخل ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم خوشخبری قبول کرلو۔ جو بنوتمیم والوں نے قبول نہ کی انہوں نے کہا ہم نے قبول کرلی کہ ہم تو آپ کے پاس دین کی تعلیم وسمجھ حاصل کرنے آئے ہیں۔

اور اس لیئے آئے ہیں کہ آپ سے پوچھیں کہ اس کائنات میں سب سے پہلے کون سی چیز تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ ہے جبکہ دوسری کوئی چیز نہ تھی اور اسکا عرش پانی کے اوپر تھا، پھر اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ دیا (عمران بن حصین کہتے ہیں) کہ مجھے کسی شخص نے آواز دی کہ اپنی اونٹنی تو قابو کرو (یعنی اس کی رسی کھل گئی ہے) پھر میں اونٹنی کی تلاش میں نکل پڑا اللہ کی قسم مجھے یہ بات پسند تھی کہ اونٹنی چلی جائے تو خیر ہے لیکن میں یہاں سے نہ اٹھوں۔

عن أبي زرين قال قلت يا رسول الله أين كان ربنا قبل أن يخلق خلقه قال كان في عماء ما تحته هواء وما فوقه هواء وخلق عرشه على الماء قال أحمد بن منيع قال يزيد بن هارون العماء أي ليس معه شيء۔[1]

سیدنا ابوزرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی چیز بھی نہ تھی اللہ تعالیٰ نے عرش کو پانی کے اوپر تخلیق فرمایا۔

تشریح: ''عماء'' کے معنی کے سلسلے میں علماء کے دو اقوال ہیں۔

(1) اس وقت کوئی چیز موجود نہ تھی جیسا کہ راوی یزید بن ھارون نے بیان کیا ہے۔

(2) یہ حقیقت انسانی عقل کے ادراک سے بالا ہے۔

دونوں حدیثوں کا ماحصل یہ ہے کہ ہر چیز کے وجود میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اسی نے ہر چیز کو وجود بخشا ہے۔

---

[1] مشکوۃ المصابیح ص:509، جامع ترمذی ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ ھود، ح:3109، سنن ابن ماجہ، المقدمہ، کتاب السنۃ، باب فیما انکرت الجھمیۃ، ح:182، مسند احمد ج:4، ص:11، 12، معجم طبرانی کبیر ج:19، ص:207، ح:468، صحیح ابن حبان ج:14، ص:9، ر:6141۔

وعن ابن عمر قال: كان من دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى، يقول: يا كائن قبل أن يكون شيء، والمكوّن لكل شيء، والكائن بعدما لا يكون شيء، أسألك بلحظة من لحظاتك الحافظات الوافرات الراجيات المنجيات۔ [1]

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادعیہ میں سے یہ دعا بھی تھی کہ: اے ہر چیز کے وجود سے پہلے موجود رہنے والے اور ہر چیز کے فنا ہونے کے بعد موجود رہنے والے میں تجھ سے تیری گھڑیوں میں سے ایک گھڑی کا سوال کرتا ہوں جس میں میرے لیئے پوری حفاظت ہو اور وہ گھڑی میرے لیئے امید و نجات کی گھڑی ہو۔

دوسری فصل: توحید صفات

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اسکی ذات بابرکات کی طرح بے مثل اور بلا چوں و چراں قابل قبول ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح ان میں بھی کوئی تاویل یا تشبیہ (کسی دوسری چیز کے ساتھ مشابہت ہونا) یا تعطیل (مطلقاً انکار کر دینا) کے بغیر ایمان اور یقین رکھنا ہے۔

قرآن مجید و احادیث مبارکہ میں مذکور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات برحق ہیں مثلاً علم، قدرت، کلام، اور دیگر ساری صفات کامل اور بے مثل ہیں ذیل میں ان کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔علم (جاننا):

اس کے بارے میں آیات پیش کی جاتی ہیں:

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿٩﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿١٠﴾ [2]

ظاہر و پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا، بڑا بزرگ و برتر ہے، تم میں سے جو شخص آہستہ سے بات

---

[1] درمنثور ج:6، ص:171، الاسماء والصفات للبیہقی، باب ذکر الاسماء التی تتبع اثبات الباری جل ثناؤہ۔۔ الخ، ج:1، ص:24، ح:17۔

[2] سورۂ رعد:9-10۔

کرے یا جہراً اور جو رات کو چھپ جائے اور دن کو ظاہر ہو یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ [1]

لیکن جو کتاب اللہ نے تمہاری طرف نازل کی ہے اس کے بارے میں وہ خود گواہی دیتا ہے کہ اس نے اس کتاب کو اپنے علم سے اتارا ہے۔

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿١٩﴾ [2]

نظر خیانت اور جو چیز سینوں میں پوشیدہ ہے اسے بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾ [3]

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں وزمینوں میں ہے اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے؟ بلاشبہ (یہ بات تو) کتاب (لوح محفوظ) میں درج شدہ ہے اور بے شک (یہ کام تو) اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہے۔

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾ [4]

اور جو کچھ دریا اور خشکی میں ہے اسے بھی (وہ اللہ) جانتا ہے اور نہ ہی درخت سے کوئی پتہ گرتا ہے اور نہ زمین کے اندھیروں میں کوئی دانا، تر یا خشک چیز ہے مگر وہ سب کچھ کتاب مبین میں (لکھا ہوا) ہے۔

مذکورہ آیات مبارکہ کے علاوہ بھی کئی ایسی آیات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع اور بے مثل ہے اور کوئی بھی بڑی یا چھوٹی چیز اس پر مخفی نہیں ہے۔

صحیح بخاری میں سیدنا موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ سفر میں ہے:

---

[1] سورۂ نساء: 166۔

[2] سورۂ مؤمن: 19۔

[3] سورۂ حج: 70۔

[4] سورۂ انعام: 59۔

فجاء عصفور فوقع على حرف السفينة فنقر نقرة أو نقرتين في البحر فقال الخضر يا موسى ما نقص علمي وعلمك من علم الله إلا كنقرة هذا العصفور في البحر.[1]

پھر ایک چڑیا نے کشتی کے ایک کنارے بیٹھ کر دریا میں ایک یا دو بار اپنی چونچ ڈالی تو خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام) تمہارا اور میرا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے اسی قدر کم کرتا ہے (یعنی جیسے دریا کے پانی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علم میں کمی نہیں ہوتی) اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیئے صفت علم ثابت ہوئی اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع ہے اس کے علم کے مقابلے میں پوری کائنات کا علم کوئی چیز نہیں ہے، وہ جسے چاہے جتنا چاہے علم عطاء کرے اور اس کے علم کو نافع بنادے۔

۲۔قدرت:

اس بارے میں قرآن مجید کی آیات پیش کی جاتی ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾[2]

یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت و کنٹرول رکھنے والا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۱﴾[3]

اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا وَّیُذِیْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ

(۱) صحیح بخاری کتاب الاحادیث الانبیاء، باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیہ السلام، ج:1، ص:23، ح:122، 3401، 4727، صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر، ح:6163، 2380، جامع ترمذی کتاب التفسیر، سورۃ الکہف ح:3149، السنن الکبریٰ للنسائی ج:6، ص:390، ح:11308، ج:5، ص:117، ح:21152۔

(۲) سورۂ بقرہ:20، 109، 148۔

(۳) سورۂ فتح:21۔

الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَفْقَهُوْنَ۝[1]

(اے پیغمبران سے) کہہ دو اللہ تعالیٰ تم پر تمہارے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے تمہیں ایک دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ہم کس طرح (مختلف طریقوں سے) دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں (سورۃ الممتحنۃ ع2پ28آیت:7) میں ہے۔وَاللّٰهُ قَدِیْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝-یعنی اللہ تعالیٰ بہت زیادہ قدرت والا اور معاف کرنے والا ہے اور (سورۃ الشوریٰ ع5پ25 آیت:50) ہے۔اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ۝ -یعنی وہ بڑی قدرت اور علم والا ہے۔

ان آیات اور اس قسم کی دیگر آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کوئی بھی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے جیسے کہ ارشاد فرمایا:

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۝[2]

یعنی اس کا حکم اس کے سوا کچھ نہیں کہ جب وہ کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے تو صرف اسے کہہ دیتا ہے کہ ''ہوجا'' تو وہ چیز ہوجاتی ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استخارہ کے متعلق جو دعا سکھائی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

فإنك تقدر ولا اقدر۔[3]

یعنی بے شک تو قدرت رکھتا ہے اور میں کوئی قدرت نہیں رکھتا۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہیں اکرم الاولین والآخرین وامام الانبیاء والمرسلین ہونے کا شرف حاصل ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی و بے بسی کا اظہار فرمائیں تو اور کون ہے

---

(۱) سورۃ انعام:65۔

(۲) سورۃ یٰس:82۔

(۳) صحیح بخاری کتاب التہجد، باب ماجاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ، ح:1162، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الاستخارۃ، ح: 6382، جامع ترمذی کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الاستخارۃ، ح: 480، سنن ابو داؤد کتاب الصلاۃ، باب الاستخارۃ، ح: 1538، سنن نسائی کتاب النکاح، باب کیف الاستخارۃ، ح:3255، سنن ابن ماجہ ح:1383، مسند احمد ج:3،ص:344۔

جسے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی دخل ہو؟ بلکہ اس حدیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کو اللہ کی قدرت کاملہ کے اقرار کے ساتھ اپنی بے بسی اور عاجزی کا اعتراف کرتے رہنا چاہیے۔

امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات ص 162 (طبع بیروت) میں ایک حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر بیٹی کو یہ دعا سکھلائی:

سبحان الله وبحمده لا قوة إلا بالله ما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن اعلم أن الله على كل شيء قدير وأن الله قد احاط بكل شئ علما۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے اسی کے لیئے حمد ہے اور اس کے علاوہ کسی کو قدرت حاصل نہیں ہے جو اللہ چاہے وہی ہوگا اور جو وہ نہ چاہے وہ نہیں ہوسکتا میں یہ بات بیقین سے جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ صبح کو یہ دعا پڑھنے والا شام تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا اور جس نے شام کو یہ دعا پڑھی تو صبح تک اسکی حفاظت کی جائے گی۔

اس کے علاوہ کئی احادیث ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ قدرت کا علم ہوتا ہے اور سب کے سب اسکی قدرت کے سامنے بے بس اور محتاج ہیں۔

اوست سلطان مسلم مروزا   نسبت کسی را طاقت چوں چرا

قرآن مجید میں ہے:

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ [1]

یعنی اللہ جو چاہے وہ کرسکتا ہے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اس کے علاوہ ہر کسی سے باز پرس ہوگی۔

۳۔ سمیع و بصیر (سننے اور دیکھنے والا):

قرآن مجید میں بار بار ذکر ہوا ہے کہ:

[1] سورۃ انبیاء:23۔

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ

اور (سورۃ النساء ع19 پ6 آیت) میں ہے:

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا اور اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

اللہ سننے والا، دیکھنے والا۔ اور جاننے والا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کوئی بھی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔

خفیف سے خفیف چیز بھی اس سے مخفی نہیں حتیٰ کہ اندھیری رات میں سیاہ پہاڑ پر کالی چیونٹی کی ہر حرکت کو وہ دیکھتا ہے اور باریک ترین آواز کو سن سکتا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مجرموں اور سرکشوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿٩﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿١٠﴾ [1]

اللہ ظاہر اور پوشیدہ کو (اکیلا) جاننے والا بڑا بزرگ و برتر ہے۔ تم سے کوئی شخص آہستہ کوئی بات کرے یا رات کے اندھیرے میں کوئی چھپ کر کام کرے یا دن کی روشنی میں ظاہر ہو کر کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ کے لیے سب کچھ برابر ہے۔

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾ [2]

اور آپ کسی حال میں ہوں اور منجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور جو کام بھی کرتے ہوں ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو۔ اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے

[1] سورۂ رعد: 9-10۔
[2] سورۂ یونس: 61۔

چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يخبر تعالى نبيه، صلوات الله عليه وسلامه أنه يعلم جميع أحواله وأحوال أمته، وجميع الخلائق فى كل ساعة أوان ولحظة. وأنه لا يعزب عن علمه وبصره مثقال ذرة فى حقارتها وصغرها فى السموات ولا فى الأرض، ولا أصغر منها ولا أكبر إلا فى كتاب مبين. كقوله: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾[1]، فأخبر تعالى أنه يعلم حركة الأشجار وغيرها من الجمادات و كذلك الدواب السارحة فى قوله: ﴿وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰۗىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝﴾[2]. وقال تعالى: ﴿وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾[3] وإذا كان هذا علمه بحركات هذه الأشياء، فكيف بعلمه بحركات المكلفين المأمورين بالعبادة. كما قال تعالى: ﴿عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝﴾[4]۔[5]

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ وہ (اللہ) ہر گھڑی اور ہر لمحے اسکی امت کے

---

(1) سورۂ انعام: 59۔

(2) سورۂ انعام: 38۔

(3) سورۂ ھود: 6۔

(4) سورۂ شعراء: 217-219۔

(5) تفسیر ابن کثیر ج: 2، ص: 422۔

جمیع احوال سے پوری طرح واقف ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں کوئی بھی چھوٹی بڑی چیز اس سے مخفی نہیں ہے، جیسا کہ (سورۃ الانعام) میں فرماتا ہے۔ غیب کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ وہ بر و بحر کی ہر چیز سے واقف ہے، کوئی درخت نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانا زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔ سورۃ انعام ہی میں حیوانات اور پرندوں کے متعلق اپنے علم کے بارے میں فرمایا:

''اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرندے ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں، ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی''۔ نیز (سورۃ الھود ع 1 پ 12 آیت 6) میں فرمایا: زمین میں ہر ذی روح کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، وہی ان کے اپنے رہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے''۔

پھر جب درختوں اور جانوروں کی حرکت وغیرہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے حالانکہ غیر مکلف ہیں تو پھر جو مکلف ہیں اور انہیں عبادت کا حکم بھی ہے ان کی ہر حالت اور نیک و بد اعمال، ظاہر اور پوشیدہ کاموں سے کیسے واقف نہ ہوگا؟ چنانچہ (سورۃ الشعراء ع 11 پ 19 آیت 217-18-19) میں خود فرماتا ہے: تم اس غالب و مہربان پر بھروسہ کرو جو تمہارے اٹھنے بیٹھنے تمہاری ہر حرکت و عبادات کو جانتا ہے۔

الحاصل: اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز سے وسیع اور اس کا احاطہ کرنے والا ہے اس کا علم ذاتی ہے اور سب کا علم عطائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کردہ اور محدود ہے، اس نے جسکو چاہا اسکو اتنا علم عطا کیا کسی کو کم اور کسی کو زیادہ! پھر اگر وہ چاہے تو کسی سے علم چھین لے اور وہ عالم سے جاہل بن جائے لیکن اللہ تعالیٰ صفت جہل سے پاک ہے، وہ ہمیشہ سے ہر چیز کا عالم ہے، للہذا اسکی یہ صفت بھی بے مثل ہے۔

ذیل

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اسکا کلام ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ [1]

ترجمہ: اگر مشرکین میں سے کوئی بھی آپ سے امان طلب کرے تو اسے امان دیدیں، یہاں تک وہ اللہ کا کلام سنے، پھر اسے امن کی جگہ پہنچادیں یہ اس لیئے کہ یہ ایسی قوم ہے جو علم نہیں رکھتی۔

لہذا اللہ تعالیٰ کا کلام اسکی صفت ہے اسے مخلوق نہیں کہا جا سکتا، صحابہ کرام سے لے کر آج تک اہل سنت کا یہی عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیر مخلوق ہے، چنانچہ عمرو بن دینار تابعی رحمہ اللہ کا قول باب 6 فصل 2 میں گذر چکا ہے۔

اسی موقف کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''خلق افعال العباد'' ص 7 تا 16 میں سلف صالحین کے اقوال نقل کیئے ہیں، جن میں تابعین، تبع تابعین اور بے شمار محدثین کے اقوال موجود ہیں، کئی احادیث میں بھی قرآن مجید کو کلام اللہ کہا گیا ہے، لہذا اسے مخلوق کہنا باجماع اہل سنت کفر ہے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل ہماری تفسیر، بیان بے نظیر (بدیع التفاسیر) کے مقدمہ باب 9 میں دیکھنی چاہئے۔

تیسری فصل: توحید الوہیت:

یعنی اللہ تعالیٰ اکیلا ''الٰہ'' (معبود) ہے اس کے ساتھ کوئی چھوٹا یا بڑا شریک نہیں ہے، لہذا کسی دوسرے ''الٰہ'' کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

اس سلسلے میں دلائل ذکر کیئے جاتے ہیں:

---

(1) سورۃ توبہ: 6۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ [1]

یعنی البتہ تحقیق کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک ہے حالانکہ اکیلے اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اگر اس سے باز نہ آئے تو ضرور ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب ہوگا۔

تشریح: عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ تین ''الہٰ'' مانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس عقیدے کو کفر قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ''الہٰ'' فقط ایک ہے:

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾ [2]

یعنی تمہارا ''الہٰ'' صرف ایک ہے جس کے علاوہ کوئی ''الہٰ'' نہیں ہے وہی بڑا مہربان اور رحم والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ''الہٰ'' نہیں ہے، مشرکین اللہ کے علاوہ دوسرے بزرگوں کو بھی ''الہٰ'' تسلیم کرتے تھے، ان کی تصویریں اور مورتیاں بنا کر انہیں پوجتے تھے، یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ یہ چھوٹے چھوٹے ''الہٰ'' ہمارے اور بڑے ''الہٰ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہیں،

اللہ تعالیٰ نے اس عقیدے کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١٨﴾ [3]

---

[1] سورۂ مائدہ:73۔
[2] سورۂ بقرہ:163۔
[3] سورۂ یونس:18۔

یعنی یہ لوگ اللہ کے علاوہ جن کی پوجا کرتے ہیں وہ انہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ کوئی نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی خبر دیتے ہو جو وہ آسمانوں اور زمینوں میں نہیں جانتا، وہ پاک ہے اور جس چیز کو شریک بناتے ہو وہ اس سے بلند ہے۔

تشریح: اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی اپنے اور بندوں کے درمیان وسیلے کی حیثیت نہیں دی ہے۔ اس عقیدۂ توسل کو یعنی کسی کا واسطہ دیکر اللہ سے دعا کرنے کو اس آیت میں شرک قرار دیا ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں اس کا حکم یا تذکرہ ملتا ہے۔

قرآن مجید میں فرشتے، انبیاء اور صالحین کی دعائیں مذکور ہیں لیکن کسی میں بھی کسی کے واسطے یا وسیلے سے دعا کرنے کا ذکر تک موجود نہیں ہے۔ سب نے بغیر کسی واسطہ کے اللہ کو پکارا۔

اسی طرح کتب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار دعائیں موجود ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھیں یا امت کو سکھائی ہیں لیکن کسی میں بھی یہ طریقہ مذکور نہیں ہے کہ کسی، نبی، ولی یا بزرگ کے وسیلے سے دعا کی جائے لہٰذا یہ طریقہ مندرجہ بالا آیات کے تحت شرک کے ساتھ بدعت بھی کہلائے گا یہ طریقہ نہ سابقہ انبیاء سے ثابت ہے نہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كل بدعة ضلالة۔ [1]

یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

دراصل یہی عقیدۂ توسل تمام گناہوں کا اولین سبب ہے، آدمی پیروں اور ولیوں کے بھروسے پر ہر قسم کے گناہ اور حرام اعمال کرتا رہتا ہے وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ میں بزرگوں کے وسیلے سے بخش دیا جاؤں گا ورنہ جن کو یہ بھروسہ نہ ہو وہ گناہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ مشرکینِ مکہ اللہ تعالیٰ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص:27۔

کو مالک، رازق، اور ہر اختیار رکھنے والا تصور کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ عقیدہ ذکر فرمایا ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ [1]

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ [2]

ترجمہ: اگر آپ ان کافروں سے پوچھیں گے کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر کہاں بہکا دیئے گئے ہیں۔ اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمان سے پانی کس نے نازل کیا اور اس کے ذریعے سے مردہ (بنجر) زمین کو کس نے زندہ (آباد) کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ اے پیغمبر آپ کہہ دیں کہ تمام قسم کی تعریف کے لائق اللہ ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣١﴾

(ان کافروں سے) کہیں کہ تمہیں آسمان اور زمین سے کون رزق عطا کرتا ہے؟ کانوں اور آنکھوں کا کوئی دوسرا مالک ہے کیا؟ اور کون زندہ سے مردہ کو اور مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے؟ اور معاملات کی تدبیریں کون کرتا ہے؟ تو فوراً کہیں گے کہ ایک اللہ۔ پھر کہہ دیں کہ تم کیوں نہیں ڈرتے؟

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾ [3]

1۔ سورۂ عنکبوت: 61۔
2۔ سورۂ عنکبوت: 63۔
3۔ سورۂ مومنون: 88-89۔

ترجمہ: آپ (کافروں سے) کہیں کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے؟ وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے عذاب سے کسی کو پناہ نہیں دی جا سکتی۔ اگر جانتے ہو تو (بتاؤ) جلد ہی کہیں گے کہ یہ (سب کچھ) اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

ناظرین: ان آیات سے کفار کا عقیدہ معلوم ہوا کہ ہر چیز کا خالق و مالک اور سب کو رزق عطا کرنے والا، ہر نفع اور نقصان کا مالک صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے، وہی سب کو پناہ دینے والا ہے، دوسرے کسی کو بھی ایسا اختیار حاصل نہیں ہے، اس کے باوجود انہیں مشرک قرار دیا گیا! صرف اس لیئے کہ وہ اپنے باطل معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے لیئے وسیلہ مانتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کی معرفت ہم اللہ تعالیٰ کے پاس رسائی حاصل کرلیں گے۔ ہماری دعائیں قبول ہونگی، مشکلات آسان ہونگیں، ہم اللہ کے پاس انہی بزرگوں کے طفیل مقام و مرتبہ حاصل کریں گے۔ ان کے اس عقیدہ کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ بیان فرمایا ہے:

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴿٣﴾ [1]

خبردار اللہ تعالیٰ ہی کے لیئے خالص دین و عبادت ہے اور جو لوگ اس کے سوا دوسرے ولیوں کو اختیار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کو ہم (اسلیئے نہیں کہ وہ ہماری حاجت روائی کرتے ہیں بلکہ) صرف اس لیئے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں مقام و مرتبہ میں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ جس بارے میں یہ لوگ جھگڑتے ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جھوٹے اور کافر کو ہدایت نہیں دیتا۔

تشریح: یعنی کھلا اقرار کر رہے ہیں کہ ہم جن ولیوں، بزرگوں یا ان کی تصویروں اور مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں یا ان کے نام پر نذر و نیاز کرتے ہیں وہ اسلیئے نہیں کہ یہ ہمارے کام کرتے ہیں، مشکل کشائی یا حاجت روائی کرتے ہیں بلکہ یہ تو صرف اللہ کے پاس ہمارے سفارشی

[1] سورۂ زمر: 3۔

ہیں ان کی سفارش سے ہماری حاجت روائی ہوگی۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر ج 23 ص 191 میں قتادہ تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ "الدین الخالص سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ یعنی توحید کی گواہی مراد ہے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ:

قالوا ما نعبدھم الا لیقربونا الا لیشفعوا لنا عند اللہ۔[1]

کہتے ہیں کہ ہم ان کی پوجا صرف اس لیئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کریں۔

ثابت ہوا کہ وہ ان کو اپنے لیئے وسیلہ تصور کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ سے چند ضروری باتیں معلوم ہوئیں۔

الف: عقیدہ توسل کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں ہے بلکہ یہ مشرکین کا عقیدہ ہے۔

ب: ایسے فاسد عقیدہ والے شخص کو اللہ تعالیٰ نے کافر کہا ہے۔

ج: یہ عقیدہ جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے جھوٹ قرار دیا ہے۔

د: بلکہ یہ مسئلہ مسلمان اور کافروں کے درمیان اختلافی تھا کہ مسلمان اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور بغیر کسی وسیلے کے اسی سے دعائیں مانگتے تھے۔ اور کفار اللہ کے علاوہ دوسروں کو پوجتے تھے اور انہیں اپنے لیئے اللہ تعالیٰ کے پاس سفارشی سمجھتے تھے۔

ھ: لہٰذا جو دوسروں کے وسیلے سے دعائیں کرتے ہیں وہ ان مشرکین کے پیروکار ہیں۔

و: اس اختلاف کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو کہ صاحب عدل ہے لہٰذا مسلمانوں کے عقائد کے مطابق عقیدہ رکھنے والوں کو کامیابی وکامرانی نصیب ہوگی اور کافروں کے عقائد سے مماثلت رکھنے والوں کو ناکامی ونامرادی کا سامنا ہوگا۔

یہی عقیدۂ توسل دراصل شرکیہ بیماری ہے جس کا شکار ہوکر لوگ راہ راست سے دور ہوگئے ہیں کیونکہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہنمائی حاصل نہیں ہوتی۔

---

[1] الجامع البیان فی تاویل القرآن بن جریر الطبری ج:21، ص:251، تفسیر ابن کثیر ج:4، ص:46۔

چوتھی فصل: توحید ربوبیت:

رب العالمین (تمام جہانوں کا پروردگار) اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

قرآن میں بار باراس کا ذکر ہوا ہے جس کا مطلب ہے کہ اکیلا اللہ ہی سب کا پالنے والا ہے۔ انسان، حیوان، پرندوں، درندوں، وغیرہ کو وہی رزق عطا کرتا ہے اس بارے میں چند آیات لکھی جاتی ہیں:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ [1]

زمین میں کوئی بھی ذی روح چیز نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے وہ اس کے دائمی خواہ عارضی مکان کو جانتا ہے سب کچھ کتاب مبین میں لکھا ہوا ہے۔

تشریح: وہی اللہ تعالیٰ ہر کسی کے رزق کا متکفل و ذمہ دار ہے، ہر کسی کی جائے رہائش اسی کے علم میں ہے، کئی جانور جنگلات میں رہتے ہیں، کئی سمندروں اور دریاؤں کی تہہ میں، کئی جانوروں کی رہائش پہاڑوں، صحراؤں اور بیابانوں میں ہے، ان میں سے کئی ظاہر ہیں اور کتنے ہی پوشیدہ ہیں بعض رزق اور روزی حاصل کرنے کے قابل ہیں اور بعض اپنے لیے کھانے پینے کا بندوبست بھی نہیں کر سکتے بلکہ اس سے عاجز و بیکار ہیں، ان سب کو وہی رزق مہیا کرتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی صفتِ ربوبیت کا مالک ہے۔

[وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝] [2]

اور کتنے ہی جانور (اور ذی روح چیزیں) ہیں جو اپنے ساتھ رزق اٹھا کر نہیں پھرتے اللہ تعالیٰ ہی انہیں رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ ہر (کسی کی پکار) سننے والا اور (ہر کسی کی حاجت و

---

(1) سورۂ ھود: 6۔

(2) سورۂ عنکبوت: 60۔

ضرورت کو) جاننے والا ہے۔

تشریح: یعنی کس کو کتنی اور کس چیز کی ضرورت ہے اور کونسی غذا اس کے موافق ہے ان باتوں کو اللہ اچھی طرح جانتا ہے اور ان کی ضروریات پوری کرتا ہے اور اسباب مہیا کرتا ہے۔

بلاشبہ وہی جہانوں کا رب ہے کوئی اور نہیں۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ [1]

اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے انہیں کوئی بند کرنے والا نہیں ہے اور جس کے لیے وہ بند کر دے اسے کوئی کھولنے والا نہیں ہے اور وہی غالب وحکمت والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ [2]

اے انسانو! اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہوئی، کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے؟ آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دیتا ہو؟ اس (اللہ) کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے پھر تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟

تشریح: سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نعمت سے توبہ کا دروازہ، قتادہ تابعی رحمہ اللہ ہر قسم کی بھلائی جبکہ مفسر السدی بارش اور زمین کی پیداوار مراد لیتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دوسری روایت میں مروی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے خطاب کر کے کہہ دیا ہے کہ تیرے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ [3]

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ ہر کام، رزق، نفع ونقصان، وغیرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس میں کسی اور کو دخل نہیں ہے کیونکہ وہی رب العالمین ہے۔

---

[1] سورۃ فاطر:2۔

[2] سورۃ فاطر:3۔

[3] درمنثور ج:5،ص:244۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۫ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ [1]

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیئے رات کو بنایا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو تمہارے (ایک دوسرے کو) دیکھنے کیلئے (پیدا کیا) بے شک (لوگوں پر) اللہ فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ وہی اللہ، تمہارا رب ہے جو ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔ اسی طرح سیدھی راہ سے وہی لوگ بھلائے جاتے ہیں جو اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ، ہی ہے جس نے زمین کو تمہاری آرام کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بہت اچھی بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق عطا کیا، وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، پس جہانوں کا رب بڑا ہی بابرکت ہے وہ (ہمیشہ سے) زندہ ہے اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے لہٰذا تم اپنی عبادت کو اس کے لیئے

---

[1] سورۂ مؤمن: 61-68۔

خالص کرتے ہوئے اسے پکارو تمام تعریفات جہانوں کے رب، اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں اے پیغمبر ان سے کہیں کہ اللہ کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت سے منع کر دیا گیا ہے۔ جب کہ میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس واضح نشانیاں آ چکی ہیں اور مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں جہانوں کے رب کا فرمانبردار ہو کر زندگی بسر کروں، اللہ وہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر تمہیں بچہ بنا کر (ماں کے پیٹ سے) نکالا پھر تمہیں (چھوڑ دیتا ہے کہ) تم پوری قوت (جوانی) کو پہنچو، پھر (چھوڑ دیتا ہے) کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور کسی کو اس سے پہلے موت دی جاتی ہے اور پھر چھوڑ دیتا ہے کہ تم پوری مدت کو پہنچو، تا کہ تم سمجھ جاؤ کہ اللہ وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے! پھر اگر کسی چیز کا حکم کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ذکر ہوا ہے یہ صفات غیر اللہ میں سے کسی کے لیئے نہیں ہیں نہ فرشتوں کیلئے نہ کسی نبی یا ولی، زندہ یا مردہ کے لیئے بلکہ رب العالمین اپنی صفات میں "وحدہ لا شریک لہ" ہے، سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے لہٰذا اسے ہی رب و مالک سمجھا جائے اور تمام نفع نقصان اسی کی طرف سے تصور کیا جائے۔

خلاصہ: ان آیات کا مقصد یہ ہے کہ پیدا کرنا، رزق دینا، زمین و آسمان، رات و دن کی گردش، انسان کی درجہ بدرجہ پیدائش بچہ، جوان اور پھر بوڑھا ہو کر موت سے دوچار ہونا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور یہ اسی کی شان ہے، وہی ہمیشہ سے زندہ ہے، موت، ہلاکت، نقصان اور تمام عیوب سے پاک ہے، کسی چیز کو پیدا کرنے کے لیئے اسے صرف حکم دینے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ صرف "کن" (ہو جا) کہنے سے ہو جاتی ہے، یہی شان ہے رب العالمین کی۔

اب چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لو انکم تو کلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا

وتروح بطانا۔[1]

اگر تم اللہ تعالیٰ پر پوری طرح توکل و بھروسہ کرلو تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا کرے جیسے وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ وہ صبح کو خالی پیٹ (اپنے گھونسلوں سے) نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس لوٹتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے تعلیم ملتی ہے کہ رزق یا دیگر حاجات وضروریات کے سلسلہ میں دوسری درگاہوں اور دروازوں پر بھٹکنے کے بجائے اکیلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعائیں والتجائیں کی جائیں۔ دیکھو کہ پرندے اور جانور نہ کسی درگاہ کے بھکاری ومنگتے ہیں نہ کسی پیر کی منت مانتے ہیں اور نہ ہی کسی بزرگ کا وسیلہ لیتے ہیں بلکہ ایک اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا رزق عطا کر دیتا ہے جس سے وہ پیٹ بھر کر خوش ہو جاتے ہیں لہٰذا ہمیں بھی تمام غیر اللہ، بتوں، قبروں، درگاہوں، علموں، اور تابوتوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے اللہ کو پکارنا چاہئے اور کسی وسیلہ جیسی بدعت میں گرفتار نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اکیلے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اپنی معیشت وروزگار کی تلاش میں مصروف ہو جانا چاہئے اللہ تعالیٰ ضرور مقاصد پورا کریگا اور رزق عطا کریگا۔

وعن أبي هريرة - رضي الله عنه - أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قال: - خرج سليمان عليه السلام يستسقي, فرأى نملة مستلقية على ظهرها رافعة قوائمها إلى السماء تقول: اللهم إنا خلق من خلقك, ليس بنا غنى عن سقياك, فقال: ارجعوا لقد سقيتم بدعوة غيركم.[2]

---

[1] الجامع الصغیر ج:2، ص:128، جامع ترمذی کتاب الزہد، باب فی التوکل علی اللہ، ح:2344، سنن ابن ماجہ کتاب الزہد، باب التوکل والیقین، ح:4164، مسند احمد ج:1، ص:52، ح:370، صحیح ابن حبان ج:2، ص:509، ح:730، مستدرک حاکم ج:4، ص:354، ح:7894۔

[2] بلوغ المرام ص:103، مستدرک حاکم ج:1، ص:473، ح:1215، سنن دار قطنی ج:2، ص:66، کتاب الاستسقاء، کتاب الزہد لاحمد بن حنبل ج:1، ص:87۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلیمان علیہ السلام بارش طلب کرنے کے لیئے نکلے وہاں آپ نے ایک چیونٹی دیکھی جو پیٹ کے بل لیٹ کر اپنی ٹانگیں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے یہ دعا کر رہی تھی کہ اے اللہ ہم بھی تیری مخلوق اور تیرے پانی کے محتاج ہیں۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تم واپس چلے جاؤ تمہارے غیر کی دعا تمہیں کفایت کر جائے گی۔

تشریح: یعنی سلیمان علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کے دعا کرنے سے پہلے ہی چیونٹی کی دعا قبول ہوگئی اور بارش نازل ہوئی۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا مالک اور سنبھالنے والا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ [1]

یعنی ہر چیز کا خالق وہی ایک اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑے عقل وشعور سے نوازا ہے پھر غور کرنا چاہیئے کہ ایک بے شعور جانور نے کس طرح اپنے مالک کو پہچان لیا اور اسے حاجت روا سمجھا تو پھر انسان کیوں دوسری درگاہوں کا رخ کرتا ہے اور مردہ جو کہ خود محتاج ہیں ان کے سامنے مشکل کشائی کے لیئے دست دراز کرتا ہے۔

حقیقی اور سچے مسلمان تو صرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی التجائیں کرتے ہیں۔ اس مضمون کو شاعر توحید مولوی احمد ملاح مرحوم (بدین) نے اس طرح نظم میں بیان کیا ہے۔

آھہ احوال م اللہ اکبر کی عرض

پیش پرور پاند پرم پر نہ کنھن پر کی عرض

قرب مان قربان تنھن تان جو قريين كان قريب

غیر حاضر ھتھ نہ ڈٹی وھاب ناصر کی عرض

[1] سورۂ زمر:62۔

جوڈسن سان ڈور تھیو، تنھن کان پنان ڈینھن رات ڈات

ناھی، دم دربان یا دیوار، در کی عرض

میر مرسل مصطفیٰ معلوم مڑئی کار یوم

ناھی سوارب سوا، سونھی بہ ساتر کی عرض

کیر بیوقوف نہ ڈئی، یاقوت، یاقوت پن

قوت، قوت جو قوی، قیوم قادر کی عرض

کالھ جن جون کورٹون، سی اج بدھن کنھن نہ کوک

سڑ دفعا توٹی کریں، سلطان سنجر کھی عرض

پروڈو، بار برس، بھرو سوبارئی متھی

راھبر تھی دوھم، رحمار رھبر کھی عرض

چئی احد "احمد" وری گھوڑا! گھٹن کان کیئڑ گھران

ھیک کی بس، ھیک کی بس، ھیک داور کی عرض

ھیکڑ ائی حق ص:4۔

اس پوری نظم میں اللہ کی خوب وحدانیت بیان کی گئی ہے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ یسأل احدکم ربہ حاجتہ کلھا حتی سألہ الملح حتی سألہ شسع نعلہ اذا انقطع۔[1]

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کو اپنی تمام حاجات اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیں حتیٰ کہ نمک بھی اور جوتی کا تسمہ بھی جب ٹوٹ جائے۔

تشریح: اس حدیث سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ اپنی ہر چھوٹی اور بڑی ضرورت میں اپنی

---

[1] جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ابواب الدعوات، باب لیسال احدکم ربہ حاجتہ کلہا، ج:3، ص:292، ح:3604، شعب الایمان ج:2، ص:40-41، ح:1116، صحیح ابن حبان ج:3، ص:176، ح:894، معجم طبرانی اوسط ج:5، ص:373، ح:5595، مسند ابی یعلیٰ ج:6، ص:130، ح:3403۔

محنت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنی چاہیئے نہ کہ کسی دوسری درگاہ سے۔

پانچویں فصل: تقدیر

دنیامیں جو کچھ پہلے ہو چکا یا اب ہو رہا ہے یا آئندہ کبھی ہوگا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کے پاس لکھا ہوا ہے اس چیز کا نام تقدیر ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انسانی صورت میں آئے اور ایمان، اسلام، اور احسان کے بارے میں سوالات کیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کے بارے میں فرمایا:

ان تؤمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ قال صدقت۔[1]

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ، اور اس کے فرشتوں، کتابوں، اور رسولوں اور ہر اچھی اور بری تقدیر پر یقین رکھو، انہوں نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے۔

عن علی قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا یؤمن عبد حتی یؤمن باربع یشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله بعثني بالحق ویؤمن بالموت والبعث بعد الموت ویؤمن بالقدر۔[2]

---

[1] مشکوۃ المصابیح ص:11، صحیح مسلم کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام ح:8، جامع ترمذی ابواب الایمان، باب ماجاء فی وصف جبریل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الایمان والاسلام، ح:2610، سنن ابوداؤد کتاب السنۃ، باب فی القدر، ح:4695، سنن نسائی کتاب الایمان، باب نعت الاسلام، ح:4993، سنن ابن ماجہ کتاب السنۃ، المقدمۃ، باب فی الایمان، ح:63، صحیح ابن حبان ج:1 ص:389-390، ح:168، السنن الکبریٰ للبیہقی ج:10 ص:303-304۔

[2] مشکوۃ المصابیح ص:22، جامع ترمذی کتاب القدر، باب ماجاء ان الایمان بالقدر خیرہ وشرہ، ح:2145، سنن ابن ماجہ فی المقدمۃ، کتاب السنۃ، باب فی القدر، ح:81، مسند احمد ج:1 ص:97، 133، ح:758، 1112، صحیح ابن حبان ج:1 ص:404، ح:178، مستدرک حاکم ج:1 ص:87، ح:90، مسند البزار ج:3 ص:116، ح:904، مسند ابی یعلیٰ ج:1 ص:438، ح:583۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بھی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ چار چیزوں پر ایمان نہ لائے (1) یہ گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔(2) موت کا واقع ہونا برحق ہے۔(3) موت پر اور موت کے بعد (پھر قیامت کے دن) دوبارہ اٹھائے جانے پر یقین رکھے۔(4) تقدیر کو تسلیم کرے اور اس پر پورا یقین رکھے۔

تشریح: ثابت ہوا کہ تقدیر پر یقین رکھنا ایک مؤمن کے لیے ضروری ہے حتیٰ کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ:

لو ان لاحدهم مثل احد ذهبا فانفقه ما قبل الله منه حتى يومن بالقدر [1]

یعنی اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے مگر اللہ تعالیٰ اس وقت قبول نہ کرے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے۔

تقدیر کو سمجھنے کے لیئے یہاں چند آیات تحریر کی جاتی ہیں۔

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ﴿٣٨﴾ [2]

اور اللہ کے کام اندازے پر مقرر کیے ہوئے ہیں۔

تشریح: ثابت ہوا کہ تمام امور اللہ کی تقدیر میں درج شدہ ہیں حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اى وكان امره الذى يقدره كائنا لا محالة وواقعا لا محيد عنه ولا معدل فما شاء كان وما لم يشأ لم يكن ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا

---

(1) صحیح مسلم مع النووی کتاب الایمان، باب الایمان والاسلام، ج:1، ص:27، ح:8، جامع ترمذی ابواب الایمان، باب ماجاء فی وصف جبریل للنبی ﷺ الایمان والاسلام ح:2610، سنن بیہقی ج:10، ص:203، شعب الایمان ج:2، ص:201، ح:180۔

(2) سورۂ احزاب:38۔

تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝ [1] [2]

یعنی جو امور اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیئے ہیں وہ ہر صورت میں واقع ہونے والے ہیں ان سے بچاؤ کے لئے کوئی صورت نہیں ہے، نہ ہی ہٹا دینے کی کوئی راہ ہے، جو اللہ نے چاہا وہی ہوگا اور جو نہ چاہا وہ نہیں ہو سکتا۔ کوئی بھی مصیبت نہ آسمان میں نہ زمین میں اور نہ ہی تمہاری جانوں میں پہنچتی ہے مگر اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھا گیا ہے بے شک یہ کام اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہے لہٰذا (ہم نے یہ خبر دی ہے) کہ جو تمہارے ہاتھوں سے نکل گیا اس پر افسوس نہ کرو اور جو تمہیں عطا کیا ہے اس پر اترا ؤمت، اللہ تعالیٰ ہر متکبر شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ انسان کو کوئی بھی تکلیف پہنچتی ہے یا اسے کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ اپنے وقوع سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے پاس درج شدہ ہے یہی اس کی تقدیر ہے لہٰذا بندہ تکلیف یا نقصان پہنچنے پر صبر کرے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو تسلیم کرے اور اپنے کام میں لگا رہے اور مایوس نہ ہو۔

مثلاً:۔ ایک کسان کو ایک دفعہ فصل میں نقصان ہوا تو وہ دوسری بار بھی فصل اگائے گا اور اس میں مزید محنت کرے گا صرف سی امید پر کہ ہو سکتا کہ میرے لیئے آئندہ بہتری اور قسمت میں اچھا لکھا ہو۔ لہٰذا بندے کو جب کوئی نعمت حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ بھلائی میرے لیئے تقدیر میں لکھی ہوئی تھی، اسے اپنے ہاتھوں کی کمائی یا اپنی ہنرمندی یا علم کی بنیاد پر قرار دیتے ہوئے فخر و تکبر نہ کرے کیونکہ یہ عادت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

ناظرین: فاسد عقیدے کے حامل لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ہر چیز تقدیر میں لکھی ہوئی ہے تو پھر ہمارا کیا قصور؟ ہم اعمال کریں یا نہ کریں برابر ہے۔ مگر یہ بات انتہائی جاہلانہ اور بے ہودہ ہے۔ یہی لوگ اپنے ذاتی کام کاج میں یہ عذر پیش نہیں کرتے بلکہ محنت مشقت اور

---

(1) سورۂ حدید: 22-23۔

(2) تفسیر ابن کثیر ج:3، ص:402۔

کوشش میں لگے رہتے ہیں، باوجود اس کے کہ ہر چیز تقدیر کے تحت ہے، نفع ہو یا نقصان! مگر اس کے باوجود کوشش کرتے ہیں بلکہ کوشش نہ کرنے والوں پر ملامت کرتے ہیں مثلاً:۔ایک شخص بیمار ہو اور علاج نہ کروا رہا ہو تو یہی لوگ اس کی مذمت کرتے ہیں حالانکہ اس کی تقدیر میں صحتیاب ہونا لکھا ہوا ہوگا تو وہ علاج کرائے یا نہ کرائے تندرست ہو جائے گا اگر شفایاب ہونا نہ لکھا ہوا ہو تو وہ کتنے ہی علاج کیوں نہ کرائے وہ کبھی صحتیاب نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح ایک کسان کو اپنی کھیتی باڑی کو پانی پلانا اور نقصان دہ پرندوں اور جانوروں سے بچانا بھی تقدیر کے تحت ہے، پانی کا ایک قطرہ اور فصل کا ایک دانہ جو اس کی قسمت میں لکھا ہوگا وہ اسے ضرور ملے گا اور جس دانہ نے ضائع ہونا ہوگا وہ ضرور ضائع ہو جائے گا اگرچہ وہ کتنا ہی فصل کو پانی پلائے اور شدید گرمی میں پورا دن موذی پرندوں کو اڑاتا رہے۔ان معترضین کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے کہ وہ خود کس قدر اس بات پر کاربند ہیں؟ مقصد یہ ہے کہ انسان کو اپنی محنت جاری رکھنی چاہیے اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے۔

ناظرین: تقدیر پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے اس میں بحث و مباحثہ سے سخت منع کیا گیا ہے کیونکہ اس میں ایمان کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کئی سمجھدار لوگ اس بارے میں بحث مباحثہ میں پڑ کر گمراہ ہو گئے، لہٰذا اس سے احتراز کرتے ہوئے تقدیر پر ایمان لانا چاہیے، چنانچہ ابن ماجہ میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من تکلم فی شئ من القدر سئل عنه یوم القیامة ومن لم یتکلم فیه لم یسئل عنه۔[1]

جس شخص نے تقدیر کے بارے میں جس قدر باتیں کی اسی قدر اس سے قیامت کے دن سوالات ہونگے اور جس نے اس بارے میں بات نہ کی (صرف ایمان لے آیا) تو اس سے سوال نہ ہوگا۔

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے:

---

[1] سنن ابن ماجہ المقدمہ، کتاب السنۃ، باب فی القدر، ح:84۔

صنفان من امتی لیس لهما فی الاسلام نصیب المرجئة والقدرية.[1]

میری امت میں دو فرقے ہونگے ان کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے ایک مرجیہ دوسرا قدریہ (یعنی تقدیر کا انکار کرنے والے)۔

لہذا تمام مسلمانوں کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق جو نفع یا نقصان پہنچے گا وہ پہنچ کر رہے گا۔ جیسا کہ حکم ہے۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝٥١ [2]

اے پیغمبر آپ کہیں کہ جو اللہ نے ہمارے لیئے لکھا ہے اس کے علاوہ ہمیں کچھ نہیں پہنچے گا وہی ہمارا مولیٰ (رب) ہے اور مومنوں کو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

تقدیر کے بارے میں چند احادیث:

عن عبد الله بن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: كتب الله مقادير الخلائق قبل أن يخلق السموت والأرض بخمسين ألف سنة، قال: وكان عرشه على الماء.[3]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی تقدیر کو آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیا تھا اور اسکا عرش پانی پر تھا۔

---

[1] الجامع الصغیر ج:2، ص:45، جامع ترمذی ابواب القدر، باب ماجاء فی القدریة، ح:2149، سنن ابن ماجہ المقدمہ باب فی الایمان ح:62، معجم طبرانی اوسط ج:5، ص:370، ج:6، ص:154، ح:5587، 6065، معجم طبرانی کبیر ج:11، ص:262، ح:1682، مسند عبد بن حمید ج:1، ص:201، ح:579، التاریخ الکبیر ج:4، ص:133، ح 12223، تاریخ بغداد للخطیب ج:5، ص:367، ح:2893۔

[2] سورۃ توبہ:51۔

[3] صحیح مسلم مع النووی کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسیٰ ج:2، ص:335، ح:2653، 6748، جامع ترمذی ابواب القدر، باب اعظام القدر الایمان بالقدر، ح:2156، صحیح ابن حبان ج:14، ص:508، ح:6138، کتاب التاریخ، باب بدء الخلق۔

عن طاؤس انه قال ادركت ناسا من اصحاب رسول الله ﷺ يقولون كل شئ بقدر، قال: وسمعت عبد الله بن عمر يقول: قال رسول الله ﷺ: كل شيء بقدر حتى العجز والكيس أو الكيس والعجز.[1]

امام طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی صحابہ سے ملاقات کی جن کا کہنا تھا کہ ہر چیز تقدیر سے ہے۔ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز تقدیر سے ہے حتیٰ کہ کسی کی کمزوری اور عقلمندی بھی۔

وعن ابن مسعود قال حدثنا رسول الله ﷺ: وهو الصادق المصدوق إن أحدكم يجمع في بطن أمه أربعين يوما ثم يكون علقة مثل ذلك ثم يكون مضغة مثل ذلك ثم يبعث الله إليه ملكا بأربع كلمات فيكتب عمله وأجله ورزقه وشقي أو سعيد ثم ينفخ فيه الروح فإن الرجل ليعمل بعمل أهل النار حتى ما يكون بينه وبينها إلا ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل أهل الجنة فيدخل الجنة وإن الرجل ليعمل بعمل أهل الجنة حتى ما يكون بينه وبينها إلا ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل أهل النار فيدخل النار.[2]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حدیث بیان فرمائی آپ سچے اور اللہ کی طرف سے سچے قرار دیئے ہوئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

---

(1) صحیح مسلم مع النووی کتاب القدر، باب تصریف اللہ القلوب کیف شاء، ج:؟، ص:335، ح:2655، 6751، صحیح ابن حبان ج:14، ص:517، ح:6149، مسند احمد ج:2، ص:110، ح:5393، السنن الکبریٰ بیہقی ج:10، ص:205۔

(2) مشکوٰۃ المصابیح ص:20، صحیح بخاری کتاب القدر، ح:3208، 332، 6594، 7457، صحیح مسلم کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ۔ الخ، ح:2643، 6723، سنن ابوداؤد کتاب السنۃ، باب فی القدر، ح:4708، جامع ترمذی، ابواب القدر، باب ان الاعمال بالخواتیم، ح:2137، سنن ابن ماجہ المقدمۃ، باب فی القدر، ح:76، مسند احمد ج:1، ص:382، 414، 430، ح:3624، 3934، 4091، السنن الکبریٰ بیہقی ج:10، ص:266، السنن الکبریٰ نسائی ج:6، ص:366، ح:11246، صحیح ابن حبان ج:14، ص:47، ح:6174، معجم طبرانی اوسط ج:2، ص:201، ح:1717۔

تم میں سے ہر ایک کی پیدائش، ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفے کی صورت میں ہوتی ہے، پھر اتنی ہی مدت جمے ہوئے خون کی صورت میں، پھر اتنی ہی مدت گوشت کے ایک لوتھڑے کی صورت میں رہتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو چار باتیں لکھتا ہے:

(1) اس کا عمل (2) اسکی زندگی کی میعاد و مدت (3) اس کا رزق (4) نیک بخت ہوگا یا بد بخت، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے پھر قسم اس اللہ کی، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے کہ تم سے ایک شخص جنتیوں والے اعمال کرتا رہتا ہے حتیٰ کے اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر تقدیر میں لکھا ہوا فیصلہ اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ جہنمیوں والا کام کرتا ہے اور اس میں داخل ہوجاتا ہے، اسی طرح تم سے ایک شخص اہل جہنم والے اعمال کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر تقدیر کا فیصلہ اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ آخر میں اہل جنت والے اعمال کرتا ہے اور اس میں داخل ہوجاتا ہے۔

تشریح: یعنی انسان کے آخری اعمال وہی ہوتے ہیں جو تقدیر میں لکھے ہوئے ہوتے ہیں لہٰذا بندے کو اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے رب سے دعائیں والتجائیں کرتا رہے کہ اس کا خاتمہ ایمان اور اہل جنت والے اعمال پر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر بہت قدیم ہے جیسا کہ ابھی گزرا کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے تقدیر کو لکھا گیا، اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو بھی اس وقت خبر دیتا ہے کہ جب انسان کا جسم رحمِ مادر میں تیار ہو چکا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں فرشتوں اور تمام اشیاء کا علم انتہائی محدود اور عاجز ہے۔ انسان کو سوچنا چاہیئے کہ اس کا نصیب تو پہلے سے اللہ تعالیٰ کے پاس لکھا ہوا تھا لیکن فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسان میں روح پھونکنے سے پہلے جو لکھتا ہے اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

الف: عمل اچھا ہوگا یا برا، اخلاص سے ہوگا یا ریاکاری سے، کم ہوگا یا زیادہ، سستی سے ہوگا یا چستی سے، نیک یا بد اعمال میں سے کس کے ساتھ زیادہ محبت ہوگی، اور کس کے ساتھ نفرت ہوگی۔

ب: زندگی کی مدت، دنیا میں کتنے دن زندہ رہے گا، کب مرے گا، کہاں مرے گا، کس

طرح مرے گا اور موت کا سبب کیا ہوگا، وغیرہ۔

ج: اس کا رزق حلال ہوگا یا حرام، کہاں سے حاصل ہوگا۔ کشادہ ہوگا یا تنگ، اعلیٰ قسم کا ہوگا یا کم تر ہوگا، وغیرہ۔

د: کسی کی بدبختی کسی دوسرے پر نہیں ہوتی۔ اور نہ کسی کی سعادت دوسرے کو سعادت مند بناتی ہے، بلکہ جو سعادت مند ہے تو اسکی سعادت مندی اسکی پیدائش سے بھی قبل لکھ دی گئی ہے۔

الحاصل: انسان کو اپنی کوشش کرتے رہنی چاہیئے جیسا کہ آئندہ حدیث میں ہے:

عن علی رضی الله عنه قال كان النبی صلی الله علیه وسلم فی جنازة فأخذ شيئا فجعل ينكت به الأرض فقال ما منكم من أحد إلا وقد كتب مقعده من النار ومقعده من الجنة قالوا يا رسول الله أفلا نتكل على كتابنا وندع العمل قال اعملوا فكل ميسر لما خلق له أما من كان من أهل السعادة فييسر لعمل أهل السعادة وأما من كان من أهل الشقاء فييسر لعمل أهل الشقاوة ثم قرأ ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝﴾[1]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کا ٹھکانا جنت، یا جہنم، لکھ دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پھر کیوں نہ ہم اس لکھے ہوئے پر بھروسہ کریں اور اعمال کرنا چھوڑ دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اعمال جاری رکھو کیونکہ جس شخص کو جس ٹھکانے (جنت یا جہنم) کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کے لیئے اسی کی طرف راستہ آسان کر دیا جائے گا۔ جو نیک بخت ہے اس کیلیئے اسی قسم کے اعمال آسان کر دیئے

[1] مشكوة المصابيح ص: 20، صحیح بخاری کتاب الجنائز، باب موعظة المحدث عند القبر وقعود اصحابه حوله، ح: 1362، 4945-4948، 6605، 7552، جامع ترمذی کتاب التفسیر، باب ومن سورة والليل اذا يغشى، ح: 3344، مسند احمد ج: 1، ص: 129، ح: 1067، صحیح مسلم کتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن امه ... الخ، ح: 2647، 6731، سنن ابوداؤد کتاب السنة، باب فی القدر، ح: 4694، السنن الكبرى نسائی ج: 6، ص: 516، ح: 11678، مسند ابی یعلیٰ ج: 1، ص: 306، 437، ح: 375، 582، مسند الطیالسی ج: 1، ص: 22، ح: 151۔

جائیں گے اور جو بد بخت ہو گا اس کے لیئے وہی اعمال آسان کیئے جائیں گے، پھر آپ ﷺ نے اس بات کی تائید میں قرآن مجید کی آیات تلاوت فرمائیں (ترجمہ) جس شخص نے اللہ کی راہ میں (اپنا مال) دیا اور پرہیزگاری اختیار کی، اللہ سے ڈرا اور اسکی طرف سے بھیجے ہوئے بہترین دین کو سچا مانا، اس کے لیے آسان جگہ (جنت) اور جو بخیل بن گیا اور اللہ کے سچے دین کی تکذیب کی تو اس کے لیئے مشکل جگہ (جہنم) کی طرف راستہ آسان کر دیں گے۔

ثابت ہوا کہ انسان کو عمل جاری رکھتے ہوئے کوشش کرنی ہے پھر وہ جس طرف کا ہو گا اس کے لیے اس کی طرف کا راستہ آسان بنایا جائے گا، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے لیے جنت کا راستہ آسان بنا دے۔

عن عبادة بن صامت قال قال رسول الله ﷺ ان اول ما خلق الله القلم فقال له اكتب قال ما اكتب قال اكتب القدر فكتب ما كان وماهو كائن الى الابد۔ [1]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسے کہا کہ لکھو، قلم نے کہا کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لکھو جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ قیامت تک ہو گا تو قلم نے یہ سب کچھ لکھ دیا۔

تشریح: اس حدیث سے راہنمائی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود ہے اور بے انتہاء جس کی کوئی ابتداء نہیں ہے، ہونے والے تمام کام اس کو پہلے سے معلوم ہیں جنہیں لکھنے کے لیے اس نے قلم کو حکم دیا، اس علم میں اسکا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

عن ابی خزامة عن ابيه قال قلت يا رسول الله ﷺ أرأيت رقى نسترقيها ودواء نتداوى به وتقاة نتقيها هل ترد من قدر الله شيئاً قال هي من قدر الله۔ [2]

---

[1] مشکوۃ المصابیح ص: 21، جامع ترمذی ابواب القدر، باب اعظام امر الایمان، باب فی القدر، ح: 4700، السنن الکبریٰ بیہقی ج: 10 ص: 204، مسند احمد ج: 5 ص: 317، ح: 22759، مسند الطیالسی ص: 79۔

[2] مشکوۃ المصابیح ص: 21-22، جامع ترمذی ابواب الطب، باب ماجاء فی الرقی والادویۃ، ح: 2065، 2148، مسند احمد ج: 3 ص: 421، السنن الکبریٰ بیہقی ج: 9 ص: 349، مستدرک حاکم ج: 4 ص: 221، ح: 7432۔

ابوخزامہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتائیے کہ ہم جو دم کرواتے ہیں یا دوائیاں لیتے ہیں اور بچاؤ کے دیگر ذرائع اختیار کرتے ہیں۔ کیا یہ چیزیں تقدیر کو دور کر دیتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمام کام خود اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تحت ہیں۔

تشریح: دم، علاج، دوائیاں وغیرہ بچاؤ کی مختلف صورتیں ہیں لیکن نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہی ہوگا، جس کی تقدیر میں شفاء لکھی ہوگی اسے وہی صحیح دم اور مفید علاج وادویات نصیب ہونگیں جن سے وہ صحتیاب ہوسکتا ہے۔ اور جس کی تقدیر میں بیماری سے شفایاب ہونا نہیں لکھا اسے مقبول دعا اور قبولیت کا وقت صحیح دم وعلاج معالجہ نصیب نہ ہوگا بلکہ کئی بار یہ بات مشاہدہ میں آچکی ہے کہ حکیم یا ڈاکٹر کے علاج اور بار ہا کوششوں کے باوجود مریض صحتیاب نہیں ہوتا بلکہ فوت ہوجاتا ہے اس کے بعد ایک حکیم یا ڈاکٹر کو وہ علاج ذہن میں آتا ہے جسے بروقت اگر عمل میں لایا جاتا تو شاید مریض صحتیاب ہوجاتا، علاج بروقت ذہن میں نہ آنے پر حکیم وڈاکٹر افسوس کرتے ہیں یہ سب کچھ تقدیر کے اثبات کے لیئے واضح ثبوت ہیں۔ یعنی انسان کو علاج معالجہ اور ہر ممکنہ کوشش کرنے کا حکم ہے لیکن نتیجہ وہی ظاہر ہوگا جو تقدیر میں لکھا ہوگا، بچاؤ کے دیگر ذرائع کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیئے یعنی جس کے لیئے بچاؤ لکھا ہوگا اسے بچاؤ نصیب ہوگا ورنہ نہیں، مقصد یہ ہے کہ انسان کے ہاتھ میں کوشش کرنا ہے۔

خلاصہ: ان آیات وحدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے جو کچھ لکھ دیا گیا ہے اسے کوئی بھی تبدیل نہیں کرسکتا، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ [1]

اللہ تعالیٰ کے کلمات کو کوئی مٹانے والا نہیں ہے۔

لہٰذا عام جاہلوں کا یہ کہنا کہ فلاں شخص کے بیٹے کو پیر نے بیٹی بنادیا، یافلاں شخص کی قسمت

---

[1] سورۃ انعام: 34، سورۃ کہف: 27۔

میں اولاد نہ تھی لیکن پیر صاحب نے اسے اولاد دلا دی، یا بزرگوں نے فلاں شخص کی قسمت تبدیل کر دی وغیرہ یہ سب کفریہ کلمات ہیں کیوں کہ قسمت اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی ہے جسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا اسی طرح کسی شاعر کا یہ شعر کہ:

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

انتہائی غلط، اللہ تعالیٰ کی شان میں بڑی گستاخی اور اس کی خاص صفت میں عظیم جرأت ہے۔ اگر کسی کی نگاہ یا نظر سے کسی دوسرے کی تقدیر تبدیل ہوتی تو سیدنا نوح علیہ السلام کی نگاہیں اپنے لخت جگر کی تقدیر تبدیل کر دیتیں، یا لوط اور نوح علیہ السلام کی بیویوں کی تقدیر تبدیل ہو جاتی، یا سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر کی تقدیر تبدیل کر دیتے، یا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کی تقدیر تبدیل کر دیتے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی تقدیر کو تبدیل نہیں کر سکتا کسی کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی شان اور صفت (علم و تقدیر) میں شریک کرنا ہے اور یہ خطرناک قسم کا شرک ہے۔

لہٰذا تقدیر پر ایمان توحید کا خاص حصہ ہے اور اس میں شک و انکار شرک کا اولین جزء ہے۔ کیونکہ جسے تقدیر پر یقین ہے وہ ہر حالت میں رب العالمین کی بارگاہ اقدس میں عاجزی و انکساری کرتا رہے گا صبر و شکر کے ذریعے اسے راضی کرنے کی کوشش کرے گا کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ تقدیر کوئی تبدیل نہیں کر سکتا یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ جس فیصلے کو چاہے برقرار رکھے اور جسے چاہے مٹا دے۔

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ [1]

اللہ جسے چاہتا ہے اسے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔

لہٰذا صحیح عقیدے کے حامل لوگ اللہ تعالیٰ کا در چھوڑ کر در در کی ٹھوکریں نہیں کھاتے، فاسد

---

[1] سورۂ رعد: 39۔

عقائد کے لوگ جنہیں تقدیر پر یقین نہیں ہوتا، وہی در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں لیکن انہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا کیونکہ وہی کچھ ہونا ہے جو کہ تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صحیح عقیدہ، تقدیر پر پورا اور پختہ یقین و اعتقاد بخشے۔ (آمین)

آٹھواں باب

توحید کی خاطر مصائب ومشکلات پر صبر کرنا
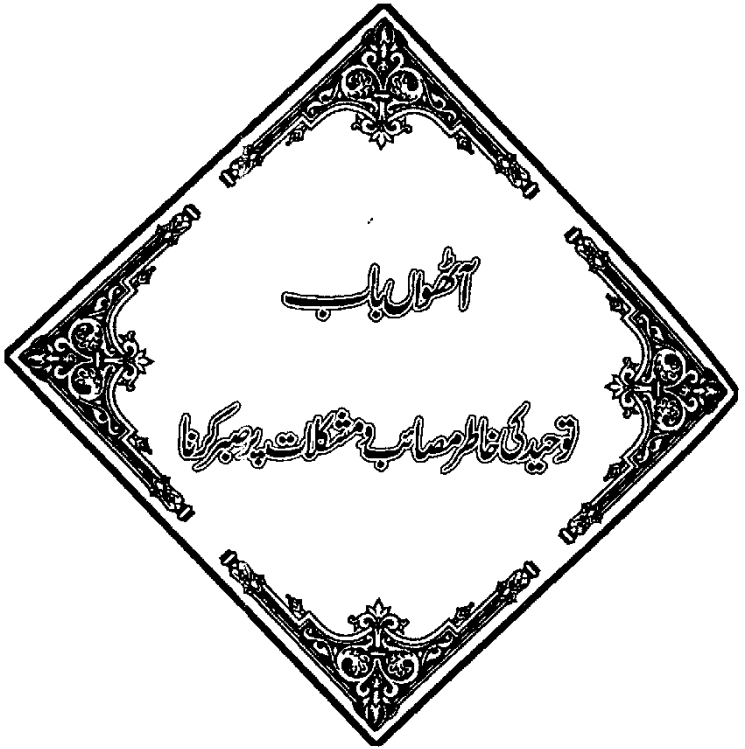
آٹھواں باب
توحید کی خاطر مصائب ومشکلات پر صبر کرنا

آغازِ کتاب میں بیان ہو چکا کہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام توحید کی دعوت دیتے رہے اور شرک کی تردید کرتے رہے، مگر اکثر اقوام نے ان کی دعوت پر لبیک کہنے کے بجائے ان کی شدید مخالفت کی اور ان پر کئی قسم کے الزامات عائد کرتے رہے مثلاً: بعض انبیاء کو جھوٹا، دیوانہ، مجنون، جادوگر، بے وقوف وغیرہ کہا گیا:

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿٥٢﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٥٣﴾[1]

اسی طرح جولوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے کہہ دیا کہ یا تو یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ کیا یہ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے گئے ہیں۔

تشریح: یعنی یکے بعد دیگرے انبیاءِ کرام دعوتِ توحید دیتے رہے اور لوگ اسی دعوت کی وجہ سے ان کے مخالف بن گئے اور طرح طرح کے طعنے اور القاب دینے لگے گویا کہ وہ نسل درنسل ایک دوسرے کو یہ وصیت کرتے آرہے تھے کہ جو بھی تمہارے آباء واجداد کی بنائی ہوئی درگاہوں، آستانوں اور بزرگوں کی مخالفت کرے، کسی بھی صورت اس کی تصدیق نہ کرنا اور وہ اس لائق ہی نہیں ہیں کہ ان کی کوئی بات مانی جائے جو وہ وعظ ونصیحت کریں اسے شاعری قرار دینا اور جب لوگوں پر اس کا اثر دیکھو تو کہہ دینا کہ یہ تو سراسر جادو ہے بلکہ حقیقت میں وہ اپنے اعمال بد ظلم اور زیادتی میں گرفتار تھے، اپنی مکاریوں اور عیاشیوں میں اتنے مست تھے کہ انہیں چھوڑنے کیلئے تیار ہی نہ تھے، انہیں اپنے خود ساختہ اور باطل معبودوں پر بڑا بھروسہ تھا کہ وہ ہمیں عذابِ الٰہی سے بچالیں گے پھر جب بھی انہیں کوئی نصیحت کرتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود یا گناہوں

---

(1) سورۂ ذاریات:52-53۔

کومعاف کرنے والا، مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہے تو وہ فوراً اسے جھٹلا دیتے تھے، جیسا کہ آج کل بھی درگاہوں کے پجاریوں کا یہی رویہ ہے، اللہ تعالیٰ کفار ومشرکین کے اس رویہ پر ایمان والوں کو صبر کی ترغیب دیتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ [1]

یہ لوگ آپ کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کریں۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ [2]

اے پیغمبر ﷺ آپ صبر کریں اور آپ کا صبر کرنا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے، جو لوگ مکر وفریب کرتے ہیں آپ اس پر غمگین اور رنجیدہ نہ ہوں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی طرح دیگر انبیاء کو بھی تکالیف پہنچائی گئیں:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ [3]

بے شک ہم جانتے ہیں کہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں وہ آپ کو غمگین کر دیتی ہیں (دراصل) یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم، اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں بلاشبہ آپ سے پہلے بھی انبیاء کو جھٹلایا گیا لہٰذا آپ جھٹلائے جانے اور غمگین کیئے جانے پر اس وقت تک صبر کرتے رہیں جب تک ہماری مدد آپہنچے، بے شک آپ کے پاس انبیاء کی خبر آچکی ہے۔

چنانچہ گذشتہ اقوام نے اپنے پیغمبروں کو طرح طرح کے ناجائز القاب سے نوازا، نوح

---

(1) سورۃ ق:39۔

(2) سورۃ نحل:127۔

(3) سورۃ انعام:33-34۔

علیہ السلام کو جھوٹا اور دیوانہ کہا گیا (الاعراف، ھود، مؤمنون، القمر)

ھود علیہ السلام کو ان کی قوم نے بے وقوف اور جھوٹا کہا (الاعراف)

صالح علیہ السلام کو جھوٹا و بدبخت کہا گیا (النمل)

لوط علیہ السلام کو اپنے گاؤں سے بے دخل کر دینے کی دھمکی دی گئی (الاعراف، النمل)

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو جادوگر کہا گیا، نیز موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا اور پاگل قرار دیا گیا۔ (الشعراء، القصص، المؤمن)

انبیاء کرام کو ہر قسم کی تکالیف دینے میں کوئی قصر نہ چھوڑی گئی:

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ [1]

یعنی وہ انبیاء کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان قاتلوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ؀ [2]

جب بھی رسول تمہارے پاس ایسے احکامات لیکر آئے جنہیں تمہارے دلوں نے پسند نہ کیا تو تم نے (ان کے تسلیم کرنے سے) تکبر کیا اور تم پیغمبروں کو قتل کرتے رہے۔

انبیاءِ کرام کو دعوتِ توحید کی وجہ سے کئی طرح کی مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا:

مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ؀ [3]

انہیں دکھ و تکالیف پہنچیں اور اس طرح تڑپا دیئے گئے کہ خود رسول (علیہ السلام) اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں (کی چیخیں نکل گئیں اور) کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟ (جواب

---

(1) سورۂ بقرہ: 61۔

(2) سورۂ بقرہ: 87۔

(3) سورۂ بقرہ: 214۔

میں کہا گیا کہ) باخبر ہو جاؤ (یعنی نہ ڈرو اور نہ ہی ناامید ہوؤ) اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔

یہاں بطورِ عبرت ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے، صحیح مسلم میں ہے:

عن صهيب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كان ملك فيمن كان قبلكم وكان له ساحر فلما كبر قال للملك إنى قد كبرت فابعث إلى غلاما أعلمه السحر فبعث إليه غلاما يعلمه فكان فى طريقه إذ سلك راهب فقعد إليه وسمع كلامه فأعجبه فكان إذا أتى الساحر مر بالراهب وقعد إليه فإذا أتى الساحر ضربه فشكا ذلك إلى الراهب فقال إذا خشيت الساحر فقل حبسنى أهلى وإذا خشيت أهلك فقل حبسنى الساحر فبينما هو كذلك إذ أتى على دابة عظيمة قد حبست الناس فقال اليوم أعلم الساحر أفضل أم الراهب أفضل فأخذ حجرا فقال اللهم إن كان أمر الراهب أحب إليك من أمر الساحر فاقتل هذه الدابة حتى يمضى الناس فرماها فقتلها ومضى الناس فأتى الراهب فأخبره فقال له الراهب أى بنى أنت اليوم أفضل منى قد بلغ من أمرك ما أرى وإنك ستبتلى فإن ابتليت فلا تدل على وكان الغلام يبرء الأكمه والأبرص ويداوى الناس من سائر الأدواء فسمع جليس للملك كان قد عمى فأتاه بهدايا كثيرة فقال ما هاهنا لك أجمع إن أنت شفيتنى فقال إنى لا أشفى أحدا إنما يشفى الله فإن أنت آمنت بالله دعوت الله فشفاك فآمن بالله فشفاه الله فأتى الملك فجلس إليه كما كان يجلس فقال له الملك من رد عليك بصرك قال ربى قال ولك رب غيرى قال ربى وربك الله فأخذه فلم يزل يعذبه حتى دل على الغلام فجيء بالغلام فقال له الملك أى بنى قد بلغ من سحرك ما تبرء الأكمه والأبرص وتفعل وتفعل فقال إنى لا أشفى أحدا إنما يشفى الله فأخذه فلم يزل يعذبه حتى دل على الراهب فجيء بالراهب فقيل له ارجع عن دينك فأبى فدعا بالمئشار فوضع المئشار فى مفرق رأسه فشقه حتى وقع شقاه ثم جيء بجليس الملك فقيل له ارجع عن دينك فأبى

فوضع المئشار فی مفرق رأسه فشقه به حتی وقع شقاه ثم جیء بالغلام فقیل له ارجع عن دینك فأبی فدفعه إلی نفر من أصحابه فقال اذهبوا به إلی جبل کذا و کذا فاصعدوا به الجبل فإذا بلغتم ذروته فإن رجعَ عن دینه وإلا فاطرحوه فذهبوا به فصعدوا به الجبل فقال اللهم اکفنیهم بما شئت فرجف بهم الجبل فسقطوا وجاء یمشي إلی الملك فقال له الملك ما فعل أصحابك قال کفانیهم الله فدفعه إلی نفر من أصحابه فقال اذهبوا به فاحملوه فی قرقور فتوسطوا به البحر فإن رجع عن دینه وإلا فاقذفوه فذهبوا به فقال اللهم اکفنیهم بما شئت فانکفأت بهم السفینة فغرقوا وجاء یمشی إلی الملك فقال له الملك ما فعل أصحابك قال کفانیهم الله فقال للملك إنك لست بقاتلی حتی تفعل ما آمرك به قال وما هو قال تجمع الناس فی صعید واحد وتصلبنی علی جذع ثم خذ سهما من کنانتی ثم ضع السهم فی کبد القوس ثم قل بإسم الله رب الغلام ثم ارمنی فإنك إذا فعلت ذلك قتلتنی فجمع الناس فی صعید واحد وصلبه علی جذع ثم أخذ سهما من کنانته ثم وضع السهم فی کبد القوس ثم قال بإسم الله رب الغلام ثم رماه فوقع السهم فی صدغه فوضع یده فی صدغه فی موضع السهم فمات فقال الناس آمنا برب الغلام آمنا برب الغلام آمنا برب الغلام فأتی الملك فقیل له أرأیت ما کنت تحذر قد والله نزل بك حذرك قد آمن الناس فأمر بالأخدود فی أفواه السکك فخدت وأضرم النیران وقال من لم یرجع عن دینه فأحموه فیها أو قیل له اقتحم ففعلوا حتی جاءت امرأة ومعها صبی لها فتقاعست أن تقع فیها فقال لها الغلام یا أمه اصبری فإنك علی الحق.[1]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم سے پہلے کسی زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس کے

[1] صحیح مسلم مع النووی، کتاب الزہد والرقائق، باب قصۃ اصحاب الاخدود والساحر والراہب والغلام، ج:2، ص:415، ح:3005، مسند احمد:23976، ج:6، ص:16-17۔

پاس ایک جادوگر تھا (جو مختلف کرتب دکھا کر لوگوں کو خوش کیا کرتا تھا) جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں عمر رسیدہ ہو چکا ہوں لہٰذا تم میرے پاس کسی لڑکے کو بھیجو جسے میں جادو سکھادوں (کہ میرے بعد تمہیں کام آتا رہے) پھر اس کی طرف ایک نوجوان بھیجا گیا جسے وہ جادو سکھلانے لگا، راستے میں ایک (موحد) عالم رہتا تھا لڑکا کچھ دیر اس کے پاس بیٹھ جاتا پھر جادوگر کے پاس جاتا جس کی وجہ سے وہ جادوگر کے پاس تاخیر سے جاتا جس پر جادوگر اسے مارتا لڑکے نے یہ بات عالم سے کہی تو اس نے کہا کہ تم جادوگر سے کہہ دیا کرو کہ مجھے گھر والوں نے کسی کام سے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف لاحق ہو تو انہیں کہہ دیا کرو کہ مجھے جادوگر کے پاس تاخیر ہو گئی، اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا (اور وہ عالم سے دین وتوحید کی معرفت حاصل کرتا رہا) اچانک ایک وقت آیا کہ ایک خطرناک قسم کے جانور نے (لوگوں کا) راستہ روک لیا اور لوگ اس کے خوف سے دور ہٹ گئے تب اس لڑکے نے کہا کہ آج مجھے معلوم ہو جائیگا کہ جادوگر کا طریقہ بہتر ہے یا عالم کا، اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ دعا کرتے ہوئے اس جانور کی طرف پھینکا کہ اے اللہ اگر تجھے اس عالم کا طریقہ پسند ہے تو اس آفت کو نابود کر دے تاکہ لوگ اس سے نجات حاصل کر کے بے خوف ہو جائیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو ہلاک کر دیا اور لوگوں نے خیریت سے اپنی اپنی راہ لی، لڑکے نے یہ سارا قصہ عالم کو بتایا اس نے کہا اے بیٹے آج تو مجھ سے بھی بہتر ہو چکا ہے کہ میں تیرے مقام کو دیکھ رہا ہوں لیکن عنقریب تجھ پر آزمائش آئے گی مگر مجھے ظاہر نہ کرنا، اور لڑکا (جسے اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا کی تھی کہ) مادرزاد نابینا اور کوڑھی کے مرض میں مبتلا شخص بھی اس کی دعا سے شفایاب ہو جاتا (اور اس کی دعا کی مقبولیت لوگوں میں مشہور ہو گئی)

(ایک مرتبہ) بادشاہ کی محفل میں بیٹھنے والا ایک نابینا شخص اس لڑکے کے پاس تحائف لے کر آیا کہ میں یہ سب کچھ تمہارے لئے لیکر آیا ہوں تم مجھے شفا عطا کرو لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا شفا تو اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے اگر تم اس اکیلے اللہ تعالیٰ کو مان لو تو میں تمہارے لئے دعا کر سکتا ہوں، وہ تمہیں شفایاب کر دے گا، وہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اسے

شفا مل گئی، جب وہ بادشاہ کی محفل میں بیٹھا تو اس نے پوچھا کہ تمہاری نظر کس نے لوٹائی؟ اس نے جواب دیا کہ میرے رب نے، بادشاہ نے کہا کہ کیا میرے علاوہ تمہارا کوئی اور رب بھی ہے؟ اس نے کہا کہ میرا اور تمہارا رب ایک اللہ تعالیٰ ہے، جس پر اسے شدید سزا کا نشانہ بنایا گیا حتی کہ اس نے لڑکے کا پتہ بتا دیا، پھر اسے لایا گیا بادشاہ نے کہا کہ اے بیٹے تم جادو میں اس منزل کو پہنچ گئے ہو کہ اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو درست کر دیتے ہو اور اس کے علاوہ کئی اور کام بھی کر رہے ہو، لڑکے نے جواب دیا کہ میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے، پھر اسے پکڑ کر سزا دینے لگا حتی کہ اس نے عالم کو ظاہر کر دیا، اسے پکڑ کر لایا گیا اور اپنا دین چھوڑ دینے پر اصرار کیا گیا جب وہ نہ مانا تو اس کے سر کے درمیان مانگ کی جگہ پر آرا چلا کر اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے، پھر اسے لایا گیا جو پہلے نابینا تھا اسے بھی (توحید والے) دین کا انکار کر دینے پر اصرار کیا گیا جب اس نے یہ بات تسلیم نہ کی تو اسی طرح اس کے جسم کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے گئے، پھر لڑکے کو لایا گیا اور کہا گیا کہ تم اپنے دین کو چھوڑ دو لیکن اس نے انکار کر دیا، تو بادشاہ نے ایک جماعت کو حکم دیا کہ اسے فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر (سمجھاؤ کہ وہ اپنا دین چھوڑ دے) اگر وہ انکار کرے تو پہاڑ کی بلندی سے اسے نیچے پھینک دو، جب وہ لوگ اسے پکڑ کر پہاڑ پر چڑھنے لگے تو اس نے دعا کی کہ اے اللہ جس طریقے سے تو چاہے مجھے ان سے کافی ہو جا، تو پہاڑ حرکت کرنے لگا اور وہ سب پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم، بادشاہ کے پاس پہنچ گیا، اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھیوں کا کیا ہوا؟ لڑکے نے جواب دیا کہ میرا رب مجھے ان سے کافی ہو گیا اور اس نے مجھے بچا لیا، پھر بادشاہ نے اسے ایک اور جماعت کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ اسے کشتی میں دریا کے درمیان لے جا کر اپنے دین کو چھوڑنے کا حکم دو اگر تسلیم نہ کرے تو اسے دریا میں پھینک دو (حکم کے مطابق وہ اسے دریا میں لے آئے) لڑکے نے دعا کی کہ اے اللہ جس طرح تو چاہے مجھے ان سے کافی ہو جا، اور کشتی اُلٹ گئی اور وہ سب ڈوب گئے لڑکا صحیح سالم بادشاہ کے پاس پہنچ گیا، بادشاہ نے پوچھا کہ تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہو گیا اور مجھے ان سے بچا لیا، اے بادشاہ! تم مجھے ہرگز قتل نہیں کر سکتے اس کی صرف ایک

صورت ہے، بادشاہ نے کہا کونسی؟ لڑکے نے جواب دیا کہ ایک میدان میں سب لوگوں کو جمع کرو اور مجھے کھجور کے تنے پر لٹکا کر ان الفاظ کے ساتھ تیر مارو کہ ''بسم اللہ رب الغلام'' یعنی اللہ کا نام لیکر (تیر پھینکتا ہوں) جو اس لڑکے کا رب ہے، چنانچہ بادشاہ نے اس کے کہنے کے مطابق اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اسے تیر مارا جو اس کی کنپٹی پر لگا اور وہ فوت ہو گیا (بادشاہ بظاہر تو بڑا خوش ہوا کہ ایک منکر اور سر پھرے شخص سے جان چھوٹ گئی مگر) یہ حال دیکھ کر وہاں موجود لوگوں نے اعلان کر دیا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے جس پر بادشاہ کے کارندوں نے کہا کہ جس بات کا تمہیں ڈر تھا وہ، تو ہو چکی کہ سب لوگ (تیری ربوبیت کے منکر ہو کر) اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے، پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ لوگوں کے تمام راستوں پر بڑی بڑی خندقیں کھود کر آگ جلائی جائے اور جو اپنے (توحید والے) دین کا انکار نہ کرے اسے جلتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے چنانچہ بادشاہ کے کارندوں نے اس پر عمل کیا حتی کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا وہ فکر مند ہو گئی کہ آگ میں کیسے داخل ہو، تو اس کا بچہ بول پڑا اے میری ماں تم صبر کرو کیونکہ تم حق پر ہو۔

ناظرین! مقامِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو کیسی کیسی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا محض اس وجہ سے کہ وہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے اس کے علاوہ کسی کو بھی رب یا مالک تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھے، سورۂ بروج میں اللہ تعالیٰ نے اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝[1]

ان سے صرف اس بات کا بدلہ لیا جا رہا تھا کہ وہ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معبود ماننے کیلئے تیار نہ تھے) اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے جو کہ غالب اور بڑی تعریف والا ہے، آسمان وزمین کی بادشاہت اسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ اور خبر رکھنے والا ہے۔

اس راہ میں رسول اللہ ﷺ کو بھی کئی طرح کی تکالیف آئیں، قرآن مجید میں ہے:

(1) سورۂ بروج: 8-9۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ [1]

لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء (تکلیف) پہنچاتے ہیں۔

صحیح ابن حبان میں سیدنا طارق بن عبداللہ المحاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في سوق ذي المجاز وعليه حلة حمراء وهو يقول: "يا أيها الناس قولوا لا إله إلا الله تفلحوا" ورجل يتبعه يرميه بالحجارة وقد أدمى عرقوبيه و كعبيه وهو يقول: يا أيها الناس لا تطيعوه فإنه كذاب فقلت من هذا فقيل هذا غلام من بني عبد المطلب قلت فمن هذا الذي يتبعه يرميه بالحجارة قيل هذا عمه عبد العزى۔ [2]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی المجاز کے بازار میں دیکھا آپ نے لال رنگ کی ایک چادر اوڑھ رکھی تھی اور آپ فرما رہے تھے اے لوگو! یہ اقرار کرلو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو (دنیا وآخرت کے خسارے سے) بچ جاؤ گے، آپ کے پیچھے ایک شخص تھا جو آپ کو پتھر مار رہا تھا جس سے آپ کے پاؤں خون آلود ہو چکے تھے وہ شخص کہتا جا رہا تھا کہ لوگو! اس کی بات تسلیم نہ کرو یہ جھوٹا ہے، میں نے وہاں موجود لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ بنی عبدالمطلب کے خاندان کا ایک لڑکا ہے میں نے پوچھا کہ وہ کون ہے جو اسے پتھر مار رہا ہے؟ بتایا گیا یہ اس کا چچا عبدالعزی (ابولہب) ہے۔

وأخرج البخاري وابن المنذر وابن مردويه من طريق عروة رضي الله عنه قال: قلت لعبد الله بن عمرو بن العاص رضيَ الله عنه أخبرني بأشد شيء صنعه المشركون برسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي بفناء الكعبة إذ أقبل عقبة بن أبي معيط فأخذ بمنكب رسول الله

[1] سورۂ توبہ: 61۔

[2] موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان ص: 406، صحیح ابن حبان، ذکر صبر المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علی أذى المشركين وشفقته على امته، ح: 6562۔

صلى الله عليه وسلم ولوى ثوبه فى عنقه فخنقه خنقا شديدا فأقبل أبو بكر رضى الله عنه فأخذ بمنكبيه ودفعه عن النبى صلى الله عليه وسلم ثم قال أتقتلون رجلا أن يقول ربى الله وقد جاءكم بالبينات من ربكم۔ [1]

عروۃ بن زبیر سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مشرکین کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکالیف دی گئیں مجھے ان میں سے سب سے بڑی تکلیف کے بارے میں بتایئے، انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردنِ مبارک میں چادر ڈال کر کھینچنے لگا اس دوران ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے عقبہ بن ابی معیط کو گردن سے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہٹایا اور کہنے لگا کہ تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمہارے پاس واضح نشانیاں لیکر آیا ہے۔

عن أبى حازم أنه سمع سهل بن سعد وهو يسأل عن جرح رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال أما والله إنى لأعرف من كان يغسل جرح رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن كان يسكب الماء وبما دووى قال كانت فاطمة عليها السلام بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم تغسله وعلى بن أبى طالب يسكب الماء بالمجن فلما رأت فاطمة أن الماء لا يزيد الدم إلا كثرة أخذت قطعة من حصير فأحرقتها وألصقتها فاستمسك الدم وكسرت رباعيته يومئذ وجرح وجهه وكسرت البيضة على رأسه۔ [2]

---

[1] درمنثور ج:5، ص:350، صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ المؤمن، ح:4815، کتاب المناقب وفضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب ابی بکر وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم متخذا خلیلا، ح:3678، 3856، سنن کبریٰ بیہقی ج:9، ص:7، ح:17506، مسند احمد ج:2، ص:204، 218، ح:6908، 7036۔

[2] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ما أصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجراح یوم احد، ح:: 243، 2911، 3037، 4045، 5248، صحیح مسلم:1790، 4642۔

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے بتایا کہ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا زخموں کو دھو رہی تھیں اور علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لا رہے تھے، بی بی صاحبہ نے جب دیکھا کہ خون کسی طرح بند نہیں ہو رہا تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کی راکھ (خاک) زخموں پر ڈال دی جس سے خون رک گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک بھی ٹوٹ گئے تھے، اور جو "خود" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر پہن رکھا تھا وہ بھی ٹوٹ گیا تھا۔

عن عبد الله قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم قائم يصلي عند الكعبة وجمع قريش في مجالسهم إذ قال قائل منهم ألا تنظرون إلى هذا المرائي أيكم يقوم إلى جزور آل فلان فيعمد إلى فرثها ودمها وسلاها فيجيء به ثم يمهله حتى إذا سجد وضعه بين كتفيه فانبعث أشقاهم فلما سجد رسول الله صلى الله عليه وسلم وضعه بين كتفيه وثبت النبي صلى الله عليه وسلم ساجدا فضحكوا حتى مال بعضهم إلى بعض من الضحك فانطلق منطلق إلى فاطمة عليها السلام وهي جويرية فأقبلت تسعى وثبت النبي صلى الله عليه وسلم ساجدا حتى ألقته عنه وأقبلت عليهم تسبهم فلما قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلاة قال اللهم عليك بقريش اللهم عليك بقريش اللهم عليك بقريش ثم سمى اللهم عليك بعمرو بن هشام وعتبة بن ربيعة وشيبة بن ربيعة والوليد بن عتبة وأمية بن خلف وعقبة بن أبي معيط وعمارة بن الوليد قال عبد الله فوالله لقد رأيتهم صرعى يوم بدر ثم سحبوا إلى القليب قليب بدر ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وأتبع أصحاب القليب لعنة۔ [1]

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور قریش کی جماعت اپنی مجلس میں بیٹھی تھی کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس ریاکار کو تو دیکھو تم میں

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب المرأۃ تطرح عن المصلی شیئا من الاذی، ح:520۔

سے کوئی اٹھے اور فلاں قبیلے کی مری ہوئی اونٹنی کی لید، خون اور اوجھڑی اور دوسری غلاظت اٹھائے، اور یہ جب سجدے میں جائے تو اس پر ڈال دے، پھر ان میں سے ایک بد بخت اٹھا جس نے یہ کام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اوجھڑی کے بوجھ سے) سجدے کی حالت میں پڑے رہے، اس حالت کی اطلاع کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کردی وہ چھوٹی عمر کی بچی تھیں دوڑ کر آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر سے بوجھ اتارا اور قریش کو کم وکاست کہنے لگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو قریش کے حق میں بددعا کرنے لگے جس میں آپ نے عمرو بن ہشام (ابوجہل) عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کے نام لئے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے جنگِ بدر میں ان کو (مردہ حالت میں) گرے ہوئے دیکھا جنہیں گھسیٹ کر ایک کھائی میں ڈال دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان پر لعنت کردی گئی ہے۔

ناظرین! جس نے اس شرارت کا مشورہ دیا وہ ابوجہل تھا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے، اور جس بد بخت نے یہ شرارت انجام دی وہ عقبہ بن ابی معیط تھا جیسا کہ صحیح بخاری کی دوسری روایت میں مذکور ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۳۵۰ اور مسند ابوداؤد طیالسی میں تصریح موجود ہے۔)

مقامِ غور ہے کہ سید العالمین وسید الانبیاء والمرسلین کو اتنی تکالیف کیوں دی گئیں صرف اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم توحید کی کھری دعوت لیکر آئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے معبودانِ باطلہ کی پوجا سے منع کرتے تھے، اور یہ عقیدۂ توحید مشرکین کی ذاتی پسند وخواہشات کے خلاف تھا کہ انہیں توحید کی وجہ سے دیگر اعمال بد کو چھوڑنا پڑ رہا تھا لہٰذا وہ آوارہ اور بگڑے ہوئے لوگ توحید کو دبانے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف وایذاء دینے لگے، اسی طرح طائف وحنین وغیرہ کے واقعات بھی اسی سلسلے کی کڑی ہیں، حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے میں زہر ملا دیا گیا، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۰ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

لقد اوذیت فی اللہ وما یوذی احد واخفت فی اللہ وما یخفی احد۔ [1]

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج:3، ص:47، مسند احمد ج:3، ص:286، ح:14087، جامع ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، ح:2472، سنن ابن ماجہ، المقدمہ، کتاب السنۃ، فضل سلمان وابی ذر رضی اللہ عنہما، ح:151۔

یعنی اللہ تعالیٰ (کی توحید) کی وجہ سے جتنی تکالیف مجھے دی گئیں اتنی کسی اور کو نہ دی گئیں اور اس راہ میں جتنا مجھے ڈرایا گیا ہے اتنا کسی اور کو نہ ڈرایا گیا۔

الغرض: آپ ﷺ نے ان تکالیف ومصائب سے مجبور ہوکر اپنا آبائی وطن مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی، اسی طرح ابراھیم علیہ السلام نے ظالموں کے ہاتھوں مجبور ہوکر ہجرت کی۔ (مریم، العنکبوت، الصافات)

موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرعونیوں نے قتل کی سازش کی آپ نے جان بچانے کیلئے ہجرت کی راہ اختیار کی۔ (القصص)

اسی طرح انبیاء کرام کا اپنے وطن چھوڑ کر دیگر علاقوں کی طرف ہجرت کرنا صرف دعوتِ توحید اور شرک سے بیزاری کی وجہ سے تھا۔

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ [1]

جنہیں اپنے وطن سے ناحق نکال دیا گیا، ان کا اس کے سوا کوئی قصور نہ تھا کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب ایک اللہ ہے۔

بلکہ ہجرت سے قبل قریش کے مختلف قبائل نے مشورہ کیا کہ بنوھاشم اور بنوعبدالمطلب، محمد ﷺ کا دفاع کرتے رہتے ہیں لہٰذا ان کا بائیکاٹ کیا جائے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، تجارتی تعلقات وغیرہ ختم کر دیئے جائیں اس سلسلے میں باقاعدہ ایک عہد نامہ لکھا گیا کہ اس وقت تک ان کے ساتھ کوئی صلح نہیں ہوگی جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کیلئے ہمارے حوالے نہ کردیں، چنانچہ آپ ﷺ بنوعبدالمطلب اور بنوھاشم کے ساتھ تین سال تک شعبِ ابی طالب میں قید وبند کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوگئے۔ (البدایۃ والنھایۃ ج۳ص ۸۴)

مشرکین نے صحابہ کو بھی بڑی تکالیف پہنچائیں، امام المغازی محمد بن اسحاق المطلبی نقل کرتے ہیں کہ قریش نے مسلمانوں کو ایذاء پہنچانے کیلئے آپس میں مشورہ کیا، چنانچہ ہر ایک قبیلے میں

---

(1) سورۂ حج:40۔

اسلام قبول کرنے والوں کو سخت اذیتیں دی گئیں، انہیں راہ حق سے ہٹانے کیلئے طرح طرح کی مشکلات وصعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا، بلال رضی اللہ عنہ کو شہر کے نوجوان لڑکوں کے سپرد کیا گیا جو انہیں گرم اور پتھریلی زمین پر گھسیٹتے رہتے تھے، اور ان کے پیٹ پر بھاری پتھر رکھ دیئے جاتے وہ اللہ کی توحید کی خاطر صبر کرتے رہے ان کی زبان پر صرف احد، احد یعنی اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، کے الفاظ ہوتے تھے، کئی دیگر صحابہ کو لوہے کی قمیصیں پہنا کر دھوپ میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۱۴۹ الاصابۃ ج ۱ ص ۱۶۹)

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کی پہلی شہید خاتون ہونے کا شرف حاصل ہے، انہیں تیروں کی چونکیں مار مار کر قتل کر دیا گیا۔ (الاستیعاب ج ۲ ص ۷۳۹)

الغرض یہ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان بندے، تمام تکالیف پر صبر کرتے رہے اور بعد میں آنے والوں کیلئے مثالیں چھوڑ گئے۔

معلوم ہوا توحید جیسی انتہائی پیاری اور بڑی قیمتی چیز کیلئے سب کچھ قربان کر دیا جائے لیکن عقیدۂ توحید میں ذرہ فرق نہ آئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یوں خبردار فرمایا ہے کہ:

لَتُبْلَوُنَّ فِیٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِیْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ [1]

تمہیں اپنے مال وجان میں ضرور آزمایا جائے گا، جو تم سے پہلے اہل کتاب یا مشرک ہیں ان کی طرف سے تکلیف دہ باتوں کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اگر تم صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو یہ عادت ہمت والے اور پختہ کاموں میں سے ہے۔

لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ:

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ

---

[1] سورۂ آل عمران: 186۔

اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ [1]

اے بیٹے نماز قائم کر، نیکی کا حکم کر اور برائی سے روکتا رہ اس سلسلے میں جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کر، بلاشبہ یہ بات ہمت والے اور پختہ امور میں سے ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر صورت میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم رکھنا ہے، منکرین توحید کی طرف سے ایذاء، دکھ، تکالیف اور مختلف قسم کے طعنے سننے پڑیں گے لیکن اس صورت میں انبیاء کرام کا طریقہ، خصوصاً رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ اور اس سے مدد و نصرت اور اجرِ عظیم کی امید رکھتے ہوئے عقیدۂ توحید پر مضبوطی سے قائم رہا جائے۔ اللہ تعالیٰ جمیع مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

[1] سورۂ لقمان:17۔

نواں باب

شرک کی قسمیں

نواں باب
شرک کی قسمیں

پہلے باب میں بیان ہو چکا ہے کہ شرک ظلم عظیم، سب سے بڑا گناہ اور نا قابلِ معافی جرم ہے، مگر شیطان نے انسانوں کو اس میں پھنسانے کیلئے طرح طرح کے طریقے اختیار کیئے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿١٧﴾[1]

(شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ) میں ان (اولادِ آدم) کیلئے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھ جاؤں گا پھر ان کے آگے، پیچھے اور دائیں اور بائیں طرف سے حملہ آور ہوں گا، تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہیں پائے گا۔

لہٰذا شیطان نے شرک کو کئی عجیب وغریب اور مختلف رنگوں میں مزین کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا تا کہ ہر کوئی کسی نہ کسی قسم میں گرفتار ہو جائے۔ شرک کی کئی ایسی اقسام ہیں جنہیں جاہل اور ان پڑھ لوگ نہیں سمجھتے بلکہ آباء واجداد کی تقلید اور قوموں اور قبائل کی مختلف رسوم ورواج میں گرفتار ہو کر شرک کا ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں اور وہ قطعاً یہ نہیں سمجھتے کہ ہم شرک کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

لہٰذا اس باب میں شرک کی وہ اقسام بیان کی جارہی ہیں جو عام جاہلوں اور مشرکوں میں مروج ہیں۔

اس باب میں 20 فصلیں ہیں۔

---

[1] سورۂ اعراف:16-17-

پہلی فصل: دعا یعنی بلانا اور پکارنا

یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ ہر مشکل میں اسی کو پکارا جائے، اس کے اچھے اچھے نام ہیں ان میں سے کسی نام کے ساتھ بھی اسے پکارا جا سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ [1]

آپ کہہ دیں کہ اللہ یا رحمان کو اسکے کسی بھی نام سے پکار سکتے ہو اس کے تمام نام اچھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو پکارنا بھی عبادت ہے، جیسا کہ فرمایا:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ [2]

اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ تم مجھے ہی پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا بلاشبہ جو لوگ میری عبادت (دعا) سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اس آیت سے چند احکام حاصل ہوئے:

- ہر حال میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جائے۔
- وہی حاجت مندوں کی پکار اور دعا سننے اور قبول کرنے والا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کو پکارنا عبادت ہے۔
- جو شخص عبادت کی کسی بھی قسم سے تکبر کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور اس سے دعا کرنے میں عار محسوس کرتا ہے اور تکبر کرتا ہے اس کیلئے بہت بڑی سختی ہے۔

عن النعمان بن بشير قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول الدعاء هو العبادة ثم قرأ {وقال ربكم ادعوني أستجب لكم إن الذين يستكبرون عن

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل: 110۔

[2] سورۂ مؤمن: 60۔

عبادتی سیدخلون جهنم داخرین}[1]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو پکارنا اور اسی سے دعا کرنا عبادت ہے، اس کی تائید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا آیت تلاوت کی۔

یہ حدیث سنن سعید بن منصور، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور الادب المفرد للبخاری میں بھی موجود ہے۔

ترمذی میں اسی آیت کے بارے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدعاء مخ العبادة[2]

دعا تمام عبادات کا مغز ہے۔

نیز الادب المفرد میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اشرف العبادة الدعاء[3]

ترجمہ: دعا معزز ترین عبادت ہے۔

تشریح: مندرجہ بالا آیات واحادیث سے ثابت ہوا کہ تمام عبادات میں بہترین عبادت اللہ تعالیٰ کو پکارنا اور اس سے دعا مانگنا ہے لہٰذا اس عبادت میں کسی اور مخلوق کو شریک نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح یہ عبادت سب سے اچھی اور بہتر عبادت ہے اسی طرح اس میں شرک کرنا

---

(1) جامع ترمذی کتاب التفسیر، باب تفسیر سورة البقرة، ج:2،ص:173، ح:2969، سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب فضل الدعاء، ح: 3827، مسند احمد ج: 4،ص: 267، 271، 272، سنن ابوداؤد کتاب الوتر، باب الدعاء ح: 1479، الادب المفرد باب فضل الدعاء، ح: 714، سنن کبریٰ للنسائی، کتاب التفسیر سورة غافر، ج:6،ص:450، ح: 11464، صحیح ابن حبان: 887، 890، مستدرک حاکم ج:1،ص: 667/ ج:2،ص:689، ح:1802، صححہ الحاکم ووافقہ الذہبی، الصحیحۃ للالبانی تحت حدیث: 2654، احکام الجنائز ص:246، ح:124۔

(2) درمنثور ج:5،ص:225، جامع ترمذی کتاب الدعوات، باب منہ، ح:3371، معجم طبرانی اوسط ج:3،ص:293، ح:3196۔

(3) الادب المفرد باب فضل الدعاء، ص:249، ح:713۔

بھی سب سے بڑا شرک ہوگا، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں، مثلاً: نبیوں، ولیوں اور بزرگوں کو پکارتے ہیں وہ صریح طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

لوگ عام طور پر مسجدوں، اوطاقوں، بنگلوں، دکانوں، بسوں اور گاڑیوں پر یا اللہ کے ساتھ یا محمد، یارسول اللہ، یاعلی، یاحسن، یاحسین، یاعبدالقادر جیلانی، یامعین الدین اجمیری وغیرہ لکھتے ہیں یہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ واضح شرک کرنا ہے کیونکہ مذکورہ تمام ہستیاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ [1]

اللہ کے علاوہ تم جن کو پکارتے ہو وہ تمہاری طرح اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

فرشتے، انبیاء، اولیاء وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ہے، لہٰذا محتاج لوگوں کو اس کی شان، عظمت، محبت یا عقیدت میں شریک کرنا انتہائی درجے کا ظلم اور بہت بڑا جرم ہے۔ نیز جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ پکارنا یا دعا کرنا عبادت کی اصل و مغز ہے لہٰذا نماز، جو کہ افضل عبادت ہے وہ تو پوری کی پوری دعا ہے اس کے ہر ایک رکن میں مختلف ادعیہ واذکار ہیں اس کے مغز (دعا) کو جب اللہ تعالیٰ کیلئے خالص نہ چھوڑا گیا بلکہ اس میں بھی شرک کیا گیا تو باقی کونسی عبادت اللہ تعالیٰ کیلئے خاص رہے گی؟ جب کھوپڑی سے مغز دماغ کو نکال دیا گیا تو پیچھے صرف کھوکھلی ہڈیاں باقی رہ جاتی ہیں، لہٰذا سب سے پہلے اس اصل عبادت میں شرک سے بچنا ضروری ہے۔

اس بارے میں چند آیات ذکر کی جاتی ہیں:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ [2]

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مت پکارو جو تجھے نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نقصان اگر تم نے ایسا کیا تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

---

(1) سورۂ اعراف: 194۔

(2) سورۂ یونس: 106۔

تشریح: ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو پکارنے سے صریح طور پر روک دیا گیا ہے اور انہیں پکارنا بالکل بے فائدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے پاس نفع ونقصان کا اختیار نہیں ہے لہٰذا دوسروں کو پکارنے والا ظالموں میں شمار ہوگا کیونکہ وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کر رہا ہے۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾ [1]

اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو مت پکارو ورنہ عذاب کیئے ہوئے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾ [2]

جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے معبود کو پکارے گا تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہی ہے، سچ ہے کہ کافر کامیاب نہ ہونگے۔

تشریح: اس آیتِ کریمہ سے تین اہم مسائل معلوم ہوئے:

- اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو پکارنے یا پوجنے کیلئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے اس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں اور نہ ہی عقل اس بارے میں کوئی دلیل یا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ جو خود محتاج ولاچار ہیں وہ دوسروں کے کس طرح حاجت روا بن سکتے ہیں؟
- اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارنا مسلمانوں کا نہیں بلکہ کافروں کا کام ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارنے والوں کو کوئی نجات یا کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿١٤﴾ [3]

---

[1] سورۂ شعراء: 213۔
[2] سورۂ مؤمنون: 117۔
[3] سورۂ رعد: 14۔

اسی کو (ہر حال میں) پکارنا حق ہے اور جو لوگ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ انہیں کبھی بھی جواب نہیں دے سکتے (ان پکارنے والوں کی مثال تو) صرف اس (آدمی) کی طرح ہے جو پانی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ پانی اس کے منہ تک (خود بخود) پہنچ جائے تو وہ پانی اس کے منہ تک کبھی بھی پہنچنے والا نہیں ہے، کافروں کی پکار تو صرف بربادی اور گمراہی میں ہے۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو پکارنا سراسر ناحق ہے۔ اور جو مشرکین، دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کا جواب بھی نہیں دے سکتے تو ان کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کس طرح کریں گے؟ یعنی جس طرح کنویں، دریا، سمندر بے جان ہیں اور ان میں موجود پانی بھی بے جان ہے، اس کی طرف صرف ہاتھ بڑھانے سے پانی منہ تک نہیں پہنچ سکتا یہی حال مردوں کو پکارنے والوں کا ہے کہ نہ وہ ان کی کوئی حاجت پوری کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی مشکل آسان کر سکتے ہیں بلکہ وہ ان کی پکار سننے سے بھی بالکل عاجز ہیں۔

اس آیت نے یہ واضح کر دیا کہ غیر اللہ کو پکارنا کفریہ عمل ہے، نیز غیر اللہ کو پکارنا، بالکل بے فائدہ اور رائیگاں ہے جس کا نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ [1]

اپنے دین اور عقیدے کو خالص کرتے ہوئے اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارو اگرچہ کافر اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔

تشریح: ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ رکھنا چاہیے، اسے حاجت روا سمجھنا چاہیئے، اسی سے امیدیں وابستہ رکھنی چاہئیں اور اسی سے ڈرتے رہنا چاہئے، صرف اسی اکیلے اللہ تعالیٰ کو اپنے تمام امور میں حاجت روا و مشکل کشا جان کر پکارنا چاہیئے، جیسا کہ حکم ہے:

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ [2]

یعنی اسی اکیلے اللہ تعالیٰ کو، ڈرتے ہوئے اور امید و طمع رکھتے ہوئے پکارو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ

---

(۱) سورۂ مؤمن: 14۔

(۲) سورۂ اعراف: 56۔

کی رحمت محسنین کے قریب ہے۔

اور جس شخص نے اپنا عقیدہ خالص نہ کیا تو اس نے قرآن مجید کے حکم کی نافرمانی و مخالفت کی، نیز ثابت ہوا کہ خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنے سے ناراض ہونا اور چڑنا، کفار کی عادت ہے، جبکہ مسلمان تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو اسی عقیدہ پر ثابت قدم رہنے کا حکم ہے کہ وہ کفار کی ناراضگی اور غصے کی پرواہ نہ کریں بلکہ عقیدۂ توحید پر پوری طرح ثابت قدم رہیں۔

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ﴿٢٠﴾ [1]

آپ کہہ دیں کہ میں صرف اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا۔

تشریح: ثابت ہوا کہ نبوی طریقہ اور سنت یہی ہے کہ اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے، دوسروں کو پکارنا بعد کے مشرکین کا طریقہ ہے لہٰذا یہ طریقہ بدعت وضلالت بھی ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ کئی انبیاءِ کرام علیہم السلام کو تکالیف، مشکلات، آزمائشیں اور دکھ پہنچے مگر سب نے اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا، سیدنا آدم، نوح، شعیب، اسماعیل، یوسف، یونس، لوط، داؤد، ایوب، ہود، زکریا، موسیٰ، ہارون، اور عیسیٰ علیہم السلام کی دعائیں قرآن مجید میں مذکور ہیں، سب نے صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا کسی نے بخشش طلب کی، کسی نے اولاد، کسی نے مرض سے شفایابی تو کسی نے مصیبت سے نجات، کسی نے عملِ صالح اور نعمت کے شکر ادا کرنے کی توفیق، کسی نے دشمن پر فتح کیلئے دست دراز کیئے تو کسی نے ایمان پر خاتمہ کیلئے، کسی نے رزق کیلئے التجائیں کیں تو کسی نے فتنہ، شرک اور کفر سے پناہ طلب کی، کسی نے دنیا و آخرت میں بھلائی طلب کی، اور کسی نے رب العالمین سے جنت کا سوال کیا، الغرض دنیا و آخرت کی ہر ضرورت و حاجت کیلئے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی برگزیدہ جماعت نے اللہ سے دعائیں مانگیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار ادعیہ قرآن وحدیث میں مذکور ہیں۔ نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے دیگر صالح بندوں اور بندیوں کی دعاؤں کا ذکر ملتا ہے، مثلاً: فرعون کی بیوی، عمران کی بیوی، ملکہ سبا، اصحاب کہف، اور اصحاب الاعراف، اسی طرح دیگر جنتی لوگوں کی دعائیں بھی مذکور ہیں مگر کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہ پکارا جس سے

---

(1) سورۂ جن: 20۔

ثابت ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث میں صرف یہی تعلیم ہے کہ اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿١٨﴾ [1]

بے شک تمام مساجد اور عبادت گاہیں خاص اللہ تعالیٰ کی ہیں لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہ پکارو۔

تشریح: جبکہ پکارنا عبادت ہے اور تمام عبادت گاہیں صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کی ہیں نہ کہ کسی ولی، بزرگ، پیر، حاکم، وڈیرے یا کسی چوہدری کی، تو پھر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو پکارنا کیسے جائز ہوگا؟

وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ [2]

میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں۔ صرف اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگ کر محروم نہ رہوں گا۔

تشریح: یہ آیت تعلیم دے رہی ہے کہ غیر اللہ کے پجاریوں اور ان کے خودساختہ معبودوں سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے کیونکہ ان کے ساتھ رہن سہن اور صحبت اختیار کرنے سے گمراہی کا بڑا خطرہ لاحق رہتا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ [3]

جس وقت ہمارے قاصد (فرشتے) مشرکوں کی روح قبض کرنے کیلئے آئیں گے تو کہیں گے کہ کہاں ہیں تمہارے (وہ معبود) جن کو تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے تھے (مشرک) کہیں

---

(1) سورۃ جن: 18۔

(2) سورۃ مریم: 48۔

(3) سورۃ اعراف: 37۔

گے کہ وہ ہم سے گم ہو گئے (اس وقت) اپنے اوپر گواہی دیں گے کہ وہی کافر تھے۔

تشریح: اس آیت نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارنے والے پہلے اپنے کافر ہونے کا اعتراف کریں گے پھر ان کی روح قبض ہو گی، علامہ نسفی حنفی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اعترفوا بکفرھم بلفظ الشھادۃ اللتی ھی لتحقیق الخبر۔[1]

یعنی وہ اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں گے قرآن مجید نے اس خبر کو گواہی کہا ہے یعنی ان کے کافر ہونے کی یہ خبر تحقیقی اور برحق ہے۔

وَإِذَا رَءَا الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِن دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾[2]

اور جب مشرکین (قیامت کے دن) اپنے شریکوں کو دیکھیں گے (جنہیں دنیا میں مشکل کے وقت پکارتے تھے) تو کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہیں ہمارے شریک جن کو (مشکل کے وقت) تیرے سوا ہم پکارا کرتے تھے، پھر وہ انہیں جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو، اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کریں گے اور جو جھوٹ گھڑتے تھے (یعنی دوسرے معبودوں کو پکارتے تھے) وہ ان سے غائب ہو جائیں گے۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا جھوٹا دین ہے اور خود ان کے معبود، جنہیں وہ پکارتے تھے وہ انہیں جھوٹا قرار دیں گے، اس وقت انہیں کوئی چیز کام نہ آئے گی اور وہ اپنی عظیم غلطی یعنی غیر اللہ کو پکارنے کا اعتراف کریں گے۔

خلاصہ: ان آیات کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارنا، کفر، شرک اور بہت بڑا ظلم ہے، مشرکین کی یہ پکار فضول اور برباد ہے، غیر اللہ کی پکار، بیکار اور بے

---

(1) تفسیر نسفی ج:2،ص:52۔

(2) سورۃ نحل:86-87۔

مقصود بے معنی ہے ایسے شخص کیلئے جہنم کا سخت ترین عذاب ہے، اس کے مقابلے میں اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارنا مومن کی شان ہے، وہ اسی پر خوش ہوتے ہیں مگر مشرکین ایک اللہ تعالیٰ کو پکارنے پر ناراض ہوتے ہیں اور غصہ کرتے ہیں درحقیقت شیطان نے انہیں اللہ تعالیٰ کا باغی بنادیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاِنۡ يَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَيۡطٰنًا مَّرِيۡدًا ﴿۱۱۷﴾ [1]

(جو لوگ) اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ (درحقیقت) صرف دھتکارے ہوئے شیطان کو پکارتے ہیں۔

کیونکہ جن کی پوجا کی گئی اور جنہیں پکارا گیا ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو اس پوجا پاٹ اور پکار سے ناراض تھے، بلکہ وہ اپنی پوری عمر صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہے، اسی بات کی دوسروں کو بھی تلقین کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارنے سے منع کرتے رہے، اس لئے وہ قیامت کے دن بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے کہیں گے:

قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ مَا كَانَ يَنۡۢبَغِىۡ لَنَاۤ اَنۡ نَّـتَّخِذَ مِنۡ دُوۡنِكَ مِنۡ اَوۡلِيَآءَ وَلٰـكِنۡ مَّتَّعۡتَهُمۡ وَاٰبَآءَهُمۡ حَتّٰى نَسُوا الذِّكۡرَ‌ۚ وَكَانُوۡا قَوۡمًۢا بُوۡرًا ﴿۱۸﴾ [2]

وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ذات ہے خود ہمیں ہی یہ زیبا نہ تھا کہ تیرے سوا اوروں کو اپنا کارساز بناتے بات یہ ہے کہ تو نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو آسودگیاں عطا فرمائیں یہاں تک کہ وہ نصیحت بھلا بیٹھے، یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے۔

ثابت ہوا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام، فرشتے، اولیاء اور صلحاء رحمہم اللہ مشرکین کے شرک اور انکی پکار سے بیزار ہیں نہ انہوں نے یہ تعلیم دی اور نہ ہی وہ اس پر راضی تھے، ان کی یہ پوجا اور پکار دراصل شیطان کی پوجا ہے۔

---

[1] سورۂ نساء: 117۔

[2] سورۂ فرقان: 18۔

اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو خود اپنی پوجا پاٹ کرواتے ہیں اور اپنے پکارے جانے پر خوش ہوتے ہیں، بلکہ کہتے ہیں کہ ہم سومیل کی مسافت سے بھی پکار سن لیتے ہیں اور مدد کرتے ہیں، یہ دعویٰ کر کے وہ اپنی الوہیت کا دعویٰ کر رہے ہیں لہٰذا یہ خود شیطان ہیں اور شیطان نے بھی انہیں یہی تعلیم دی ہے، ان کی یہ پکار دراصل شیطان کو پکارنا ہے اور یہ شیطان کے پجاری ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان سچ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ شیطان ہی کی پوجا کرتے وراسی کو پکارتے ہیں۔

اس کے بعد اس بارے میں چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

۱۔ عن عبد الله بن مسعود قال رجل يا رسول الله أي الذنب أكبر عند الله قال أن تدعو لله ندا وهو خلقك قال ثم أي قال ثم أن تقتل ولدك خشية أن يطعم معك قال ثم أي قال ثم أن تزاني بحليلة جارك فأنزل الله عز وجل تصديقها { والذين لا يدعون مع الله إلها آخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق أثاما } الآية [1]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہ تم اس کا شریک بناؤ اور اس کے علاوہ کسی اور کو پکارو حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اس نے کہا پھر کونسا گناہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا اپنے ساتھ کھانے کے ڈر سے (یعنی تنگی رزق کی بناء پر) تم اپنی اولاد کو قتل کرو، اس نے کہا اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کیلئے یہ آیت (سورۃ الفرقان ع 6 پ 19 آیت 18) نازل فرمائی: (کہ اللہ کے بندے وہ ہیں) جو (کسی بھی مشکل میں) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو

---

[1] مشکوۃ المصابیح ص: 16-17، صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ: ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم، ح: 6861، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الشرک اقبح الذنوب وبیان اعظمہا بعدہ، ح: 86، جامع ترمذی، کتاب التفسیر باب ومن سورۃ فرقان، ح: 3182، 3183، سنن ابو داؤد کتاب الطلاق، باب فی تعظیم الزنا، ح: 2310، سنن نسائی، کتاب المحاربۃ، باب ذکر اعظم الذنوب، ح: 4018، مسند احمد ج: 1، ص: 380، 431، 434، 462، 464، شعب الایمان ج: 4، ص: 338، 353، ح: 5361، 5370۔

نہیں پکارتے، نہ وہ ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں، جس شخص نے بھی ایسا کیا وہ بڑا قصور وار ہے، وہ جہنم کی وادی میں داخل ہوگا اس کیلئے عذاب دو گنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل ورسوا ہو کر رہے گا۔

تشریح: یہ حدیث فریابی، احمد، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور شعب الایمان للبیہقی میں بھی مروی ہے۔ [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارنا، قتل اور زنا جیسے خطرناک گناہوں سے بھی بڑا گناہ ہے، لہٰذا یہ عمل کسی مسلمان کا نہیں ہوسکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارے ایسے لوگوں کیلئے ذلت ورسوائی والا دائمی اور سخت ترین عذاب ہوگا۔

۲۔ عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول قال الله تبارك وتعالى يا ابن آدم إنك ما دعوتني ورجوتني غفرت لك على ما كان فيك ولا أبالي يا ابن آدم لو بلغت ذنوبك عنان السماء ثم استغفرتني غفرت لك ولا أبالي يا ابن آدم إنك لو أتيتني بقراب الأرض خطايا ثم لقيتني لا تشرك بي شيئا لأتيتك بقرابها مغفرة۔ [2]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھے پکارتا رہے اور مجھ سے امیدیں وابستہ رکھے تب تک میں تیرے گناہ جو بھی ہوں معاف کرتا رہوں گا، اے ابن آدم اگر تیرے گناہ آسمان کے کناروں تک پہنچ جائیں اور تو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں تجھے بخشتا رہوں گا اور مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے، اے ابن آدم اگر تو میرے پاس زمین کو بھر دینے کے برابر گناہ لے آئے مگر تو نے میرے ساتھ شرک

---

[1] درمنثور ج:5، ص:77۔

[2] مشکوۃ المصابیح ص:204، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الذکر والدعاء التقرب الی اللہ، ح:2687، جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب الحدیث القدسی یا ابن آدم انک ما دعوتنی، ح:3540، سنن دارمی کتاب الرقائق، باب اذا تقرب العبد الی اللہ، ح:2788، مسند احمد ج:5، ص:148، 154، 155، 167، 172، 180۔

نہ کیا ہو (یعنی کسی اور کو نہ پکارا ہو) تو میں تجھے اتنی ہی بخشش عطا کروں گا۔

تشریح: ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی دوسرے کو پکارنا شرک ہے، اور ایسے شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے گناہ معاف ہونگے، اس کے مقابلے میں اگر کسی شخص کے کتنے ہی گناہ کیوں نہ ہوں مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارے اور نہ وہ کوئی اور شرک کرے تو اس کیلئے بخشش کی امید ہے۔

سنن نسائی، کتاب المحاربۃ، باب الحکم فی المرتد میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر چار مردوں اور دو عورتوں کے علاوہ سب کو امان دے دی گئی ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کردو اگرچہ وہ بیت اللہ کے غلاف کو چمٹے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں (کیونکہ یہ کفر کے بڑے سرغنہ اور اسلام کے خلاف سازشوں میں سب سے آگے تھے) ان چار میں سے ایک ابوجہل کے بیٹے عکرمہ بھی تھے جن کا واقعہ کچھ اس طرح ہے:

أما عكرمة فركب البحر فأصابهم عاصف فقال أصحاب السفينة أخلصوا فإن آلهتكم لا تغني عنكم ههنا شيئا فقال عكرمة والله لئن لم ينجني في البحر الا الإخلاص لا ينجيني في البر غيره اللهم إن لك علي عهدا إن عافيتني مما أنا فيه أن آتي محمدا حتى أضع يدي في يده فلا أجدنه الا عفوا كريما قال فجاء فأسلم الحديث۔[1]

یعنی عکرمہ ایک کشتی میں سوار ہو کر فرار ہونے لگے، کشتی کو طوفان نے گھیر لیا، کشتی والے (جو کہ مشرک تھے) آپس میں کہنے لگے کہ اب تو خالص اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارو کیونکہ تمہارے معبود (اور درگاہیں جن کو تم نجات کیلئے پکارتے رہے ہو) اس (مشکل) وقت میں وہ تمہیں نہیں بچا سکتے! تب عکرمہ (کا دماغ ٹھکانے آگیا اور اس) نے کہا اللہ کی قسم جب دریا میں خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنے سے ہی نجات ملے گی تو خشکی پر بھی اس کے سوا کوئی ذریعہ نجات نہ ہوگا (انہوں نے دعا کی

[1] سنن نسائی ج:2، ص:150، ح:4072۔

کہ)اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے اس مشکل سے مجھے نجات دے دی تو میں سیدھا رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤں گا اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دونگا (یعنی اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دونگا)اور مجھے امید ہے کہ میں انہیں معاف کرنے والا اور سخاوت کرنے والا پاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرتے ہوئے انہیں طوفان سے نجات دے دی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اسلام قبول کر لیا۔

تشریح: یہ حدیث سنن دار قطنی، مستدرک للحاکم اور تفسیر ابن مردودیہ میں بھی ہے (الاصابۃ لابن حجر ج ۲ ص ۴۹۰)تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۰ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فقال القوم بعضهم لبعض انه لايغنى عنكم إلا أن تدعوا الله وحده فقال عكرمة فى نفسه والله إن كان لا ينفع فى البحر غيره فإنه لاينفع فى البر غيره۔

یعنی کشتی والے آپس میں کہنے لگے کہ آج نجات کیلئے دوسری کوئی صورت نہیں لہٰذا اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارو یعنی دوسروں کو آوازیں لگانا بند کر دو تب عکرمہ نے اپنے دل میں کہا کہ جب دریا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا فائدہ نہیں دے سکتا تو خشکی میں بھی اس کے علاوہ کوئی اور فائدہ نہیں دے سکتا پھر انہوں نے مندرجہ بالا دعا کی۔

ناظرین: مقامِ عبرت ہے کہ عکرمہ جیسے خطرناک کافر اور خطرناک کافر ابوجہل کے بیٹے جن کیلئے کسی قسم کی معافی اور امان نہیں ہے مگر یہ توحید کی برکت ہے کہ جب انہوں نے سچے دل سے توبہ کی، توحید کو سمجھ لیا، اور یہ اقرار کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ کوئی پکار سنتا ہے اور نہ ہی پکارے جانے کے کوئی لائق ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بھی دعا قبول کی اور انہیں بھی نجات دی یوں وہ دولتِ اسلام سے مالا مال ہو کر دنیا و آخرت میں نجات پا گئے، سوچنا چاہئے کہ وہ مشرک اور کافر جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ سے لڑتے رہے، آپ ﷺ کو تکلیفیں پہنچانے میں انہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی، کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عذاب وعقوبت کا نشانہ بنایا اور کتنے ہی صحابہ کو قتل کر دیا اور وہ

ہر طرح کی برائیوں میں ملوث تھے مگر وہ بھی جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے تو دوسروں کو پکارنا ترک کر دیتے اور یہ اعتراف کرتے کہ اس وقت ہمارے معبود کچھ نہیں کر سکتے اس لئے وہ ایسے موقعوں پر سب کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ [1]

جب تم دریا میں کسی مشکل میں گرفتار ہوتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب بھلا بیٹھتے ہو اور صرف اللہ ہی کو پکارتے ہو۔

مگر افسوس تو آج کے نام نہاد مسلمانوں پر ہے جو کلمہ ''لا إلہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)'' بھی پڑھتے ہیں مگر سخت ترین مشکل مثلاً سیلاب، زلزلہ، طوفان، حادثہ، گھر، دکان یا گاؤں میں آگ لگ جانے کی صورت یا کسی دوسری آفت کے وقت بھی انہیں اللہ تعالیٰ یاد نہیں آتا اور نہ ہی وہ شرک سے توبہ کرتے ہیں بلکہ اپنے پیروں، ولیوں، درگاہوں اور بزرگوں کو پکارنے لگ جاتے ہیں، انہیں عکرمہ کے اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارنے کے علاوہ کوئی راہ نجات نہیں ہے لہٰذا ہر وقت اور ہر مشکل گھڑی میں صرف اسے ہی پکارتے رہنا چاہئے دوسروں کو پکارنا سب سے بڑا شرک ہے۔

دوسری فصل: سجدہ، رکوع اور جھکنا

یہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ اس کے سامنے اپنی گردن جھکائی جائے، اپنا سر خم کیا جائے اور اپنی پیشانی زمین پر ٹکا دی جائے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [2]

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکوع کرو اور سجدہ کرو، اپنے (اسی)

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل: 67۔

[2] سورۂ حج: 77۔

رب کی عبادت و بندگی کرو، اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدہ اور رکوع عبادت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت درست نہیں ہے کیونکہ غیر اللہ کی عبادت شرک ہے۔

الرکوع: یعنی الخضوع

عاجزی وانکساری کے ساتھ جھکنا، رکع یرکع رکوعا، طأطأ رأسه، یعنی اس نے سر جھکایا۔

نماز میں گردن جھکا دینے والی حالت کو بھی رکوع کہا جاتا ہے:

وكانت العرب في الجاهلية تسمي الحنيف راكعا اذا لم يعبد الاوثان وتقول ركع الى الله ومنه قول الشاعر: الى ربه رب البرية راكع۔

یعنی زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ، حنیف، جو غیر اللہ کی پوجا پاٹ نہ کرے اسے راکع (رکوع کرنے والا) کہتے تھے، اور کہتے تھے کہ یہ شخص اکیلے اللہ کی طرف لوٹا ہے، ایسا استعمال عرب کے اشعار میں بھی ملتا ہے، والرکوع الانحناء، جھکنے کے معنی میں، لہٰذا بڑھاپے کی عمر میں جھک جانے والے کیلئے کہا جاتا ہے، رکع الشیخ۔ (لسان العرب ج۸ ص ۱۳۳)

المفردات للراغب ص ۲۰۲ میں ہے:

الركوع الانحناء فتارة يستعمل في الهيئة المخصوصة في الصلاة كما هي وتارة في التواضع والتذلل اما في العبادة واما في غيرها۔

یعنی رکوع جھکنے کے معنی میں ہے، خواہ نماز میں ایک خاص ہیئت کیلئے ہو یا تواضع، عاجزی اور انکساری کیلئے ہو، عبادت میں ہو یا غیر عبادت میں۔

ثابت ہوا کہ ہر قسم کا جھکنا صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، اور یہ جو تاویل کی جاتی ہے کہ ہم عبادت کیلئے نہیں بلکہ تعظیم کیلئے رکوع کرتے یا جھکتے ہیں، بالکل غلط ہے کیونکہ اس قسم کی تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

سجدہ:

لسان العرب میں ہے کہ:

سجد يسجد سجودا وضع جبهته بالأرض وقوم سجد وسجود .... ومصلى الجماعات مسجد بكسر الجيم والمساجد جمعها والمساجد أيضا الآراب التى يسجد عليها والآراب السبعة .... وقوله تعالى وإن المساجد لله قيل هى مواضع السجود من الإنسان .... أبو بكر سجد إذا انحنى وتطامن إلى الأرض وأسجد الرجل طأطأ رأسه وانحنى وكذلك البعير قال الأسدى أنشده أبو عبيد وقلن له أسجد لليلى فأسجدا يعنى بعيرها أنه طأطأ رأسه لتركبه .... وسجدت وأسجدت إذا خفضت رأسها لتركب .... ونخلة ساجدة إذا أمالها حملها وسجدت النخلة إذا مالت ونخل سواجد مائلة .... وسجد خضع قال الشاعر ترى الأكم فيها سجدا للحوافر ومنه سجود الصلاة وهو وضع الجبهة على الأرض ولا خضوع أعظم منه .... وكل من ذل وخضع لما أمر به فقد سجد ومنه قوله تعالى تتفيأ ظلاله عن اليمين والشمائل سجدا لله وهم داخرون أى خضعا .... وسجود الموات محمله فى القرآن طاعته لما سخر له ومنه قوله تعالى ألم تر أن الله يسجد له من فى السموات ومن فى الأرض إلى قوله وكثير حق عليه العذاب۔[1]

یعنی سجدہ بمعنی پیشانی زمین پر رکھنا، اس سے اسم فاعل ساجد ہے یعنی سجدہ کرنے والا، اس کی جمع سجد اور سجود ہے، مسجد جیم کی زیر کے ساتھ، جماعت کیلئے نماز پڑھنے کی جگہ، اس کی جمع مساجد ہے، نیز مساجد ان سات اعضاء کو بھی کہا جاتا ہے جن پر سجدہ کیا جاتا ہے (یعنی دو ہاتھ، دو گھٹنے، دو پیر، پیشانی ناک کو ایک عضو شمار کیا گیا ہے)

جبکہ بعض علماء نے اس آیت

---

[1] لسان العرب ج:3، ص:204-206۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ [1]

سے بھی یہی مراد لیا ہے کہ ان سات اعضاء کا جھکنا صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ امام ابوبکر فرماتے ہیں: سجود عاجزی کے معنی میں بھی ہے اور زمین کی طرف سر جھکانے کے معنی میں بھی، اسی لئے سوار ہونے والے کیلئے اونٹ کے گردن جھکانے کو بھی سجدہ کہا جاتا ہے، ایسی مثالیں عرب کلام میں ملتی ہیں، کھجور کے درخت کی شاخوں کے زمین کی طرف جھکنے اور مائل ہونے کو بھی سجدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، سجدہ، خشوع، خضوع اور عاجزی کو بھی کہا جاتا ہے، نماز میں سجدہ کرنا اسی اعتبار سے ہے کہ اس سے بڑھ کر عاجزی وانکساری والی دوسری کوئی ہیئت نہیں ہے۔ کسی کے حکم کے سامنے تابع وعاجز ہو جانے کو بھی سجدہ کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ [2]

یہاں پر سجدہ، اتباع وعاجزی کے معنی میں ہے، یہی مطلب بے جان اشیاء کے سجدہ کا ہے جیسا کہ سورج، چاند، زمین، آسمان، ستاروں، پہاڑوں، ور درختوں کا سجدہ قرآن مجید میں مذکور ہے (الحج ع ۲ پ ۱۷)

الغرض سجدے کی یہ تمام اقسام صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں، جن میں اس کا کوئی شریک نہیں کیونکہ مخلوق کیلئے سجدہ حرام ہے، سجدہ صرف خالق کائنات کو سزاوار ہے۔

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ [3]

نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ ہی چاند کو، سجدہ صرف اس اللہ کو کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہو۔

تشریح: اللہ کی خالص عبادت یہی ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، سجدہ بھی

[1] سورۂ جن:18۔

[2] سورۂ نحل:48۔

[3] سورۂ حم السجدہ:37۔

عظیم عبادت ہے کہ بندہ اس حالت میں انتہائی عاجز اور ذلیل ہوتا ہے کہ اپنی پیشانی، ناک اور گھٹنے زمین پر رکھ دیتا ہے، ایسی عاجزی صرف رب العالمین احکم الحاکمین کے لائق اور سزاوار ہے کیونکہ دوسرے تمام محتاج ہیں اور محتاج کیلئے عبادت لائق نہیں ہے۔

جس طرح سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے بندے، مخلوق اور محتاج ہیں، اسی نے انہیں روشنی اور چمک عطا کی ہے، ان کا حسن اپنا ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے، اسی طرح جن ولیوں اور بزرگوں کی پوجا کی جاتی ہے ان کا وجود، جسم وجان اور ایک ایک عضو اور ان کا استعمال، پہلوانوں کی پہلوانی، علماء کا علم، ولیوں کی ولایت اور بزرگوں کی بزرگی یہ سب اللہ تعالیٰ کی دین ہے اور اس کی طرف سے عطا کردہ نعمتیں ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے یہ سورج اور چاند کی طرح محتاج ہیں لہذا ان سب کو سجدہ حرام ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿٦٢﴾ [1]

اللہ ہی کو سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

تشریح: لفظ ''اللہ'' میں ل (لام) اختصاص کیلئے ہے جیسا کہ ہم نے مقدمہ بدیع التفاسیر باب ۱۵ فصل ۲۱ میں ذکر کیا ہے تفسیر الجمل ج ۴ ص ۲۴۰، الصاوی علی الجلالین ج ۴ ص ۱۳۷ اور فتح البیان مصنفہ نواب صدیق حسن ج ۶ ص ۱۹۵ وغیرہ تفاسیر میں بھی اسی طرح مذکور ہے لہذا معنی یہ ہوگا کہ سجدہ خاص اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، اور ل (لام) استحقاق کا بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہے، اس صورت میں معنی ہوگا کہ سجدے کا حقدار اللہ ہے، اس سلسلے میں باب ۲ کی فصل نمبر ۲ میں حدیث گزری کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں کے ذمہ یہ حق ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں مگر مشاہدہ کی بات یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت، پیروں اور گدی نشینوں کے سامنے سجدے کرتی رہتی ہے، لوگ زندہ خواہ مردوں کے سامنے نماز کی طرح سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اس سے بڑھ کر شرک وکفر کیا ہوگا؟

---

[1] سورۂ نجم: 62۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ساتھ رہنے والے پرندے ہُدہُد نے اس طرح بیان کیا:

اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ [1]

بے شک میں نے ایک عورت دیکھی جو ان (سبا والوں پر) حکمرانی کرتی ہے اور اسے ہر نعمت عطا کی گئی ہے اور اس کے پاس ایک بڑا تخت بھی ہے، میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ، سورج کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، شیطان نے ان کیلئے برے کام مزین کر دیئے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک رکھا ہے لہٰذا وہ ہدایت حاصل نہیں کرتے، وہ اس اکیلے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمان وزمین کی پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرتا ہے اور جو تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو اسے جانتا ہے، اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

تشریح: غور کریں ایک پرندہ جس کا شمار غیر ذوی العقول میں ہوتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے بڑی معرفت اور پہچان عطا فرمائی اور اسے خالق اور مخلوق میں فرق کرنے کی توفیق بخشی، اس نے واضح کیا کہ سجدے اور عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کے علاوہ کوئی اور سجدہ کے لائق نہیں، افسوس تو ان مولویوں پر ہے جو کئی طرح کے بہانے تراش کر غیر اللہ کیلئے سجدہ جائز قرار دیتے ہیں، ان سے تو یہ پرندہ ہزار درجہ بہتر ہے جو شرک، توحید کا فرق جانتا ہے اور صرف رب العالمین کے سامنے سجدہ ریز ہونے کو برحق قرار دیتا ہے، مگر یہ ہر روز قرآن وحدیث کو پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی نہیں سمجھتے۔ اللہ رب العالمین نے سچ فرمایا ہے کہ ''ہم نے کتنے ہی

---

[1] سورۂ نمل: 23-26۔

جنوں اور انسانوں کو جہنم کیلئے پیدا کیا ہے، جن کی صفت یہ ہے کہ ان کے دل ہیں لیکن سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر سنتے نہیں ہیں، یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ جانوروں سے بھی بڑھ کر گمراہ اور غافل ہیں'' (الاعراف ع ۲۲ پ آیت ۱۷۹)

یعنی یہ لوگ قرآن وحدیث پڑھنے اور سننے کے باوجود توحید کو نہیں سمجھتے اور نہ ہی اپنے رسمی شرک سے نکلتے ہیں لہٰذا ان سے تو جانور بھی اچھے اور بہتر کہلائیں گے جو خالق ومخلوق اور شرک وتوحید کو جانتے ہیں۔ اس واقعہ سے چند اہم امور ظاہر ہوئے:

الف۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو سجدہ کرنا گمراہی ہے اور ایسے لوگوں کو سیدھی راہ نصیب نہیں ہوتی جو غیر اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔

ب۔ غیر اللہ کو سجدہ کرنا اور ان کے سامنے جھکنا، بدکار اور برے اعمال میں گرفتار لوگوں کا کام ہے، انہیں اپنی بداعمالیوں اور بدکاریوں پر کوئی افسوس وحسرت نہیں ہوتی بلکہ وہ ان پر فخر کرتے اور خوش ہوتے ہیں۔

د۔ خلقِ خدا کو گمراہ کرنے کیلئے شیطان کا یہ بہت بڑا حربہ ہے کہ انہیں شرک میں گرفتار کردے، اس کی مختلف صورتیں ہیں کہ مثلاً پیروں، فقیروں، قبوں، قبروں، درگاہوں، آستانوں بلکہ پیروں اور بزرگوں کی تصاویر کے سامنے رکوع وسجود کروائے اور پھر انہیں طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا کردے۔

ھ۔ شرک کے ذریعہ سے شیطان ان کی ذہنیت اس طرح بنادیتا ہے کہ جن برائیوں سے ایک سلیم الفطرت انسان نفرت کرتا ہے، شیطان ان برائیوں کو ان کے سامنے اس انداز سے مزین کرکے پیش کرتا ہے کہ وہ برائیاں ان کو اچھی معلوم ہونے لگتی ہیں اور وہ انہیں پسند کرنے لگتے ہیں۔

و۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جنہیں سجدے کیے جاتے ہیں، وہ ان کے حقدار نہیں ہیں۔ یعنی خود ان کیلئے بھی یہی لائق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کریں نہ کہ اپنے آپ کو کسی سے سجدہ کروائیں۔

ز۔ سجدے کا لائق اور حقدار اللہ تعالیٰ ہے جو کہ بادشاہوں کا بادشاہ تمام حاکموں کا حاکم،

ہر پوشیدہ چیز کو جاننے والا اور ظاہر کرنے والا ہے۔

ج۔ آسمان و زمین میں کئی عجائبات کا ظہور ہوتا رہتا ہے، یہ سب کچھ اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور ان میں یہ درسِ عبرت ہے کہ سجدے اور بندگی کا حقدار صرف اللہ تعالیٰ ہے، جس نے یہ حسن اور رنگا رنگ نظارے دکھائے اور وہ اپنے بندوں کے فائدے کیلئے پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔

ط۔ بلکہ بندے کی طرف سے یہ بہت بڑی زیادتی اور انتہائی ناشکری ہوگی کہ وہ اتنے بڑے مہربان کے ساتھ شرک کرتے ہوئے مخلوقات کے سامنے سر جھکائے اور سجدے کرے۔

ی۔ جب اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پھر اس کے علاوہ کسی اور کیلئے عبادت کا کوئی عمل بھی جائز نہیں خواہ وہ سجدہ ہو، رکوع ہو یا دعا اور پکار ہو۔

اس مسئلہ کے متعلق میں چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

۱۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لو كنت آمرا احدا ان يسجد لاحد لأمرت المرأة ان تسجد لزوجها۔ [1]

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی کو اللہ کے علاوہ، کسی اور کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

تشریح: یہ روایت مسند احمد میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے، مستدرک حاکم میں بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ سے اور ابوداؤد میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ [2]

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے سامنے گردن جھکانے اور سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ عورت پر تعظیم کا سب سے بڑا حق اس کے خاوند کا ہے لیکن اسے بھی شوہر کو سجدہ کرنے

[1] مشکوۃ المصابیح ص:281، جامع ترمذی ابواب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المراۃ، ح:1159، مسند احمد ج:4، ص:381، ج:3، ص:158، ج:5، ص:227، مستدرک حاکم ج:4، ص:171-172، ج:2، ص:189، ح:2768، 7324، 7325۔

[2] الجامع الصغیر ج:2، ص:130۔

کا حکم نہیں دیا گیا تو پھر پیروں اور بزرگوں کے سامنے جھکنا اور سجدے کرنا کیسے جائز ہوگا؟
بلکہ اس حدیث سے تو بالکل واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو سجدہ کرنے کا کوئی بھی حکم نہیں ہے، یہ دین میں، بعد والوں کا داخل کیا گیا کام ہے لہٰذا یہ مردود و باطل ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔[1]
یعنی جس نے ہمارے اس کام یعنی دین میں کوئی ایسا نیا عمل شامل کیا یا ایسا کوئی نیا کام داخل کیا جو پہلے اس میں موجود نہ تھا تو وہ مردود ہے۔
نیز مشکوٰۃ میں بحوالہ مسلم سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة۔[2]
خطبہ میں اما بعد کہنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا سب سے اچھی اور بہتر حدیث اور بات، اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، تمام طریقوں میں سب سے بہتر طریقہ، محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں میں برا کام وہ ہے جو دین میں نیا ایجاد کیا جائے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

عن قیس بن سعد قال: أتیت الحیرة فرأیتهم یسجدون لمرزبان لهم فقلت رسول الله أحق أن یسجد له قال فأتیت النبی صلی الله علیه وسلم فقلت إنی أتیت الحیرة فرأیتهم یسجدون لمرزبان لهم فأنت یا رسول الله أحق أن نسجد لك قال "أرأیت لو مررت بقبری أكنت تسجد له؟" قال قلت لا قال "فلا تفعلوا لو كنت آمرا أحدا أن یسجد لأحد لأمرت النساء أن یسجدن لأزواجهن

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص:27، صحیح بخاری کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، ح:2697، صحیح مسلم کتاب الاقضیہ، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور، ح:1718۔
[2] صحیح مسلم کتاب الجمعہ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبہ، ح:867۔

لما جعل اللہ لھم علیھن من الحق ".[1]

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (کوفہ کے ایک قدیم شہر) الحیرہ میں دیکھا کہ وہ لوگ اپنے بڑوں (بزرگوں) کے سامنے سجدہ ریز ہیں: میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سے کہیں زیادہ حقدار ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ ریز ہوا جائے (کیونکہ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عزت وشان والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ ذکر کرتے ہوئے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہوا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بتاؤ (میری وفات کے بعد) اگر تم میری قبر کے پاس سے گذرو تو کیا تم میری قبر کو سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کی کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم یہ کام نہ کرو (یعنی میری زندگی اور وفات کے بعد یہی حکم ہے کہ مجھے سجدہ نہ کیا جائے) اگر میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر خاوندوں کا بڑا حق رکھا ہے۔

تشریح: پھر جب ایک عورت کو یہ حکم نہیں کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے جھکے یا سجدہ کرے تو کسی دوسرے کے سامنے جھکنے یا سجدہ کرنے کی اجازت کیسے ہوگی؟ اس حدیثِ مبارک سے چند اسباق حاصل ہوتے ہیں:

الف۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے سجدے کی اجازت نہیں دی تو یہ اجازت کسی اور کیلئے کیسے ہوسکتی ہے؟ کوئی دوسری مخلوق اللہ کی اس شان میں کیسے شریک ہوسکتی ہے؟

ب۔ جب تعظیم کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے سامنے سر جھکانے اور سجدہ کرنے کی اجازت نہیں تو پھر کسی دوسرے کی قبر کے سامنے ایسی تعظیم کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟ حاشا وکلا

ج۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی سے سوال کیا کہ کیا تم میری قبر کو سجدہ کرو گے؟ اور جواب میں اس کی طرف سے "نہیں"، کہنے سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ ان (صحابہ

---

[1] مشکوۃ المصابیح ص:282، سنن ابوداؤد کتاب النکاح، باب فی حق الزوج علی المرأۃ ح:2140، سنن دارمی:1463۔

کرام رضی اللہ عنہم) کو قبروں کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے، سختی سے ممانعت تھی۔

د۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کی قبر، حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی قبرِ مبارک کو بھی سجدہ کرنے کا رواج، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہیں تھا۔

ھ۔ کسی قبر کی عزت، قبر والے کی عزت کے مطابق ہوتی ہے لہذا رسول اللہ ﷺ کی قبر کو سجدہ نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل (سجدہ) آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کیلئے بھی نہیں ہے۔ ملا علی قاری حنفی المرقاۃ شرح مشکوٰۃ ''مررت بقبری أکنت تسجد له'' کی شرح میں لکھتے ہیں کہ لقبر او لمن فی لقبر، یعنی اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا تم اسے یا اس صاحب قبر کو سجدہ کرو گے؟ اس پر اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ ثابت ہوا کہ سجدہ نہ کسی قبر کیلئے ہے اور نہ ہی کسی قبر والے کیلئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے صحابی سے فرمایا کہ جس طرح میری وفات کے بعد مجھے سجدہ کرنا، تمہارے لیے حرام ہے اسی طرح میری زندگی میں مجھے سجدہ کرنا تم پر حرام ہے۔

ملا علی قاری آگے لکھتے ہیں کہ

قال الطيبی رحمه الله ای اسجد للحی الذی لا یموت ولمن ملكه لا یزول فانك انما تسجد لی الآن مهابة واجلالا فاذا صرت رهین رمس امتعنت عنه۔

یعنی علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ اسی اللہ تعالیٰ کیلئے کرو جو ہمیشہ سے زندہ ہے جو کبھی نہ مرے گا، تم خود اس چیز کو قبول کرتے ہو کہ اس وقت میری تعظیم وہیبت کی خاطر مجھے سجدہ کرنے کیلئے تیار ہو لیکن میرے قبر میں چلے جانے کے بعد اس سے رک جاؤ گے۔

جامع ترمذی میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۳۔ عن انس بن مالك قال قال رجل یارسول الله ﷺ الرجل هنا یلقی اخاه وصدیقه اینحنی له قال لا قال: أفیلتزمه ویقبله قال لا. قال فیأخذ بیده

ویصافحه قال نعم ۔[1]

ایک شخص نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے کوئی شخص اپنے کسی بھائی یا دوست سے ملتے وقت اس کے سامنے جھک سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، عرض کی کہ کیا اس سے چمٹ کر اس کا بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، عرض کی کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

تشریح: اس کی تائید میں دوسری حدیث بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، رسول اللہ ﷺ کے سامنے نہیں جھکتے تھے جیسا کہ فصل ۱۳ میں ان شاء اللہ بیان ہوگا، اسی طرح چمٹنے اور چومنے سے بھی منع ہے، جس طرح مرید اپنے پیروں کے سامنے جھکتے اور ان کے پاؤں چومتے ہیں یا ان کی جھولی (دامن) میں سر رکھ کر انہیں چومتے ہیں، اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ باقی بغلگیر ہو کر ملنے کے بارے میں کافی احادیث موجود ہیں اس کی ممانعت نہیں ہے، اسی طرح چہرے اور پیشانی کے چومنے کے متعلق بھی احادیث موجود ہیں اس کی بھی اجازت ہے، اس کے بارے میں امام ابن الاعرابی نے مستقل کتاب ''التقبیل'' تصنیف کی ہے اسے دیکھنا چاہیے۔ اس باب میں کئی دوسری روایات بھی ہیں جو فصل ۱۳ اور ۱۴ میں ذکر ہوں گی، ان شاء اللہ۔

حاصل کلام:

ان آیات واحادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مساجد (سجدہ گاہیں) صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں، کسی قبر یا کسی آستانے کو مسجد نہیں کہا جا سکتا اسی لیے رکوع سجود اور جھکنا، صرف اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے دوسروں کیلئے ممنوع اور حرام ہے بلکہ سراسر گمراہی اور برے اعمال کی اصل جڑ ہے، نجات اسی صورت ہوگی کہ انسان غیر اللہ کے سامنے جھکنے اور سجدہ کرنے سے باز رہے اشرف الخلق خیر البریۃ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی سجدہ کرنے کی اجازت نہیں ہے تو پھر کسی اور کیلئے یہ اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟ بلکہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہے، یہ مسئلہ فطرت کے عین مطابق ہے،

---

[1] جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، ابواب الاستیذان والادب، باب ماجاء فی المصافحۃ ج:3 ص:396، ح:2728۔

جسے جانور اور پرندے بھی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جمیع مسلمانوں کو ہدایت دے کہ دوسروں کے دروازے چھوڑ کر اسکیلئے اللہ تعالیٰ کے در پر جھکتے اور سجدے کرتے رہیں۔

ذیل

بعض لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ سجدہ کی دو قسمیں ہیں ایک سجدہ عبادت اور دوسرا سجدہ تعظیمی، سجدہ عبادت اللہ کے علاوہ کسی اور کیلئے جائز نہیں، باقی بطورِ تعظیم وعاجزی وانکساری دوسروں کے سامنے سجدہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ عقیدہ بالکل باطل اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ دھوکہ ہے کیونکہ سجدہ اور رکوع، فی نفسہ تعظیم ہے جو کہ اللہ کیلئے خاص ہے اس میں کوئی بھی شریک نہیں ہو سکتا بلکہ جو آدمی سجدہ کرتا ہے یا عبادت کرتا ہے یہ عمل ہی اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے اور جو اس میں تعظیم کی نیت نہ کرے تو اس کا سجدہ ہی قبول نہیں ہے، لہذا یہ فرق کرنا کہ یہ سجدہ تعظیمی ہے اور یہ غیر تعظیمی انتہائی غلط ہے، بعض لوگ اس سے دلیل لیتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو یہ سجدہ تعظیمی تھا مگر یہ استدلال غلط ہے۔ اس بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ان میں سے صحیح قول یہ ہے کہ اس آیت میں آدم میں ''لِ'' بمعنی ''إلی'' کے ہے، ''لِ'' اس طرح بھی استعمال ہوتا ہے۔

علم نحو کے امام ابن ہشام اپنی مایہ ناز کتاب مغنی اللبیب ص ۱۷۷ میں اس کی صراحت کرتے ہیں اور اس کیلئے قرآنی آیات سے مثالیں پیش کرتے ہیں:

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝[۱]

كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ[۲]

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ[۳]

---

[۱] سورۂ زلزال:5۔

[۲] سورۂ فاطر:13۔

[۳] سورۂ انعام:28۔

ان تینوں آیات میں "ل" بمعنی "الی" کے ہے۔

ایک دوسری آیت بھی ہے کہ:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ [1]

یہاں پر بھی لدلوك میں "ل" بمعنی "الی" ہے۔

جیسا کہ امام رازی نے التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۱۲ میں ذکر کیا ہے، نیز امام رازی نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر بھی ذکر کیا ہے، وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں بیان کرتے ہیں کہ:

أليس اول من صلى لقبلتكم   واعرف الناس بالقرآن والسنن

کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ شخصیت نہیں ہیں جنہوں نے تمہارے قبلہ کی طرف رخ کرکے سب سے پہلے نماز پڑھی؟ اور وہ قرآن وحدیث کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

آگے امام رازی لکھتے ہیں:

وقوله صلى لقبلتكم نص على المقصود

یعنی یہ بالکل واضح اور صریح ہے کہ یہاں "لِ" بمعنی "الی" ہے۔

تو آیت {فاسجدوا لآدم} کا معنی یہ ہے کہ "آدم کی طرف رخ کرکے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا، نہ کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا جس طرح کعبۃ اللہ کی طرف رخ کرکے سجدہ کیا جاتا ہے اور یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتا ہے، پھر جس طرح مسلمانوں کے بیت اللہ کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھنے سے اس کی تعظیم وشان ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح آدم علیہ السلام کی طرف رخ کرکے سجدہ کا حکم دیکر ان کی شان کو بلند کیا گیا، الغرض اس سے غیر اللہ کیلئے سجدہ ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔

اور بعض لوگ یوسف علیہ السلام کے سامنے اپنے بھائیوں کے سجدہ کرنے سے، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، استدلال کرتے ہیں لیکن یہ بھی اس کیلئے دلیل نہیں بنتی کیونکہ اس کیلئے یوسف علیہ السلام خود کہتے ہیں کہ:

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل: 78۔

هَٰذَا تَأْوِيلُ رُءْيَايَ مِن قَبْلُ [1]

یعنی اے ابا جان یہ میرے گزشتہ خواب کی تعبیر ہے، اور خواب میں آپ نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا جیسا کہ سورت کے شروع میں مذکور ہے، حالانکہ سورج چاند و جمادات اور بے جان اشیاء کے سجدہ سے مراد اطاعت ہے، جیسا کہ گذشتہ فصل میں بیان ہوا، لہٰذا تعبیر سے بھی یہی مطلب لیا جائیگا کہ آپ کے بھائی اور ماں باپ آپ کے مطیع بن گئے، نہ کہ انہوں نے سجدہ کیا یا گردن جھکائی۔

ثانیاً: جو علماء، آدم علیہ السلام کے اس واقعہ سے سلام کے وقت گردن جھکانا مراد لیتے ہیں ان کا کہنا بھی یہی ہے کہ گذشتہ شریعتوں میں ایسا کرنا جائز تھا مگر ہماری شریعت میں اسے حرام کر دیا گیا، حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

وقد كان هذا سائغاً في شرائعهم إذا سلموا على الكبير يسجدون له, ولم يزل هذا جائزاً من لدن آدم إلى شريعة عيسى عليه السلام, فحرم هذا في هذه الملة, وجعل السجود مختصاً بجناب الرب سبحانه وتعالى, هذا مضمون قول قتادة وغيره. وفي الحديث أن معاذاً قدم الشام فوجدهم يسجدون لأساقفتهم, فلما رجع سجد لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "ما هذا يا معاذ؟" فقال إني رأيتهم يسجدون لأساقفتهم, وأنت أحق أن يسجد لك يا رسول الله, فقال: "لو كنت آمراً أحداً أن يسجد لأحد, لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها لعظم حقه عليها". وفي حديث آخر: أن سلمان لقي النبي صلى الله عليه وسلم في بعض طرق المدينة, وكان سلمان حديث عهد بالإسلام, فسجد للنبي صلى الله عليه وسلم فقال: "لا تسجد لي يا سلمان, واسجد للحي الذي لا يموت". [2]

---

[1] سورۂ یوسف: 100۔

[2] تفسیر ابن کثیر ج:2، ص:491۔

یعنی اس طرح گردن جھکا کر سلام کرنا گذشتہ شریعتوں میں آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک جائز تھا لیکن ہمارے اس دین میں حرام کر دیا گیا اور جھکنا اور سجدہ کرنا صرف رب العالمین کیلئے خاص کیا گیا یہ قتادہ وغیرہ کا قول ہے۔

حدیث میں ہے معاذ رضی اللہ عنہ شام گئے وہاں انہوں نے دیکھا کہ اہل شام اپنے سرداروں کو سجدہ کرتے اور ان کے سامنے گردن جھکاتے ہیں واپس آ کر معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسی طرح گردن جھکائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ میں نے شامیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں کے سامنے سجدے کرتے رہتے ہیں لہٰذا آپ تو ان سے زیادہ حقدار ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کو کسی کیلئے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا تو میں سب سے پہلے بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ اس پر اس کا بڑا حق ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گلی میں ملے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھک کر سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمان میرے سامنے نہ جھکا کرو بلکہ سجدہ اسی کو کیا کرو جو کہ ہمیشہ زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا۔

الحاصل: غیر اللہ کو سجدہ کرنا کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔

تیسری فصل: نذر یا منت ماننا

باتفاق علماء نذر یا منت ماننا عبادت ہے لہٰذا اس میں بھی کوئی شریک نہیں ہو سکتا، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی یہ صفت ذکر ہوئی ہے کہ:

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ [1]

یعنی وہ اللہ کیلئے نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی یعنی سختی ہر طرف ظاہر ہوگی۔

---

[1] سورۂ دھر: 7۔

وأخرج عبد الرزاق وعبد بن حميد وابن جرير وابن أبي حاتم عن قتادة يوفون بالنذر قال: كانوا يوفون بطاعة الله من الصلاة والزكاة والحج والعمرة وما افترض عليهم فسماهم الله الأبرار لذلك فقال: يوفون بالنذر ويخافون يوما كان شره مستطيرا قال: استطاروا لله شر ذلك اليوم حتى ملأ السموات والأرض وأخرج عبد بن حميد عن مجاهد يوفون بالنذر قال: إذا نذروا في حق الله.[1]

امام قتادة تابعی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ اپنے اوپر فرض کی گئی عبادات، نماز، زکوٰۃ، حج اور عمرہ پورا کرتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں ابرار اور نیک قرار دیا ہے، اور اس لیے بھی کہ وہ اپنی نذروں اور منتوں کو پورا کرتے ہیں۔

دوسری روایت میں مجاہد تابعی فرماتے ہیں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کیلئے نذریں اور منتیں مانتے ہیں تو انہیں پورا کرتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ نذر و منت ماننا عبادت ہے لہٰذا کسی دوسری مخلوق، فرشتوں، پیروں، ولیوں، زندہ یا مردوں کیلئے نذر یا منت ماننا شرک ہے، کیونکہ جب نذر عبادت ہے تو عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اسی لئے شرک کو ظلم کہا گیا ہے، خود نذر کے باب میں اللہ تعالیٰ نے ظلم یعنی شرک کی مذمت کی ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝[2]

اے مسلمانو! تم جو خرچ کرنے یا نذر مانتے ہو اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہ ہوگا۔

---

[1] درمنثور ج:6، ص:298۔

[2] سورۂ بقرہ:270۔

تشریح: صدقات وخیرات اور نذر ومنت میں ظلم کرنا بڑا گناہ ہے، ان میں ظلم تب ہوگا جب ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے گا یا کسی دوسرے کی منت یا نذر ماننا حرام ہے، اس لیے عام درگاہوں، پیروں اور ولیوں کیلئے جو نذریں اور منتیں مانی جاتی ہیں وہ ظلم اور شرک میں داخل ہیں، لہٰذا خاص اللہ تعالیٰ کیلئے نذر ومنتیں مانی جائیں۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''بحر الرائق'' میں علامہ قاسم قطلو بغا حنفی کتاب شرح درالبحار سے نقل کرتے ہیں کہ:

وأما النذر الذى ينذره أكثر العوام على ما هو مشاهد كأن يكون لإنسان غائب أو مريض أو له حاجة ضرورية فيأتى بعض الصلحاء فيجعل ستره على رأسه فيقول يا سيدى فلان إن رد غائبى أو عوفى مريضى أو قضيت حاجتى فلك من الذهب كذا أو من الفضة كذا أو من الطعام كذا أو من الماء كذا أو من الشمع كذا أو من الزيت كذا فهذا النذر باطل بالإجماع لوجوه منها أنه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لأنه عبادة والعبادة لا تكون للمخلوق ومنها أن المنذور له ميت والميت لا يملك ومنها إن ظن أن الميت يتصرف فى الأمور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر۔ [1]

یعنی عموماً لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ درگاہوں پر اس طرح نذر ومنت مانتے ہیں کہ اے میرے سردار، میرا فلاں گم شدہ شخص اگر واپس آ گیا یا فلاں میرا (بیٹا یا عزیز ورشتہ دار) بیماری سے شفایاب ہوا یا میری فلاں حاجت پوری ہوئی تو تیرے نام پر اتنا سونا، چاندی یا غلہ، پانی، شربت وغیرہ دوں گا (یا درگاہ کے مٹکے بھروں گا) یا دیئے جلاؤں گا یا ان میں تیل بھروں گا؟ اس قسم کی منتیں اور نذریں بالکل باطل ومردود ہیں اس پر اجماع ہے۔ ان کے ابطال کی چند وجوہ ہیں:

اول: یہ کہ نذر ومنت ماننا عبادت کی قسم ہے جو کہ مخلوق کیلئے نہیں ہو سکتی (بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہوگی)

---

[1] البحر الرائق ج:2،ص:320-321۔

دوم: یہ کہ جس کیلئے نذر یا منت مانی گئی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا (لہٰذا اس کے لئے کوئی منت یا نذر مانی جاسکتی ہے اور نہ ہی اسے کوئی چیز دی جاسکتی ہے)

سوم: اگر وہ اس عقیدے سے نذر مانتا ہے کہ یہ درگاہ والا میری کسی حاجت کو پورا کرسکتا ہے (اور عموماً درگاہوں کیلئے نذریں اور منتیں اسی عقیدے کے ساتھ مانی جاتی ہیں) تو یہ عقیدہ کفریہ ہے۔

اسی طرح فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''درالمختار مع شرح ردالمختار میں بھی یہ عبارت ہے کہ:

واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام۔[1]

یعنی یقین کے ساتھ جان لو کہ عام لوگ جو مردوں کیلئے نذریں و منتیں مانتے ہیں، ان کیلئے کچھ رقم، تیل یا اولیاء کی قبروں کیلئے دیئے وغیرہ، جو ان کے پاس تقرب حاصل کرنے کیلئے اختیار کئے جاتے ہیں، یہ تمام بالاجماع باطل و حرام ہیں۔

شامی والا، اس کی شرح میں باطل و حرام ہونے کیلئے مذکورہ وجوہات بیان کرتا ہے، تھوڑا آگے چل کر لکھتا ہے:

اما لو نذر زيتا لايقاد قنديل فوق ضريح الشيخ أو المنارة كما يفعل بعض النساء من نذر الزيت لسيدي عبد القادر يوقد في المنارة جهة المشرق فهو باطل۔

اگر کسی بزرگ کی قبر یا اس کی درگاہ کے مینار کے پاس دیئے جلانے کی نذر ماننے، جیسا کہ عموماً عورتیں شیخ عبدالقادر جیلانی کیلئے تیل کی منت مانتی ہیں یا وہاں مشرقی مینار کے پاس دیئے جلاتی ہیں، یہ تمام کام بالکل باطل و ناحق ہیں۔

اس کے بعد اس مسئلے کے بارے میں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

---

[1] الدر المختار مع شرحہ رد المحتار ج:2 ص:439-440۔

۱۔عن ثابت بن الضحاك قال نذر رجل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم أن ينحر إبلا ببوانة فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال إني نذرت أن أنحر إبلا ببوانة فقال النبي صلى الله عليه وسلم هل كان فيها وثن من أوثان الجاهلية يعبد قالوا لا قال هل كان فيها عيد من أعيادهم قالوا لا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أوف بنذرك فإنه لا وفاء لنذر في معصية الله ولا فيما لا يملك ابن آدم۔ (1)

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے بوانہ (مکہ کے قریب ایک جگہ) پر اللہ تعالیٰ کیلئے اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، اس نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کو آکر بتائی آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا زمانہ جاہلیت میں اس جگہ کسی بت کی پوجا تو نہ ہوتی تھی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ نہیں، آپ ﷺ نے پھر پوچھا کہ کیا وہاں کوئی میلہ (عرس) ہوا کرتا تھا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ نہیں، پھر آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم اپنی نذر پوری کرو، کیونکہ ایسی نذر کو پورا نہیں کرنا جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازمی آتی ہو اور نہ اس نذر کو پورا کرنا ضروری ہے جو انسان کے بس سے باہر ہو۔

تشریح: اس حدیثِ مبارک سے چند اہم مسائل حل ہوئے:

الف۔ جس جگہ غیر اللہ کی عبادت کی جاتی ہو، وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی قابلِ قبول نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کیلئے نذر یا منت ماننا کیسے جائز ہوگا؟ اور وہ کیسے قابلِ قبول ہوگی؟

ب۔ مشرکین کی بوسیدہ اور پرانی رسوم و رواج کو زندہ کرنا یا جاری کرنا حرام ہے۔

ج۔ اسی طرح مشرکین کے خاص تہوار یا میلے وغیرہ کو جاری کرنا بھی جائز نہیں۔

د۔ غیر اللہ کی نذر یا منت ماننا یا اللہ تعالیٰ کیلئے ایسی جگہ نذر ماننا جہاں غیر اللہ کی عبادت ہوتی

(1) مشکوٰۃ المصابیح ص:298، سنن ابوداؤد، کتاب الایمان والنذور، باب مایؤمر بہ من وفاء النذر، ح:3313۔

ہو معصیت اور اللہ تعالیٰ کی صریح نافرمانی ہے۔

ھ۔ اس قسم کی نذروں یا منتوں کو پورا کرنا حرام اور باطل ہے۔

۲۔ عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال من نذر ان يطيع الله فليطعه ومن نذر ان يعصيه فلا يعصه۔[1]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے نذر مانی، اگر اس میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہو تو وہ اپنی نذر پوری کرے اور جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے یعنی ایسی نذر کو پورا نہ کرے۔

تشریح: ابھی بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کیلئے نذر یا منت ماننا گناہ اور ناجائز ہے لہٰذا غیر اللہ کی نذر ماننا ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، جسے ہرگز پورا نہ کیا جائے بلکہ جو شخص اس طرح کی نذر مانے اسے چاہئے کہ اس سے باز آجائے اور توبہ کرے۔

۳۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ قال لا نذر إلا فيما يبتغى به وجه الله ولا يمين فى قطيعة رحم۔[2]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی نذر کارگر (جائز) نہیں سوائے اس نذر کے جو خاص اللہ تعالیٰ کیلئے ہو، اور رشتہ داری توڑنے کے بارے میں قسم کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

تشریح: مندرجہ بالا حدیث سے واضح ہوا کہ پیروں، درگاہوں اور اولیاء کیلئے جو نذریں اور منتیں مانی جاتی ہیں وہ باطل اور حرام ہیں۔

۴۔ عن عمران بن حصين قال سمعت رسول الله ﷺ يقول النذر نذران فمن كان نذر فى طاعة فذالك لله فيه الوفاء ومن كان نذر فى معصية فذالك للشيطان

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص:297، صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور، باب النذر فی الطاعۃ، ح:6696، 6700۔

[2] سنن ابوداؤد مع عون المعبود ج:3، ص 243۔

لا وفاء فيه ويكفره ما يكفر اليمين۔ [1]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ نذر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو خاص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیلئے ہو یہ خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اس کا پورا کرنا ضروری ہے، اور دوسری اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیلئے ہو، یہ خاص شیطان کیلئے ہے اسے پورا نہیں کرنا چاہئیے، اور اس (نذر) کا کفارہ، قسم کا کفارہ ہے۔

تشریح: اوپر بیان ہوا کہ غیر اللہ کیلئے نذر یا منت ماننا بڑا گناہ ہے کیونکہ نذر ایک عبادت ہے اور عبادت خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی ہے، اور اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے کیلئے مانی ہوئی نذر یا منت دراصل شیطان کیلئے ہوتی ہے، جس طرح پہلی فصل میں دلائل سے ثابت کیا گیا کہ مشکل میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارنا یا پوجنا درحقیقت شیطان کی عبادت اور پوجا ہے۔

۵۔عن كردم بن سفيان أنه: سأل رسول الله صلى الله عليه و سلم عن نذر نذر في الجاهلية فقال له النبي صلى الله عليه و سلم ألوثن أو لنصب قال لا ولكن لله تبارك وتعالى قال فأوف لله تبارك وتعالى ما جعلت له انحر على بوانة وأوف بنذرك۔ [2]

کردم بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس نذر کے متعلق پوچھا جو انہوں نے زمانہ جاہلیت میں مانی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ نذر کسی وثن (بت یا وہ چیز جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے) یا نصب (آستانے یا درگاہ) کیلئے مانی ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں، میں نے نذر صرف ایک اللہ تعالیٰ کیلئے مانی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کیلئے مانی گئی نذر کو پورا کرو (یعنی) جو تم نے بوانہ مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے اسے پورا کرو۔

---

[1] مشکوۃ المصابیح ص:299، سنن النسائی، کتاب الایمان والنذور، باب کفارۃ النذر، ح:3876۔

[2] مسند احمد ج:3، ص:419، ح:15494۔

تشریح: ثابت ہوا کہ غیر اللہ کیلئے مانی گئی نذر باطل ہے، اسے پورا نہیں کیا جائے گا بلکہ صرف اس نذر کو پورا کیا جائے گا جو خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہو۔

امام شیخ محمد بن عبدالوہاب النجدی رحمہ اللہ کے پوتے الشیخ عبدالرحمن بن حسن، نیز محمد حامد الفقی کتاب التوحید کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

قال شيخ الإسلام رحمه الله : وأما ما نذر لغير الله كالنذر للأصنام والشمس والقمر والقبور ونحو ذلك فهو شرك وقال فيمن نذر للقبور او نحوها دهنا لتنور به ويقول : إنها تقبل النذر كما يقوله بعض الضالين. : وهذا النذر معصية باتفاق المسلمين لا يجوز الوفاء به وكذلك إذا نذر مالا للسدنة أو المجاورين العاكفين بتلك البقعة فإن فيهم شبها من السدنة التي كانت عند اللات والعزى ومناة يأكلون أموال الناس بالباطل ويصدون عن سبيل الله والمجاورون هناك فيهم شبه من الذين قال فيهم الخليل عليه السلام : ﴿مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾[1] فالنذر لأولئك السدنة والمجاورين في هذه البقاع نذر معصية وفيه شبه من النذر لسدنة الصلبان والمجاورين عندها ...... وذلك لأن الناذر لله وحده علق رغبته به وحده لعلمه بأنه تعالى ما شاء كان وما لم يشأ لم يكن وأنه لا مانع ما اعطى ولا معطي لما منع فتوحيد القصد هو توحيد العبادة ولهذا ترتب عليه وجوب الوفاء فيما نذره طاعة لله والعبادة إذا صرفت لغير الله صار ذلك شركاً بالله لالتفاته إلى غيره تعالى فيما يرغب فيه أو يرهب فقد جعله شريكا لله في العبادة فيكون قد أثبت ما نفته "لا اله إلا الله" من الهية غير الله ولم يثبت ما أثبته من الاخلاص وكل هذه الأبواب التي ذكرها المصنف رحمه الله تعالى تدل على أن من أشرك مع الله غيره بالقصد والطلب فقد خالف ما نفته "لا اله إلا الله" فعكس مدلولها فأثبت

[1] سورۃ انبیاء:52۔

مانفته ونفی ما أثبتته من التوحید۔[1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں مثلاً: بتوں، سورج، چاند، قبروں وغیرہ کیلئے نذر ماننا شرکیہ عمل ہے۔ جو شخص آستانوں، درگاہوں وغیرہ کیلئے نذر مانے کہ وہاں چراغ روشن کرے گا یا ان میں روغن ڈالے گا، یا یہ عقیدہ رکھے کہ یہ درگاہوں والے ان نذرانوں کو قبول کرتے ہیں جیسا کہ بہت سارے مشرکین ایسا کرتے ہیں، یہ گناہ کے کام ہیں اور ایسی نذروں کو پورا کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح جو نذریں اور منتیں درگاہوں اور آستانوں کے مجاوروں کیلئے مانی جاتی ہیں، وہ عزی، لات اور مناۃ کے لیے مانی گئی نذروں کے مشابہ ہیں، ایسے لوگ ناحق لوگوں کا مال بٹورتے ہیں، انہیں راہِ حق سے گمراہ کرتے ہیں بلکہ ان کی مثال ابراھیم علیہ السلام کی قوم کی طرح ہے، جب انہیں ابراھیم علیہ السلام نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: یہ کس کی اور کونسی صورتیں ہیں جن کے سامنے تم چلہ کشی کرتے ہو اور ان کے سامنے دوزانوں ہو کر بیٹھتے ہو۔

(یعنی تمہیں ان میں کونسی بھلائی یا نفع نظر آتا ہے یا تمہیں ان سے کس نقصان کا اندیشہ ہے؟)

لہٰذا ان درگاہوں کے مجاوروں اور خادموں اور ان کے ٹھکانوں کیلئے نذریں اور منتیں ماننا گناہ کا کام ہے، اس طرح کی نذر ماننے والے صلیبوں کے خادم عیسائیوں کے مشابہ ہیں، صاحب کتاب کہتے ہیں کہ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے نذر و منت ماننے والا اپنا تعلق اور رغبت اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہر قسم کا اختیار، اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے وہ جو چاہے گا وہی ہوگا اور وہ جو نہیں چاہے گا وہ قطعاً نہیں ہوسکتا، جو وہ عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جسے وہ روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے۔ اسی لئے توحید ارادہ وقصد دراصل توحیدِ عبادت ہے لہٰذا جو منت ونذر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت ہے اسے پورا کرنا ضروری ہے اور عبادت کا کوئی ایک جزء بھی غیر اللہ کے لیے کیا جائے گا تو وہ شرک ہوگا، اس میں بندے کا خیال، دھیان اور رغبت غیر اللہ کی طرف ہو جاتی ہے، یہ ایسے اعمال ہیں جو صرف اللہ کے لیے ہوں، ان اعمال میں شرک کرنے والا کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کا انکار کرتا ہے اس لیے کہ یہ کلمہ مختلف

[1] فتح المجید شرح کتاب التوحید ص: 158-159۔

معبودوں کی نفی کرتا ہے اور اس شخص نے کئی الٰہ بنا رکھے ہیں اور یہ کلمہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا تقاضہ کرتا ہے اور اس مشرک نے اس کا بھی انکار کر رکھا ہے۔

مصنف: امام محمد بن عبد الوہاب نے کتاب کے مختلف ابواب میں جو کچھ ذکر کیا ہے اس میں واضح دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قصد، ارادہ اور طلب میں دوسروں کو شریک کرنا درحقیقت کلمہ طیبہ کے منافی چلنا ہے، یعنی کلمہ جس چیز سے منع کرتا ہے یہ شخص اسے کر گزرتا ہے اور کلمہ جس چیز کا حکم دیتا ہے یہ اسے ترک کرتا ہے۔

چوتھی فصل: ذبح اور مالی عبادت کی تمام قسموں کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ عقیدہ رکھنے اور یہ اقرار کرنے کا حکم دیا ہے کہ:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٦٣﴾ [1]

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیں کہ میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا صرف ایک اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی (عقیدہ وطریقہ) کا مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے، سب سے پہلے (اس حکم کا) میں خود فرمانبردار ہوں۔

تشریح: اس آیت میں اگرچہ خطاب، رسول اللہ ﷺ کو ہے لیکن پوری امت اس میں شامل ہے کیونکہ قرآن مجید تمام انسانوں کیلئے ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٥٢﴾ [2]

یعنی یہ (قرآن) تمام لوگوں تک پہنچانا ہے اور سب انسانوں کو ڈرایا جائے کہ وہ یقین کرلیں کہ ہر قسم کی بندگی وعبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور عقل والوں کو اس سے نصیحت

---

[1] سورۃ انعام: 162-163۔

[2] سورۃ ابراہیم: 52۔

حاصل کرنی چاہیئے۔

ثابت ہوا کہ اس آیت میں تمام انسانوں کو حکم ہے کہ وہ عبادات کی تمام قسمیں خواہ وہ بدنی ہوں مثلاً: نماز، روزہ، حج، رکوع، سجدہ، جھکنا، دعا، پکار وغیرہ یا وہ مالی ہوں مثلاً: زکوٰۃ، صدقات وخیرات، نذر اور جانوروں کو ذبح کرنا وغیرہ، اللہ تعالیٰ ہی کیلئے بجا لائیں۔

اسی طرح پوری زندگی اور اس کے تمام اعمال خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہوں حتیٰ کہ مرنا اور جان دینا بھی اسی کیلئے ہو، ان میں سے کسی عمل میں بھی وہ رب العالمین کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں خواہ وہ فرشتہ ہو، نبی ہو، ولی، امام، پیر یا بزرگ ہو، زندہ ہو یا مردہ، حجر وشجر ہوں یا جمادات وغیرہ ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ عبادت کی کوئی بھی قسم کسی دوسرے کیلئے بجالانا شرک اور رب العالمین کے حکم سے انحرافی ہے، کسی شخص کو مسلمان تب ہی کہا جا سکتا ہے کہ جب اس کی تمام عبادات خواہ بدنی ہوں یا مالی اللہ تعالیٰ کیلئے ہوں۔ بلکہ یہ تو ایک قسم کا جھوٹ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال اور رزق میں غیر اللہ کو شریک بنایا جائے، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۗ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿٥٦﴾ [1]

اور جسے جانتے بوجھتے بھی نہیں اس کا حصہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے مقرر کرتے ہیں، اللہ کی قسم تمہارے اس بہتان کا سوال تم سے ضرور ہی کیا جائے گا۔

تشریح: اس آیتِ کریمہ میں یہ تعلیم ہے کہ بندے کو جو رزق دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے لہٰذا وہ اسی کی راہ میں خرچ کرنا ہے، جانور وغیرہ اسی نے دیئے ہیں لہٰذا وہ بھی اسی کیلئے ذبح کرنے ہیں نہ کہ کسی اور کیلئے، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ تمام صدقات وخیرات، نذر اور جانور ذبح کرنا وغیرہ جو غیر اللہ کیلئے ہوں، وہ سراسر جھوٹ اور باطل ہیں، اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ لے۔

---

[1] سورۂ نحل: 56۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝[1]

ترجمہ: یہ انتہاء درجے کی ناشکری ہے کہ وہ جانور جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے پیدا کیئے۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ [2]

یعنی چوپائے جانور، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا کیئے ہیں۔

پھر ان کیلئے چارہ، گھاس اور درخت بھی اسی نے بنائے۔

فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ [3]

یعنی ہم بارش کا پانی نازل کر کے زمین کو آباد کرتے ہیں اور سبزہ اگاتے ہیں جس سے انسانوں کے جانور کھاتے ہیں اور وہ خود بھی کھاتے ہیں۔

ان جانوروں کے پیٹ سے دودھ، ایک اللہ ہی نکالتا ہے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝[4]

بلاشبہ جانوروں میں بھی تمہارے لئے عبرت ہے کہ ان کے پیٹ سے لید اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکال کر ہم تمہیں پلاتے ہیں جو پینے والوں کیلئے پسندیدہ ہے۔

اس میں اللہ کے ساتھ پیروں کو شریک کیا جائے۔ پیر صاحب نے نہ جانور پیدا کیا نہ اس کے لئے گھاس اگایا، نہ اس کے پیٹ سے دودھ نکالا پھر بھی جانور میں اس کا حصہ؟ اس سے بڑھ کر جھوٹا صدقہ اور کیا ہوگا؟ اسی طرح عام درگاہوں پر جانور ذبح کرنے کی منت ماننا اور اس منت کو جا کر پورا کرنا، وہاں مٹھائی تقسیم کرنا اور دیگیں اتارنا، یہ سب کچھ جھوٹے صدقہ کی مختلف قسمیں ہیں جن کے بارے میں یقیناً قیامت کے دن پوچھا جائے گا یہ باز پرس اس طرح ہو سکتی ہے:

---

[1] سورۂ کہف:15۔
[2] سورۂ نحل:5۔
[3] سورۂ سجدہ:27۔
[4] سورۂ نحل:66۔

الف: جب تجھے رزق میں نے دیا تو تو نے اس میں دوسروں کے حصے مقرر کر کے ناشکری کیوں کی؟

ب۔ مالی عبادت بھی میرا ہی حق تھا اس میں دوسروں کو کیوں شریک کیا؟

ج۔ اس طرح تو نے میرے حق پر ظلم کیوں کیا؟

د۔ مخلوق کو میرا شریک بنا کر تو نے مجھ پر جھوٹ کیوں باندھا؟

ھ۔ اس طرح صدقات وخیرات کے ذریعے میرا تقرب حاصل کرنے کا تجھے حکم تھا لیکن تو نے ان اعمال کے ذریعے مخلوق کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کر کے انہیں ''الٰہ'' کیوں بنایا؟

اس قسم کا جھوٹا صدقہ کرنے والے ان سوالات کا جواب سوچ لیں۔

اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿۱﴾ [1]

بے شک قیامت کا زلزلہ بڑا ہی خطرناک ہے۔

ناظرین: جانوروں کو غیر اللہ کے نام مقرر کرنا، کفار کی رسم ہوا کرتی تھی جیسا کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۗ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ [2]

---

[1] سورۂ حج: 1۔

[2] سورۂ انعام: 136-138۔

جس کھیتی کو اللہ نے اگایا اور جن جانوروں کو اللہ نے پیدا کیا ان میں سے اللہ کیلئے حصہ مقرر کرتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ حصے اللہ کیلئے ہیں اور یہ ہمارے شریکوں کیلئے (یعنی جن کو اللہ کے علاوہ انہوں نے شریک بنایا) پھر (یہ کہتے ہیں کہ) جو ان کے شریکوں کیلئے ہے وہ اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ کا بناتے ہیں وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے یہ جو فیصلہ انہوں نے کیا ہے نہایت ہی برا ہے اسی طرح مشرکین کیلئے کہ ان کے شریکوں نے (جن کو وہ اللہ کے علاوہ پوجتے ہیں) اپنی اولاد کو قتل کرنا مزین کر دیا ہے تاکہ وہ انہیں قتل کریں اور ان کا دین ان پر خلط ملط کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے لہٰذا انہیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں اسے چھوڑ دیجئے، اور اپنے تئیں کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی حرام ہے جس کیلئے ہم چاہیں اس کے سوا اسے اور کوئی نہ کھائے (اور کہتے ہیں کہ) بعض جانوروں کی پیٹھ (سواری کیلئے) حرام کی گئی ہے اور بعض جانوروں پر (ذبح کرتے ہوئے) اللہ کا نام نہیں لیتے یہ باتیں انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑی ہیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں اس پر اللہ جلد ہی ان کو سزا دے گا۔

تشریح: ان آیات سے اہم امور اور چند مفید باتیں معلوم ہوئیں:

الف۔ اپنے مال وملکیت، زمین کی پیداوار یا جانوروں میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی ولی، پیر، بزرگ یا درگاہ وغیرہ کا حصہ مقرر کرنا درحقیقت کافروں کی رسم ہے۔

ب۔ اسی طرح مال و دولت کے حصے تقسیم کرنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ فلاں پیر کے عرس، میلاد، دسویں یا گیارہویں یا بارہویں وغیرہ کا ہے یہ تمام کفار کے رسم ورواج ہیں۔

ج۔ درمنثور ج ۳ ص ۴۷ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد تابعی سے روایات ہیں کہ کفار، اپنے مال یا جانوروں میں سے جو حصہ اللہ تعالیٰ کیلئے مقرر کرتے تھے اس کی کوئی حفاظت نہ کرتے تھے اگر وہ ضائع ہو جاتا تو بھی اس کی کوئی پرواہ نہ کرتے اور کہتے تھے کہ اللہ تو غنی ہے اگر اس کا حصہ ضائع ہو گیا تو پرواہ نہیں مگر جو حصہ اپنے معبودانِ باطلہ کیلئے مقرر کرتے اس کی خوب حفاظت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بچارے تو غریب ہیں ان کو اس کی ضرورت ہے، یہی حال

آج کے مشرکوں اور غیر اللہ کے پجاریوں کا ہے کہ جو حصہ اپنے پیروں اور ولیوں کے لیے مقرر کرتے ہیں اس کی پوری حفاظت کرتے ہیں اور جو چیز اللہ کے نام کی ہوتی ہے اس کی کوئی حفاظت نہیں کرتے۔ ان کی جہالت اس چیز سے بھی ظاہر ہے کہ ان کے معبود غریب ومحتاج ہیں اور انہیں دوسروں کی حفاظت کی ضرورت ہے تو پھر کس طرح ان کی پوجا کرتے ہیں وہ کیسے ان کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کریں گے؟

د۔ اسی طرح اپنی زمین یا کھیتی میں ایک حصہ مقرر کرتے ہیں یا اپنے باغ کے چند درخت کسی کے نام کرتے ہیں پھر اس سے کسی کو کھانے کی اجازت نہیں دیتے، جس طرح ملتانیوں کا ''روٹ'' مشہور ہے، کہتے ہیں کہ اس کی طرف سفر کرنے والوں کے سوا اسے جو بھی کھائے گا وہ مرجائے گا، اسی طرح پیروں کی سواریوں (اونٹ، گھوڑے وغیرہ) پر سواری، دوسروں کیلئے حرام اور ممنوع قرار دیتے ہیں، دوسرے کسی کو اس پر سوار ہونے کی اجازت نہیں دیتے، یہ بھی انہی سابقہ مشرکوں کی رسم ہے جو اس دور کے مشرک اپنے معبودوں کیلئے کرتے ہیں۔

ھ۔ اسی طرح جانور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیتے تھے اور جانوروں کو غیر اللہ کے نام مقرر کرتے تھے، اس دور کے مشرک ذبح کرتے وقت اس کا نام تو لیتے ہیں، لیکن ذبح غیر اللہ کے لیے کرتے ہیں جب جانور غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جا رہا ہو تو ذبح کرتے وقت اگرچہ سو مرتبہ بھی بسم اللہ پڑھ لی جائے تو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ شراکت کی صورت میں وہ عمل اللہ کیلئے خالص نہ رہا جب اس پر غیر اللہ کا نام پڑ گیا، پھر اللہ کا نام لینا نہ لینا برابر ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس تو وہ عمل مقبول ہوگا جو خالص اسی کیلئے ہو، جس میں کسی کو شریک کر دیا گیا وہ عمل اللہ کیلئے نہیں ہو سکتا جیسا کہ باب نمبر ۳ فصل ۲ میں حدیث قدسی گذری کہ قیامت کے دن منادی کروائی جائے گی کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنالیا تو وہ اس عمل کا ثواب اس شریک کے پاس طلب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام شراکت داروں سے غنی و بے پرواہ ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کا نام لینے سے وہ چیز حلال نہیں ہو جائے گی اسی لئے فرمایا:

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ [1]

جس (چیز) پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا جائے اس سے نہ کھاؤ کیونکہ وہ حرام ہے۔

اور دوسرے کا نام لینے سے اللہ کا نام خالص نہیں رہتا، گویا کہ اس پر اللہ کا نام لیا ہی نہیں گیا، مثلاً: کسی پیر کیلئے ایک بکرا مقرر کیا گیا یا کسی بزرگ کیلئے ایک بچھڑا مقرر کیا گیا کہ یہ اس کی درگاہ پر ذبح کیا جائے گا یا یہ فلاں پیر کی گیارہویں، عرس یا بارہویں کیلئے ہے، یہ الفاظ کہنے سے ہی وہ جانور حرام ہو چکا اب اس پر ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا یا نہ پڑھنا برابر ہے، مثلاً: کتے کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے تو وہ حلال نہیں ہو جاتا اسی طرح یہ جانور پہلے ہی حرام ہو چکا اب بسم اللہ پڑھنے سے حلال نہ ہوگا مگر فرق صرف اتنا ہے کہ کتا فی نفسہ حرام ہے لیکن یہ جانور فی نفسہ حرام نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اسے حلال کیا مگر مشرکین اس پر غیر اللہ کا نام لیکر اللہ کا شریک بنا کر اس کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کے حرام ہونے کا سبب بن گئے، اسی لئے اگر کسی صورت میں وہ شخص جس نے کسی پیر یا ولی کیلئے کوئی بکرا مقرر کیا ہے یا اس کی نذر مانی ہے لیکن اس کے ذبح ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے دیتا ہے اور وہ اپنے شرکیہ عقیدہ سے توبہ کر لیتا ہے اور جانور کو اللہ کے لیے خالص کر کے ذبح کرتا ہے تو وہ حلال ہو جائے گا کیونکہ اس کا حرام ہونا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے تھا مگر توبہ کی وجہ سے وہ سبب باقی نہ رہا، لیکن اگر وہ شخص ذبح کرنے کے بعد توبہ تائب ہوتا ہے تو وہ جانور حلال نہ ہوگا کیونکہ وہ میتہ اور مردار کے حکم میں ہے اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی حرمت اس طرح بیان فرمائی:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ [2]

اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے، حرام کر دیئے ہیں۔

---

[1] سورۂ انعام: 121۔

[2] سورۂ بقرہ: 173۔

تشریح: اس آیت میں چار چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے:

(۱) میتۃ: یعنی مردار، جو ذبح کرنے سے پہلے مر جائے یا اسے شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا ہو مثلاً: غیر اللہ کے نام پر کیا گیا یا گردن دبا کر مارا جائے، یعنی غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا جانور بھی مردار کے حکم میں ہے۔

(۲) خون: یعنی ذبح کے وقت بہنے والا خون جیسا کہ سورۃ الانعام ع ۱۸ پ ۸ آیت ......میں وضاحت ہے کہ

{ او دما مسفوحا } (بہتا ہوا خون)

(۳) خنزیر کا گوشت: اس بارے میں بھی سورۃ انعام کی اسی آیت میں ہے کہ: {فانه رجس} یعنی: خنزیر حرام ہے۔

(۴) جس چیز پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام پکارا جائے خواہ کوئی جانور ہو جسے ذبح کیا جائے یا دوسری کوئی چیز مٹھائی وغیرہ ہو جسے تقسیم کیا جائے یہ سب کچھ حرام ہے بلکہ اس کی حرمت گذشتہ تینوں چیزوں کی حرمت سے بڑھ کر ہے کیونکہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی گئی ہے جیسا کہ سورۃ انعام کی اسی آیت میں ہے کہ:

{ اوفسقا اهل لغير الله به }

یعنی گناہ یا نافرمانی کے طور پر کسی چیز کو اللہ کے سوا کسی اور کیلئے پکارا گیا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کیا گیا ہے۔ اور تیسری بات یہ کہ گذشتہ تینوں، بڑے گناہ ضرور ہیں مگر انہیں شرک نہیں کہا جا سکتا مگر غیر اللہ کے نام پر دی گئی یا ذبح کی گئی چیز حلال کو حرام بنانا بھی ہے اور اللہ کے ساتھ شرک بھی ہے لہٰذا یہ سب سے بڑھ کر حرام ہے اس لیے کہ یہ کئی خطرناک گناہوں کا مجموعہ ہے۔

اب اس مضمون کے متعلق چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ عن أبي الطفيل قال سئل علي هل خصكم رسول الله ﷺ بشيء فقال ما

خصنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بشيء لم يعم به الناس كافة إلا ما كان في قراب سيفي هذا - قال - فأخرج صحيفة مكتوب فيها. لعن الله من ذبح لغير الله ولعن الله من سرق منار الأرض ولعن الله من لعن والده ولعن الله من آوى محدثا.[1]

سیدنا ابوطفیل (عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کوئی خاص چیز دی تھی؟ انہوں نے کہا اس صحیفہ کے علاوہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں دیا، اس میں یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو اللہ کے علاوہ کسی اور کیلئے جانور ذبح کرے یا زمین کے نشان تبدیل کرے (جیسا کہ عموماً کسی کی زمین ہتھیانے کیلئے حد بندی کے نشان تبدیل کیئے جاتے ہیں یا مٹائے جاتے ہیں) یا اپنے والد پر لعنت کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے۔

تشریح: لعنت ایسے عمل پر کی جاتی ہے جو بہت بڑا گناہ ہو، اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کیلئے انتہائی درجے کی ذلت اور رحمت سے دوری ہو، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿٥٢﴾[2]

جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس کا کوئی بھی مددگار نہیں۔

ثابت ہوا کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا یا دینا، جیسا کہ عموماً لوگ، پیروں کے نام پر مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں اور جانور ذبح کرتے ہیں یہ سب سے بڑا گناہ، اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کی رحمت سے دوری کا باعث ہے اور ایسا عمل کرنے والے کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی ہے لہٰذا یہ عمل سخت حرام، شرک ہونے کے ساتھ ساتھ کفار و مشرکین کا طریقہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس سے بچائے (آمین)

۲۔ عن طارق بن شهاب عن سلمان رضي الله تعالى عنه قال دخل رجل

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص: 357، صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالیٰ ولعن فاعلہ، ح: 1978۔

[2] سورۃ نساء: 52۔

الجنة فی ذباب ودخل آخر النار فی ذباب قالوا وكيف ذاك قال مر رجلان ممن كان قبلكم علی ناس معهم صنم لا يمر بهم أحد إلا قرب لصنمهم فقالوا لأحدهم قرب شيئا قال ما معی شیء قالوا قرب ولو ذبابا فقرب ذبابا ومضی فدخل النار وقالوا للآخر قرب شيئا قال ما كنت لأقرب لأحد دون الله فقتلوه فدخل الجنة۔[1]

طارق بن شہاب، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص مکھی کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گیا اور دوسرا مکھی کی وجہ سے ہی جہنم میں داخل ہوا، پوچھا گیا کہ وہ کس طرح؟ انہوں نے کہا کہ تم سے پہلے دو آدمی بعض لوگوں کے پاس سے گذرے، ان کے پاس ایک بت (یعنی کسی پیر کی شکل یا صورت میں جس کی وہ پوجا کرتے تھے) تھا جو بھی وہاں سے گذرتا وہ اسے وہاں قربانی اور نذر کرنے کا حکم دیتے، ایک شخص وہاں سے گذرا جس کو ان لوگوں نے قربانی کا حکم دیا اس نے کہا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے انہوں نے کہا کوئی نہ کوئی چیز ضرور دینی پڑے گی اگر چہ ایک مکھی ہی کیوں نہ ہو اس نے ایک مکھی ماری اور چلا گیا لہٰذا وہ جہنم میں داخل ہوا، دوسرے شخص کو بھی انہوں نے قربانی کیلئے کہا مگر اس نے صاف انکار کر دیا کہ میں اللہ کے علاوہ کسی کیلئے قربانی اور نذر و نیاز دینے کیلئے آمادہ نہیں ہوں جس پر ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور وہ شخص جنت میں داخل ہوا۔

تشریح: یہ روایت اگر چہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور وہ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر بیان نہیں کر سکتے نیز اس روایت میں جنت اور جہنم میں جانے کا فیصلہ بیان ہوا ہے، ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر ایسا فیصلہ بیان نہیں کر سکتا، لہٰذا اس روایت کے اسرائیلی ہونے کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا، اس روایت سے چند امور معلوم ہوئے:

---

[1] حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج:1 ص:203، کتاب الزہد للامام احمد بن حنبل ص:15، شعب الایمان، باب فی القرابین والامانۃ، ج:5 ص:485، ح:7343۔

الف۔غیر اللہ کے نام پر کوئی بھی چیز دینا عظیم گناہ بلکہ جہنم میں داخلے کا باعث ہے۔

ب۔مقامِ عبرت ہے کہ ایک شخص صرف ایک مکھی، غیر اللہ کیلئے قربان کرنے کے باعث جہنم میں داخل ہو گیا حالانکہ مکھی نہ تو کھانے کی چیز ہے اور نہ ہی مزار کے مجاور اس سے کوئی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں تو پھر جو لوگ بکرے چھترے، بچھڑے، گائے اور بیل وغیرہ قبروں، درگاہوں اور آستانوں پر ذبح کرتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

ج۔اس نے تو صرف غیر اللہ کے نام پر دینے کا ارادہ کیا اور جہنم میں چلا گیا (گویا کہ غیر اللہ کے نام پر ایک مکھی قربان کر کے اس نے مالی عبادت میں، شرک کا صرف ارادہ کیا)

د۔اس شخص کے ایمان سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی خاطر اپنی جان کی قربانی دے دی وہ قتل تو ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا، غیر اللہ کے نام پر اس نے ایک مکھی بھی قربان نہ کی اور نہ ہی مالی عبادت میں شرک کا ارادہ کیا۔قرۃ العیون للموحدین میں ہے کہ:

لأنه قصد غير الله بقلبه أو انقاد بعمله فوجبت له النار. ففيه معنى حديث مسلم الذي تقدم في باب الخوف من الشرك عن جابر مرفوعا: " من لقي الله لا يشرك به شيئا دخل الجنة ومن لقيه يشرك به شيئا دخل النار. فإذا كان هذا فيمن قرب للصنم ذبابا فكيف بمن يستسمن الإبل والبقر والغنم ليتقرب بنحرها وذبحها لمن كان يعبده من دون الله من ميت أو غائب أو طاغوت أو مشهد أو شجر أو حجر أو غير ذلك؟ وكان هؤلاء المشركون في أواخر هذه الأمة يعدون ذلك أفضل من الأضحية في وقتها الذي شرعت فيه. وربما اكتفى بعضهم بذلك عن أن يضحي لشدة رغبته وتعظيمه ورجائه لمن كان يعبده من دون الله، وقد عمت البلوى بهذا وما هو أعظم منه. [1]

[1] قرۃ عیون الموحدین ص: 88، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ وان مات مشرکاً دخل النار، ح:92۔

یعنی اسے یہ عذاب اس لیے ہوا کہ اس نے اپنے دل میں غیر اللہ کا ارادہ کیا اور اس پر عمل کیلئے تیار اور تابع ہوا لہٰذا جہنم کی آگ اس کا مقدر بن گئی، اسی معنی میں صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بھی مروی ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس حالت میں ملاقات کی کہ اس نے کسی چیز کو بھی اس کے ساتھ شریک نہ کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو اپنے رب سے اس حال میں ملا کہ اس نے اس کے ساتھ شرک کیا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ جب غیر اللہ کے نام پر ایک مکھی دینے والے کا یہ حال ہے تو پھر جو لوگ جانور، اونٹ، گائے، بکریاں پال پال کر اور کھلا پلا کر فربہ کر کے کسی غیر اللہ، میت یا غائب طاغوت یا کسی درگاہ، درخت یا پتھر کا تقرب حاصل کرنے کیلئے ذبح کریں تو ان کا کیا حال ہوگا، بلکہ اس آخری دور میں تو کئی مشرک اس قسم کی قربانیوں کو شرعی قربانی سے زیادہ بہتر تصور کرتے ہیں اور ان میں سے بعض تو ان بزرگوں سے اس حد تک امیدوار ہیں کہ شرعی قربانی کے بجائے ان کے نام کی قربانی ہی کو کافی سمجھتے ہیں، دین میں اس قسم کی مصیبت بلکہ اس سے بڑی، کئی مصیبتیں ہیں جن میں لوگوں کی اکثریت گرفتار ہے۔

تیسری فصل میں ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کی حدیث گذری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جگہ پر بھی خالص اللہ تعالیٰ کیلئے قربانی کرنے کی اجازت نہ دی جہاں غیر اللہ کی عبادت ہوتی تھی تو پھر جو جانور غیر اللہ، پیروں، ولیوں، قبوں، درگاہوں، عرسوں اور میلوں میں پیش کیئے جائیں یا ذبح کیئے جائیں وہ کس طرح جائز اور حلال ہوں گے، انہیں تو حرام ہی کہا جائے گا۔

خلاصہ: ان آیات اور احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام قسم کا مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے لہٰذا اس میں اسی کا حصہ مقرر کر کے اس کا تقرب حاصل کرنا چاہیئے، دوسرے کسی کے نام کا کوئی حصہ مقرر کرنا یا اس کے نام پر کوئی چیز تقسیم کرنا یا کوئی جانور ذبح کرنا یا کسی اور کے نام کی نذر یا منت ماننا یہ سب کچھ کفار کی رسمیں ہیں یہ ان کا خود ساختہ اور جھوٹا دین ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان تمام امور سے بچائے اور سچے دین پر قائم و دائم رکھے۔

پانچویں فصل: علم غیب کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ علم غیب یعنی غیب دانی صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت مبارکہ ہے جس میں کوئی بھی مخلوق اس کی شریک نہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ [1]

آپ کہہ دیں کہ پوشیدہ چیز کا جاننا خاص اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔

تشریح: جب یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تو کسی فرشتے، نبی، پیر، امام یا بزرگ کو عالم الغیب سمجھنا یا عقیدہ رکھنا کہ وہ بھی پوشیدہ چیز کا جاننے والا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا ہے اور شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے جیسے پہلے باب میں گذر چکا۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ [2]

(اے نبی کریم ﷺ) آپ کہہ دیں! کہ اکیلے اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمینوں کا غیب کوئی نہیں جانتا اور (جو مر چکے ہیں وہ اتنا بھی) نہیں جانتے کہ (قبروں سے انہیں) کب اٹھایا جائے گا۔

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی غیب دان نہیں ہے نہ آسمانوں میں یعنی فرشتے وغیرہ جنہوں نے اپنے رب کے سامنے یہ اعتراف کیا کہ

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ [3]

اے ہمارے مالک تیری شان بہت بلند اور پاک ہے ہمیں تو کوئی بھی علم نہیں ہے مگر وہی علم

---

[1] سورۂ یونس:20۔

[2] سورۂ نمل:65۔

[3] سورۂ بقرہ:32۔

ہے جو تو نے ہمیں دیا ہے اور تو ہی تمام اشیاء کا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اسی طرح زمین میں بھی کوئی غیب جاننے والا نہیں ہے، انبیائے کرام علیہم السلام جو کہ اس کائنات میں سب سے افضل جماعت ہے، نے بھی واضح اعلان کر دیا کہ ہم غیب نہیں جانتے، ذیل میں اس سلسلے کی چند آیات پیش کی جاتی ہیں:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ [1]

جس دن اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کرے گا (اور اس دن) کہے گا کہ تمہیں (اپنی امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے ہمیں معلوم نہیں ہے کیونکہ پوشیدہ امور کا جاننے والا تو ہی ہے۔

تشریح: یعنی وہ اقرار کریں گے کہ ہمیں غیب کا علم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ عرض کریں گے کہ غیب کا جاننے والا تو ہی ہے۔

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ [2]

(نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ) میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں (کوئی) غیب جانتا ہوں اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں اور جو تمہاری نظروں میں گھٹیا ہیں، میں ان کیلئے یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ انہیں کوئی بھلائی نہیں دے گا جو ان کے دلوں میں ہے اسے تو اللہ تعالیٰ بخوبی جاننے والا ہے (اگر میں نے اس طرح کہا تو) میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔

---

[1] سورۂ مائدہ:109۔

[2] سورۂ ہود:31۔

تشریح: ثابت ہوا کہ غیب دانی کا دعویٰ کرنا ظالموں کا کام ہے کیونکہ اس طرح کا دعویٰ کر کے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی صفت میں شریک کر دیتے ہیں اور شرک بڑا ظلم ہے جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہم السلام دعویٰ علم غیب سے ڈرتے رہے تو پھر آج کل کے پیر یا درگاہوں والے، صوفی اپنے لئے یا اپنے بزرگوں کیلئے غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں لہٰذا یہ دعویٰ کرتے ہوئے انہیں شرم آنی چاہئے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ [1]

(اے پیغمبر ﷺ ان سے) کہہ دیں کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو کچھ میری طرف وحی کیا گیا ہے اس کے علاوہ میں کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا آپ کہہ دیں کہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر تم تفکر کیوں نہیں کرتے۔

تشریح: جب رسول اللہ ﷺ غیب دانی کا دعویٰ نہیں کرتے تو پھر دوسروں کو ایسا دعویٰ کرنے کا کیا حق ہے؟ جب آپ ﷺ غیب نہیں جانتے تو پھر دوسرا کون ہے جو غیب کا علم رکھتا ہو؟ اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاءِ کرام یا اولیاء اور بزرگوں کو غیب دان سمجھتے ہیں انہیں یہ آیات ذہن نشین ہونی چاہییں۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ڔ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ [2]

(اے پیغمبر ﷺ) آپ کہہ دیں کہ میں اپنے لئے کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو

[1] سورۂ انعام:50۔

[2] سورۂ اعراف:188۔

اللہ تعالیٰ چاہے (وہی ہوگا) اگر میں غیب جانتا تو کئی اچھائیاں اپنے پاس جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہ پہنچتی اور میں صرف ایماندار قوم کو (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرانے والا اور (اس کی مغفرت ورحمت کی) خوشخبری دینے والا رسول ہوں۔

تشریح: ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کفار کی طرف سے کئی اذیتوں اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا خود قرآن مجید کہتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾[1]

یعنی جو اللہ کے رسول ﷺ کو ایذاء دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

ثابت ہوا کہ آپ ﷺ غیب دان نہ تھے، تو پھر اور کون ہے جو غیب جانتا ہو؟ لہٰذا یہ صفت خاص اللہ تعالیٰ کی ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾[2]

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہی پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہی بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیب جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کوئی اللہ (الٰہ) نہیں ہے لہٰذا اس کے سوا کوئی دوسرا غیب دان بھی نہیں ہو سکتا، جو شخص کسی مخلوق کو غیب دان جانتا ہے گویا وہ اسے اللہ کہہ چکا، اس سے بڑا شرک اور کفر کیا ہوگا؟

اس کے بعد چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

۱۔ أخرج الطيالسي وسعيد بن منصور وأحمد وعبد بن حميد والبخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم وأبو الشيخ

[1] سورۂ توبہ:61۔
[2] سورۂ حشر:22۔

وابن مردویه والبیهقی فی الاسماء والصفات عن مسروق قال: کنت متکئا عند عائشة فقالت عائشة: ثلاث من تکلم بواحدة منهن فقد أعظم علی الله الفریة(وفیه قالت) ومن زعم أنه یخبر الناس بما یکون فی غد فقد أعظم علی الله الفریة والله تعالی یقول قل لا یعلم منْ فی السموات والأرض الغیب إلا الله۔ [1]

مسروق سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: جس نے تین باتوں میں سے کوئی ایک بات کہی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا ام المؤمنین نے آخری چیز یہ بیان کی کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے کل کی خبر دیتے (یا جانتے) ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کے غیب کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

تشریح: جب یہ ثابت ہو چکا کہ غیب جاننا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ لاشریک لہ (الانعام ع ۲۰ پ ۷) یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات اور اس کی صفات مبارکہ میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، تو پھر اس کی کسی صفت میں کسی دوسری مخلوق کو شریک کرنا اس پر جھوٹ باندھنا ہے۔

۲۔ وأخرج ابن مردویه عن سلمة بن الأکوع رضی اللہ عنہ قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم فی قبة حمراء اذ جاء رجل علی فرس فقال: من أنت؟ قال "أنا رسول الله قال: متی الساعة؟ قال: غیب وما یعلم الغیب إلا الله قال: ما فی بطن فرسی؟ قال: غیب وما یعلم الغیب إلا الله: فمتی تمطر؟ قال: غیب وما

---

[1] درمنثور ج:5، ص:114، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ النجم، ح:4855، صحیح مسلم کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ تعالیٰ ولقد رءاہ نزلۃ اخریٰ وھل رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ لیلۃ الاسراء، ح:177، جامع ترمذی ابواب التفسیر باب تفسیر سورۃ الانعام ح:3068، مسند احمد ج:6، ص:49۔

يعلم الغيب إلا الله "۔[1]

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لال رنگ کے خیمے میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اور عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے کہا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ غیب کا معاملہ ہے اور غیب کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس نے کہا میری گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ غیب ہے اور غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اس نے پوچھا بارش کب نازل ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی غیب ہے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی غیب نہیں جانتا۔

تشریح: یہ تمام امور پوشیدہ ہیں جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غیب ہیں جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا پھر کسی اور کی طرف غیب دانی کی نسبت کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

۳۔ قال الإمام أحمد: حدثنا وكيع، حدثنا سفيان، عن عبد الله بن دينار، عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مفاتيح الغيب خمس لا يعلمهن إلا الله: {إن الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الأرحام وما تدري نفس ماذا تكسب غدا وما تدري نفس بأي أرض تموت إن الله عليم خبير}۔[2]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیب کی چابیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ لقمان کی (اس آیت کی) تلاوت فرمائی:

---

[1] درمنثور ج:5، ص:169، معجم طبرانی کبیر ج:7، ص:20، ح:6245۔

[2] تفسیر ابن کثیر ج:3، ص:454، صحیح بخاری کتاب الاستسقاء، باب لا یدری متی یجیء المطر الا اللہ تعالیٰ، ح:1039، 4627، 4697، 4778، 7379، صحیح مسلم کتاب الایمان باب الایمان ما ھو و بیان خصالہ، ح:9، مسند احمد ج:1، ص:386، 438، 445، ج:5، ص:353، 368، وعن ابن عمر ج:2، ص:24، 58، 85، 122۔

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے (کہ وہ کب آئے گی) وہی بارش نازل کرتا ہے (یعنی بارش نازل ہونے کی خبر اسی کے پاس ہے) اور وہ جانتا ہے کہ (ماؤں) کے رحموں میں کیا ہے، کسی کو خبر نہیں کہ کل وہ کیا کمائے گا اور نہ ہی کوئی جانتا ہے کہ وہ کس زمین پر مرے گا ان تمام باتوں کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ناظرین: یہ حدیث کئی طریق سے مروی ہے، چنانچہ مسند احمد میں ابو بریدہ، ابن مسعود، ابن عباس اور رجل من بنی عامر رضی اللہ عنہم سے بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے، تمام احادیث کا ذکر حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر ج ۳ ص ۴۵۴، ۴۵۳ میں کیا ہے۔

تشریح: اس آیت اور حدیث میں پانچ چیزوں کو غیب کی چابیاں کہا گیا ہے، جب ان چابیوں کو بھی کوئی نہیں جانتا تو پھر خزانے یعنی علم غیب تک کس کی رسائی (پہنچ) ممکن ہو سکتی ہے؟ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ان پانچ چیزوں کے ساتھ کئی چیزیں اور بھی ہیں مثلاً:

① اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ اور پھر روزِ قیامت کیا ہوگا؟ حساب و کتاب، میزان، پل صراط، جنت و جہنم کی تفصیلات اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ان تمام چیزوں کے متعلق مخلوق کو صرف اتنا ہی علم ہے جو اس نے قرآن و حدیث میں بتایا ہے۔

② بارش کب نازل ہوگی یہ ایک عنوان ہے اس کے تحت مزید کئی چیزیں ہیں مثلاً: بارش کتنا وقت جاری رہے گی، اس میں گرج، چمک اور بجلی ہوگی یا نہیں، اس میں اولے ہوں گے یا نہیں، بارش مفید ثابت ہوگی یا نقصاندہ، اس سے کہاں کب اور کس قسم کی فصل آباد ہوگی، یہ تمام باتیں قطعی طور پر کوئی بھی نہیں جانتا صرف گمان تخمینے اور اندازے سے بعض باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

③ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس عنوان کے تحت بھی مزید کئی باتیں ہیں مثلاً: بچہ کب پیدا ہوگا، حمل کی مدت پوری کرے گا یا پہلے ساقط ہو جائے گا، زندہ پیدا ہوگا یا مردہ، یا پیدا ہوتے ہی مر جائے گا، اس کی عمر کتنی ہوگی، بچپن میں فوت ہوگا یا جوانی یا بڑھاپے میں، اس سے نیک اعمال

سرزد ہونگے یا برے، اس کا رزق کیا ہوگا حلال یا حرام اور اس کا ذریعہ معاش کیا ہوگا نیک بخت ہوگا یا بد بخت؟ یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا۔

④ جب کسی کو خبر نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا تو پھر پوری زندگی اس نے کیا کرنا ہے؟ اس کا علم بھی اس کے پاس نہیں، ان سب باتوں کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

⑤ جب کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ زمین کے کس حصہ پر فوت ہوگا تو پھر کسی کو کیا معلوم کہ اس کی موت اپنوں میں ہوگی یا غیروں میں، اسے کس طرح موت آئے گی بیماری، حادثہ یا زہر سے، دشمن کے حملے سے یا وہ خودکشی کریگا موت اچانک واقع ہوگی یا بیمار رہ کر، قبر میں دفن ہوگا یا آگ میں جلایا جائے گا، درندے اسے کھا جائیں گے یا دریا اور سمندر میں پھینک دیا جائے گا، موت کے بعد منہ کے بل گرے گا یا پیٹھ کے بل دائیں یا بائیں طرف، اس کی موت دھوپ میں ہوگی یا سائے میں وغیرہ وغیرہ، جب ان چیزوں کا عنوان بھی کسی کو معلوم نہیں ہے تو پھر اس کی تہہ اور جڑ میں جو امور ہیں ان سے کون واقف ہوگا؟ اور کون ہے جو ان تمام امور کے علم کا دعویٰ کرے؟ یہ شان تو صرف اللہ رب العالمین کی ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے وہی عالم الغیب ہے۔

ناظرین: اس آیت کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے، چنانچہ فقہ حنفی کے مشہور امام ابوالبرکات النسفی اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں:

ورأى منصور فى منامه صورة ملك الموت وسأله عن مدة عمره فأشار بأصبعه الخمس فعبر المعبرون بخمس سنوات وبخمس أشهر وبخمسة أيام فقال ابو حنيفة عنه هو إشارة إلى هذه الآية فإن هذه العلوم الخمسة لايعلمها الاالله۔[1]

خلیفہ منصور نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا اور اس سے اپنی عمر کے بارے میں دریافت کیا ملک الموت نے جواب میں پانچ انگلیوں کی طرف اشارہ کیا، پھر تعبیر کرنے

[1] مدارک التنزیل ج:3،ص:286۔

والوں نے مختلف تعبیریں کیں بعض نے پانچ سال، بعض نے پانچ مہینے یا پانچ دن مراد لئے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کی تعبیر کرتے ہوئے بتایا کہ اس میں قرآن مجید کی اس آیت (سورۂ لقمان کی مذکورہ) کی طرف اشارہ ہے یعنی ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

یعنی ملک الموت نے بظاہر یہی کہا کہ جب تیری عمر کا مجھے بھی علم نہیں (حالانکہ روح میں نے قبض کرنی ہے) تو پھر اور کسی کے پاس علم غیب کیسے ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو درست فہم عطا فرمائے۔

۴۔ عن ام العلاء الانصارية قالت قال رسول الله ﷺ والله لاادری وأنارسول الله مايفعل به ولا بكم۔ [1]

ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا، آپ نے پھر فرمایا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہوگا اور میرے ساتھ کیا ہوگا؟

تشریح: جب کل کی خبر سید الاولین والآخرین امام المرسلین خاتم النبیین ﷺ کو بھی نہیں ہے تو پھر اور کون ہے جو اس چیز کو جانتا ہو؟ یہی مضمون قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ⑨ [2]

آپ کہہ دیں کہ میں پیغمبروں میں سے نیا (آنے والا) تو نہیں ہوں، میں نہیں جانتا میرے اور تمہارے ساتھ (کل دنیا میں) کیا کیا جائے گا، میں اس وحی کے سوا (دوسری) کسی بات کی اتباع نہیں کرتا اور میں تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

[1] مشکوۃ المصابیح ص: 456، صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت بعد المیت اذا ادرج فی اکفانہ، ح: 1243، 2687، 3929، 7003، 7018۔

[2] سورۂ احقاف: 9۔

۵۔ عن ربیع بنت معوذ قالت دخل علی رسول اللہ ﷺ صبیحۃ عرسی وعندی جاریتان تغنیان وتندبان آبائی الذین قتلوا یوم بدر وتقولان فیما تقولان وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال أما هذا فلا تقولوه ما یعلم مافی غد الا اللہ۔ [1]

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میری شادی والے دن، صبح کو رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے میرے پاس دولڑکیاں گا رہی تھیں جس میں جنگِ بدر کے شہداء کی مدح وثنا بیان کر رہی تھیں انہوں نے یہ الفاظ بھی کہے کہ ہم میں اللہ کے نبی ﷺ ہیں جو کل کی خبر بھی جانتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ الفاظ نہ کہو کل کیا ہوگا اس کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو پتہ نہیں۔

۶۔ اخرج الطبرانی فی الاوسط بإسناد حسن من حدیث عائشة ان النبی مر بنساء من الانصار فی عرس لهن وهن یغنین ۔ وأهدی لها کبشا تنحنح فی المربد وزوجك فی البادی وتعلم ما فی غد. فقال لایعلم مافی غد إلا اللہ۔ [2]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انصار کی عورتوں کے پاس سے گذرے جو (اشعار) گا رہی تھیں ان میں یہ الفاظ بھی تھے کہ آپ ﷺ جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔

تشریح: ان دونوں حدیثوں کے معانی پر غور کیجئے کہ جب کل کی خبر کوئی نہیں جانتا تو پھر ان پیشگوئیوں کا کیا اعتبار ہوگا جو عموماً بزرگوں سے نقل کی جاتی ہیں یا لوگوں کی زبانوں پر عام ہیں۔ اس کے علاوہ کئی اور روایات بھی ہیں لیکن ایک ایماندار کیلئے یہ قدر کافی ہے۔

اسی طرح ان ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا واقعہ جنہیں بئر معونہ کے پاس دھوکے سے ساتھ

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح، باب الغناء والدف، ص:138، ح:1897۔

[2] فتح الباری ج:9 ص:203، مستدرک حاکم ج:2 ص:184-185، قال الحاکم هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم۔

قتل کر دیا گیا تھا، جیسا کہ صحیح بخاری (کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان وبئر معونہ، ح: 4090، 4093) میں مذکور ہے، اگر رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم ہوتا کہ انہیں قتل کر دیا جائے گا تو آپ ﷺ کبھی بھی ان کو اس طرف نہ بھیجتے۔ نیز واقعہ افک جس میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کی طرف سے تہمت لگائی گئی، آپ ﷺ کئی دن اس فکر میں پریشان رہے آپ کو کوئی پتہ نہ چل سکا کہ حقیقت کیا ہے حتی کہ سورۂ نور کی آیات نازل ہوئیں، جس میں ام المؤمنین کی برأت، عصمت، عفت اور پاکدامنی مذکور ہے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جھوٹی تہمت لگانے والوں کو حدِ قذف (زنا کی تہمت کی سزا) لگائی جیسا کہ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث افک اور عام کتب احادیث میں مذکور ہے۔ ان واقعات سے بھی ثابت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی غیب جاننے والا نہیں۔

اس مسئلے کے بارے میں فقہ حنفی کی بعض کتب کے حوالے پیش کیے جاتے ہیں، ملا علی قاری شرح فقہ الاکبر میں لکھتے ہیں کہ:

وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر فاعتقاد أن النبی ﷺ یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ: قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔ [1]

علماءِ احناف نے واضح طور پر اس شخص کو کافر کہا ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے ہیں کیونکہ یہ عقیدہ، قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے کہ: ”آسمانوں اور زمینوں میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا“ کتاب ”المسایرۃ“ میں اسی طرح مذکور ہے۔

ناظرین: کتاب المسایرۃ علامہ ابن ابی شریف القدسی الشافعی کی تصنیف ہے اور اس پر علامہ ابن ھمام حنفی نے شرح لکھی ہے جو کہ بنام ”المسامرۃ شرح المسایرۃ“ مشہور ہے، اس کے صفحہ ۲۳۵ پر یہ عبارت، شرح کے ساتھ مذکور ہے، ابن ھمام حنفیہ کے نزدیک مجتہد فی المذھب کا درجہ رکھتے ہیں جیسا کہ علامہ عبدالحی لکھنوی نے التعلیقات السنیة الفوائد البھیة ص ۱۸۰ میں

[1] شرح فقہ الاکبر ص: 185، طبع مجتبائی دہلی۔

ذکر کیا ہے اور علامہ ابن عابدین شامی رد المختار شرح در المختار ص ۱۷۳، ۶۲۱، ۶۸۸ میں ابن ہمام کیلئے لکھتے ہیں کہ وہ درجہ اجتہاد پر فائز تھے، لہٰذا ان کا قول حنفیہ کیلئے بڑی دلیل ہے۔

② فتاویٰ قاضی خان کتاب النکاح میں ہے کہ:

رجل تزوج امرأة بشهادة الله ورسوله كان باطلا لقوله ﷺ لا نكاح إلا بشهود وكل نكاح يكون بشهادة الله .... وبعضهم جعلوا ذالك كفرا لأنه يعتقد إن الرسول ﷺ يعلم الغيب وهو كفره۔[1]

اگر کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرے اور اس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ مقرر کرے تو اس کا نکاح نہ ہوگا بعض علماء نے تو کہا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس عمل سے اس کا یہ عقیدہ ظاہر ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے ہیں، اور یہ کفریہ عقیدہ ہے۔

③ الدر المختار ص ۷۲ معہ شرحہ رد المختار میں بھی اسی طرح ہے نیز فتاویٰ عالمگیری ص: ۲۶۸ میں ہے کہ اس قسم کا نکاح جائز نہیں ہے۔

خلاصہ: اس فصل کا خلاصہ یہ ہے کہ غیب دانی اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے، جس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، دوسرے کسی مثلاً فرشتے، نبی، ولی، پیر، بزرگ وغیرہ کو غیب دان سمجھنا شرک ہے۔

ذیل

اسی طرح نجومیوں، عاملوں، جوتشیوں اور فال نکالنے والوں کے پاس جا کر اپنی قسمت کا حال معلوم کرنا، یا اپنی حاجات وضروریات کے بارے میں سوال کرنا بھی اسی باب سے ہے کیونکہ ان پر یقین کرنا کفار کا کام ہے، ارشادِ ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿٥١﴾ اُولٰٓئِكَ

[1] فتاویٰ قاضی خان کتاب النکاح ص: 154۔

الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝ [1]

(اے پیغمبر) کیا آپ نے ان کی طرف نہیں دیکھا؟ جنہیں کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا، وہ جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ مومنوں سے زیادہ سیدھی راہ پر ہیں یہ وہی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور جن پر اللہ لعنت کرے ان کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔

تشریح: طاغوت کا معنی باب ۲ کی فصل ۱، میں گذرا "الجبت" کا معنی ومفہوم بھی اس کے قریب قریب ہے، چنانچہ لسان العرب میں ہے:

الجبت كل ما عبد من دون الله وقيل هى كلمة تقع على الصنم الكاهن والساحر ونحو ذلك۔ [2]

اور امام راغب اصفہانی کی کتاب المفردات فی غریب القرآن میں ہے کہ:

ويقال لكل ما عبد من دون الله جبتا وسُمّي الساحر والكاهن جبتا۔ [3]

یعنی ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجا کی جائے وہ جبت میں داخل ہے اور نجومی، جادوگر، کاہن، غیب کی خبر دینے والے یعنی لوگوں کو آئندہ کی خبریں اور قسمت کا حال بتانے والے اس میں شامل ہیں، اسی طرح مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۱۷ میں بھی ہے۔

نیز سلف سے بھی یہی معنی منقول ہے، چنانچہ ابو العالیہ جبت سے کاہن اور نجومی مراد لیتے ہیں، سعید بن منصور کہتے ہیں کہ جبت سے مراد جادوگر اور طاغوت سے نجومی اور غیب کی خبر دینے والے مراد ہیں، قتادہ کا قول ہے کہ جبت سے مراد شیطان ہے اور طاغوت سے غیب کی خبر دینے والا مراد ہے۔

الغرض: مندرجہ بالا آیت اور مذکورہ عبارت میں درج روایات سے نتیجہ ظاہر ہے کہ اس

---

[1] سورۂ نساء: 51-52۔

[2] لسان العرب ج:2، ص:21۔

[3] المفردات فی غریب القرآن ص:83۔

قسم کی غیب کی خبریں بتانے والوں اور دل کے خیالات اور قسمت کے حالات بتانے والوں کے پاس جانا اور ان کی باتوں پر اعتبار کرنا کافروں کا کام ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا باعث بھی۔

اس کے بعد چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

مسند احمد اور صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کی بعض ازواج مطہرات سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ من أتی عرافا فسأله عن شيء لم تقبل له صلاة اربعين ليلة۔ [1]

جو شخص کسی غیب کی خبر دینے والے کے پاس آ کر کچھ پوچھتا ہے تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ ہوں گی۔

تشریح: کئی غیب کی خبریں بتانے والے نجومی، ہاتھ کی لکیریں دیکھنے والے، یا طوطوں یا کاغذوں کے ذریعے آئندہ کے احوال بتانے والے، ملک میں پھیلے ہوئے ہیں ان کے پاس جانا اور کچھ معلوم کرنا اس حدیث کے مطابق حرام ثابت ہوا کیونکہ ایک دفعہ ان کے پاس جانے اور پوچھنے سے چالیس دن کی نمازیں باطل ہو جاتی ہیں تو اس سے بڑھ کر اور گناہ کا کام کیا ہوگا۔

مسند احمد اور مستدرک حاکم میں سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۲۔ من أتی عرافا او كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما انزل علی محمد۔ [2]

جو شخص کسی غیب کی خبر دینے والے یا نجومی کے پاس آیا اور اس کی بات کو تسلیم کیا تو اس نے اس دین یا قرآن سے کفر کیا، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

تشریح: اس عمل کو کفر کہا گیا ہے، علم غیب اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کی صفت ہے، جیسا کہ گذشتہ فصل میں گذرا لہٰذا جو کوئی علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے، اس قسم کی خبریں دیتا ہے گویا کہ وہ الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے، پھر اس سے بڑھ کر کفر کیا ہوگا کہ ایسے شخص کی بات تسلیم کی جائے اور اس

---

[1] الجامع الصغیر ج:2،ص:158، صحیح مسلم کتاب السلام، باب تحریم الکہانۃ واتیان الکہان، ح:2230، مسند احمد ج:4،ص:68، ج:5،ص:380۔

[2] الجامع الصغیر ج:2،ص:158، مسند احمد ج:2،ص:429، مستدرک حاکم ج:1،ص:8۔

پر اعتبار کیا جائے۔

مسند احمد، نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۳۔من أتی کاهنا فصدقه بما یقول أو أتی امرأة حائضة أو أتی امرأة فی دبرها فقد برئ مما انزل علی محمد۔ [1]

جو شخص کسی نجومی کے پاس آیا یا اس نے اپنی بیوی کے ساتھ حالت حیض یا پیچھے کی طرف (دبر) میں جماع کیا تو وہ اس دین سے بری ہوا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ایسا عمل بڑا گناہ ہے کیونکہ دین سے بری ہونا کفر ہے اور اس سے بڑا اور کونسا گناہ ہو سکتا ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ اس کا دوسرے اعمال کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو اس سے بچنا ضروری ہے۔

طبرانی میں واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ:

۴۔من أتی کاهنا فسأله عن شئ حجبت عنه التوبة اربعین لیلة فان صدقه بما قال کفر۔ [2]

جو شخص کسی نجومی یا غیب کی خبریں بتانے والے کے پاس گیا اور اس سے سوال کیا تو چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور اگر اس کی تصدیق کی تو کافر بن گیا۔

تشریح: اس روایت میں کچھ کلام ہے مگر یہاں بطور شاہد کے پیش کی گئی ہے، اس میں

---

[1] الجامع الصغیر ج:2،ص:158، جامع ترمذی کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی کراہیۃ اتیان الحائض، ح:135، سنن ابو داؤد کتاب الکہانۃ والتطیر، باب فی الکہان ح:3904، سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ، باب النہی عن اتیان الحائض، ح:639، مسند احمد ج:8،ص:408۔

[2] الجامع الصغیر ج:2،ص:158، معجم طبرانی کبیر ج:22،ص:69،ح:169۔

نجومیوں، عاملوں اور فال نکالنے والے کے پاس جانے کے بارے میں انتہائی سخت الفاظ کہے گئے ہیں اور بڑی تنبیہ وارد ہے۔

۵۔ مسند بزار میں اعلیٰ سند سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لیس منا من تطیر او تطیر له أو تكهن أو تكهن له او سحر او سحر له ومن أتى كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما انزل على محمد۔[1]

وہ شخص ہماری جماعت میں سے نہیں ہے جو بدفالی کرے یا اس کے لئے بدفالی کی جائے یا وہ نجومیوں والے اعمال کرے یا اس کے لیے ایسے اعمال کیئے جائیں، یا وہ جادو کرے یا اس کیلئے جادو کیا جائے، جو شخص کسی نجومی کے پاس آیا اور اس کی بات کو سچا مانا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف نازل شدہ دین سے کفر کیا۔

تشریح: ثابت ہوا کہ اس قسم کے کام کرنے والا اور جس کے لیے یہ کام کیے جائیں دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو اس سے باز آنا چاہیے۔

مسند احمد اور ابوداؤد میں بہترین سند سے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۶۔ ان رسول الله ﷺ سئل عن النشرة فقال هي من عمل الشيطان۔[2]

رسول اللہ ﷺ سے فال نکالنے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ شیطانی کاموں میں سے ہے۔

تشریح: عموماً دیکھا گیا ہے کہ چوروں کو پکڑنے کیلئے جو فال یا ٹونے وغیرہ نکالے جاتے ہیں ان کی زد میں اکثر بے گناہ لوگ آجاتے ہیں اور اس سے آپس میں عداوتیں بڑھ جاتی ہیں اور

---

[1] فتح المجید شرح کتاب التوحید ص:297، مسند بزار:3578، معجم طبرانی کبیر ج:18، ص:162، ح:355، مسند بزار ج:9، ص:52، ح:3578۔

[2] فتح المجید شرح کتاب التوحید ص:203، سنن ابوداؤد کتاب الطب، باب فی النشرۃ، ح:3868، مسند احمد ج:3، ص:294، مستدرک حاکم ج:4، ص:418 وصحہ۔

بدگمانیاں پیدا ہو جاتی ہیں لہٰذا ان اعمال کے شیطانی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

الحاصل: آیت اور احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم کے فال، ٹونے، ٹوٹکے، علم نجوم وغیرہ شیطانی کام ہیں، بڑے فتنوں کا باعث ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دوری اور اس کی لعنت کا سبب ہیں اور ان چیزوں پر بھروسہ ویقین رکھنا کفریہ کام ہے۔

چھٹی فصل: کسی مخلوق میں حاجت روائی اور مشکل کشائی کا عقیدہ رکھنا

عام مشاہدہ ہے کہ مذکورہ مرض میں لوگوں کی اکثریت مبتلا ہے، مثلاً: کئی لوگ علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہتے ہیں حالانکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں اور اس کی مشکل کشائی کے محتاج تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے چند اشعار اس طرح منقول ہے:

ینادی بالتضرع یا الاهی　　　اقلنی عثرتی واستر عیوبی

فزعت الی الخلائق مستغیثا　　　ولم ار فی الخلائق من مجیب

فانت تجیب من یدعوك ربی　　　وتکشف ضر عبدك یاحبیبی

ودائی باطن ولدیك طب　　　ومن لی مثل طبك یاطبیبی

(دیوان علی رضی اللہ عنہ ص ۱۵)

ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

یا اللہ میں تجھے عاجزی کے ساتھ پکارتا ہوں، تو میری لغزشوں کو معاف کر اور میرے عیوب کی پردہ پوشی کر، تیرے علاوہ کوئی فریادرس نہیں ہے تو ہی پکارنے والوں کی پکار سنتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے، تو ہی اپنے بندوں کی مشکل کشائی کرتا ہے میری اندرونی بیماری کا علاج کرنے والا بھی تو ہی ہے۔

مقام غور ہے کہ جب آپ کے لختِ جگر اور فرزند سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میدانِ کربلا میں قتل ہو رہے تھے تو آپ نے ان کی مشکل کشائی کیوں نہ کی؟ تاریخ گواہ ہے کہ نماز فجر میں ابن ملجم یہودی نے آپ کو خنجر مارا معلوم ہوا آپ اپنی مشکل دور نہ کر سکے تو دوسروں کی مشکل کشائی کس طرح کریں گے؟

مشکل کشائی کرنا تو صرف رب العالمین کی شان ہے، اس سلسلے میں چند آیات پیش کی جاتی ہیں:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [1]

اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس (اللہ) کے سوا کوئی تکلیف دور کرنے والا یا مشکل کشا نہیں ہے اور اگر وہ تجھے کسی بھلائی سے نوازے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح: یہ آیت بالکل واضح طور پر نفی کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور مشکل کشا ہے، مگر پھر بھی کئی سمجھدار قسم کے لوگ اس صفت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ جاہلوں پر کیا افسوس کرنا کئی علماء بھی اس مرض میں گرفتار نظر آتے ہیں، چنانچہ مولوی حسین احمد مدنی صاحب جو دیوبندیوں کے مشہور بزرگ ہیں، اپنی کتاب سلاسل طیبہ ص ۱۴ میں اپنی طریقت کا سلسلہ، نظم میں ذکر کرتے ہیں جس میں سب کا وسیلہ لیکر دعا کرتے ہیں جب علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں تو اس طرح بیان کرتے ہیں:

کر عطا ظاہر میں آثار شریعت اب   کر عطا باطن میں اسرار طریقت اب
دور کر دل سے حجاب جہل و غفلت اب   کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے اب
ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے

ناظرین: دیوبندی فرقہ کے مشہور و مسلّم بزرگ کے ان اشعار پر غور کیجئے اور مذکورہ بالہ قرآنی آیت پر بھی نظر ڈالیے تو دونوں میں کتنا بڑا تضاد و تفاوت نظر آتا ہے۔ دراصل جس معاشرے میں پیری مریدی اور صوفیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہاں عقیدے کی پابندی نہیں رہ سکتی بلکہ کافی تساہل و تغافل آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو عقیدۂ توحید میں پختگی نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَاۗدَّ

[1] سورۃ انعام: 17۔

لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ [1]

یعنی اور اگر اللہ تجھے کوئی دکھ پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا یا مشکل کشا نہیں ہے اور اگر وہ تمہارے لئے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اپنے بندوں میں سے جس کے کیلئے چاہے، اسے اپنے فضل سے نوازے وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فہم عطا کرے کہ وہ اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کیلئے صرف اسی کی بارگاہ میں التجائیں کریں۔

تفسیر ابوالشیخ میں حسن بصری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں تین آیات ہیں جن کی وجہ سے میں کسی بھی مخلوق کا محتاج نہیں بن سکتا، ان آیات کا سبق میرے لئے کافی ہے ان آیات میں سورۂ یونس کی مذکورہ بالا آیت بھی ہے، امام بیہقی کی کتاب ''شعب الایمان'' میں عامر بن قیس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ [2]

یعنی (ہم پوچھتے ہیں کہ) عاجز کی دعا کون قبول کرتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور کون ہے جو اس سے دکھ درد دور کرتا ہے اور مشکل کشائی کرتا ہے، زمین میں گذشتہ لوگوں کے وارث کون بناتا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ ہے؟

تشریح: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مشکل کشائی ایک اللہ تعالیٰ کی صفت ہے دوسرا کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا کوئی الٰہ نہیں ہے لہٰذا جو شخص کسی مخلوق میں مشکل کشائی کا عقیدہ رکھے تو گویا وہ اسے اللہ سمجھتا ہے تو اس سے بڑا شرک اور کفر کیا ہوگا؟

اس کے بعد چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال اطلبوا الخير دهركم كله

[1] سورۂ یونس: 107۔
[2] سورۂ نمل: 62۔

وتعرضوا نفحات ربكم فإن لله تعالىٰ نفحات من رحمته يصيب بها من يشاء من عباده واسئلوه أن يستر عوراتكم ويؤمن روعاتكم [1]

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوری زندگی اللہ سے خیر و برکت طلب کرتے رہو اپنے رب کی مہربانیاں تلاش کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسے اپنی مہربانیوں اور رحمت سے نواز دے اور اللہ سے دعا کرتے رہو کہ وہ تمہارے عیوب کی پردہ پوشی کرے اور تمہارے خلاف اور اندیشوں کو دور کر دے۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بندے کو اپنی تمام حاجات وضروریات میں، ایک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، اسی کے در پر دعائیں اور التجائیں کرنی چاہئیں کیونکہ اس کے سوا کوئی بھی مشکل کشا نہیں ہے۔

۲-عن رجل من بلهجيم قال قلت يا رسول الله ﷺ الام تدعو قال أدعو إلى الله وحده الذي إن مسك ضر فدعوته كشف عنك والذي إن ضللت بأرض قفر دعوته رد عليك والذي إن أصابتك سنة فدعوته أنبت عليك قال قلت فأوصني قال لا تسبن أحدا ولا تزهدن في المعروف ولو أن تلقى أخاك وأنت منبسط إليه وجهك ولو أن تفرغ من دلوك في إناء المستسقي واتزر إلى نصف الساق فإن أبيت فإلى الكعبين وإياك وإسبال الإزار فإن إسبال الإزار من المخيلة وإن الله تبارك وتعالى لا يحب المخيلة۔ [2]

بلہجیم قبیلہ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس ایک اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جسے اگر تم اپنی مشکل میں پکارو تو وہ تمہاری دعا قبول کرے اور تمہاری مشکل کشائی

[1] تفسیر ابن کثیر ج:2،ص:434، معجم طبرانی کبیر ج:1،ص:250،رقم:720، مجمع الزوائد وثق رجالہ ج:10،ص: 231-

[2] مسند احمد ج:5،ص:64-

کرے اور اگر تم کسی ویران و بیابان زمین میں بھٹک جاؤ اور اسے پکارو تو وہ صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرے اور جب تمہیں قحط سالی پہنچے اور تم اسے پکارو تو وہ تمہاری زمین آباد کر دے، پھر میں نے عرض کی کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے آپ ﷺ نے فرمایا کسی کو گالی نہ دے، اور کسی بھی نیکی اور اچھائی کے کام سے روگردانی نہ کر، گرچہ اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کر اور اگرچہ کسی پانی کے حاجتمند کو اپنے ڈول سے پانی نکال کر دے دینا ہی کیوں نہ ہو اپنے تہمند یا شلوار کو نصف پنڈلی پر رکھ اور زیادہ سے زیادہ ٹخنوں تک ہو اس سے نیچے نہ کرنا کہ ٹخنے ڈھک جائیں۔ کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے ہرگز نہ لٹکانا کیونکہ ایسا کرنا تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔

تشریح: اس حدیثِ مبارک میں بھی یہی تعلیم ہے کہ مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، مشکل چھوٹی ہو یا بڑی اسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

صحیح مسلم میں ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

۳۔ عن النبي ﷺ فيما يرويه عن ربه عز وجل أنه قال يا عبادي إني حرمت الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرما فلا تظالموا يا عبادي كلكم ضال إلا من هديته فاستهدوني أهدكم يا عبادي كلكم جائع إلا من أطعمته فاستطعموني أطعمكم يا عبادي كلكم عار إلا من كسوته فاستكسوني أكسكم : يا عبادي إنكم تخطئون بالليل والنهار وأنا أغفر الذنوب جميعا فاستغفروني أغفر لكم يا عبادي إنكم لن تبلغوا ضري فتضروني ولن تبلغوا نفعي فتنفعوني يا عبادي لو أن أولكم وآخركم وإنسكم وجنكم كانوا على أتقى قلب رجل واحد منكم ما زاد ذلك في ملكي شيئا : يا عبادي لو أن أولكم وآخركم وإنسكم وجنكم كانوا على أفجر قلب رجل واحد منكم ما نقص ذلك من ملكي شيئا : يا عبادي لو أن أولكم وآخركم وإنسكم وجنكم قاموا في صعيد واحد فسألوني فأعطيت كل واحد مسألته ما نقص ذلك مما عندي إلا كما ينقص المخيط إذا أدخل البحر يا

عبادي إنما هي أعمالكم أحصيها لكم ثم أوفيكم إياها فمن وجد خيرا فليحمد الله ومن وجد غير ذلك فلا يلومن إلا نفسه ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر دیا ہے اور تمہارے بیچ بھی ظلم حرام کر دیا ہے لہذا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جسے میں ہدایت دوں لہذا ہدایت مجھ سے ہی طلب کرو کہ میں تمہیں ہدایت عطا کروں۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جسے میں کھلاؤں۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو (لباس، خواہ عیوب کے اعتبار سے) مگر جسے میں پہناؤں تم مجھ سے ہی مانگو کہ میں تمہیں پہناؤں۔ اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے رہتے ہو اور میں گناہوں کو معاف کرتا ہوں لہذا اپنے گناہوں کی معافی مجھ سے طلب کرو کہ میں تمہارے گناہ معاف کر دوں۔ اے میرے بندو! تم ہرگز اس مقام کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے کوئی نقصان یا فائدہ دے سکو۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، جن اور انسان، سب کے سب ایک متقی پرہیزگار انسان کی طرح ہو جائیں تو پھر بھی میری ملکیت اور بادشاہت میں اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر یہ سب کے سب ایک برے شخص کی طرح ہو جائیں تو میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں کر سکتے۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے جن وانسان سب کے سب ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور ان میں سے ہر کوئی مجھ سے اپنا اپنا سوال کرے اور میں ہر ایک کو اسی وقت اس کے سوال کے مطابق عطا کر دوں تو بھی میری ملکیت میں کوئی بھی کمی نہیں آئی گی، مگر اتنی کہ جس طرح سمندر سے ایک سوئی ڈبو کر نکال لی جائے تو دریا میں کیا کمی آئیگی؟ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں شمار کر کے رکھ رہا ہوں، پھر تمہیں ان کا پورا بدلہ دونگا اب اگر کوئی اپنے لیئے بھلائی دیکھے تو اللہ تعالیٰ ہی تعریف اور شکر کرے کہ (اسی نے اسکو توفیق عطا فرمائی)

---

[1] الاربعون النووی ص:70-71، صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، ح:2577۔

اور اگر اس کے سواء کچھ اور پائے (یعنی اسے اچھا بدلہ نظر نہ آئے) تو وہ اپنے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے (یعنی اگر وہ برے اعمال نہ کرتا تو ایسا انجام نہ پاتا)۔

تشریح: اس حدیث نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے بلکہ ساری مخلوق، ہر چیز کے لیئے اسی کی محتاج ہے مثلاً: گناہوں کی بخشش، راہ ہدایت کی طرف رہنمائی، کھانا پینا، لباس، عیوب کی پردہ پوشی وغیرہ ہر مشکل کے لیئے مشکل کشاء، حاجت روا، ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے کوئی دوسرا نہیں ہے، یہاں لفظ ہے "کلکم" ہے یعنی تم سب کے سب، اسمیں پوری مخلوق آ گئی، یعنی فرشتے، اولیاء، بزرگ، صالحین، پیر وغیرہ سب اسی کے محتاج ہیں اور سب کو اپنی حیثیت کے مطابق ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی مشکل کشائی کے محتاج ہیں۔ لہذا وہ دوسروں کی کیا مشکل کشائی کریں گے؟ مسلمانوں کے لیئے اس حدیث میں بڑا درس اور اہم سبق موجود ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۴۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لو لا ان اشق علی امتی لأخرت العشاء الأخيرة إلى ثلث الليل هبط الله تعالىٰ إلى سماء الدنيا فلم يزل بها حتى يطلع الفجر فيقول: ألا سائل يعطى ألا داع فيجاب ألا مذنب يستغفر فيغفر له ألا سقيم يستشفي فيشفي۔[1]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو نماز عشاء کو رات کے تہائی حصے تک موخر کر دیتا کیونکہ جب رات کا تہائی حصہ باقی بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور فجر تک کہتا رہتا ہے کہ: ہے کوئی سوال کرنے والا کہ اس کا سوال پورا کیا جائے، دعا مانگنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے۔ کوئی گناہ معاف کرانے والا کہ اس کے گناہ معاف کیئے جائیں، کوئی بیمار کہ جسے شفاء دے دی جائے۔

۵۔ عن جابر ان رسول اللہ ﷺ قال ان اللہ ينزل كل ليلة إلى سماء الدنيا

[1] مختصر الصواعق المرسلة ص: 386 سنن دارمی کتاب الصلاۃ، باب ینزل اللہ الی السماء الدنیا، ج: 1، ص: 414، ح: 1484، مسند احمد ج: 1 ص: 120۔

لثلث الليل فيقول: ألا عبد من عبيدى يدعوني فاستجيب له أو ظالم لنفسه يدعوني فاغفرله ألا مقتر عليه رزقه ألا مظلوم يستنصرني فأنصره ألا عان يدعوني فأفك عنه فيكون ذالك مكانه حتى يضيء الفجر ثم يعلو ربنا عزوجل الى السماء العليا على كرسيه۔[1]

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کا دوتہائی حصہ گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی بندہ مجھ سے مدد طلب کرے تو میں قبول کروں کوئی اپنے اوپر ظلم کرنے والا مجھ سے دعا مانگے تو میں اسے معاف کر دوں کوئی رزق کی تنگی میں مبتلا یا مظلوم مجھ سے مدد طلب کرے تو میں اس کی مدد کروں مصیبت میں گرفتار کوئی شخص مجھ سے آزادی طلب کرے تو میں اسے مصیبت سے نجات دے دوں صبح تک اللہ تعالیٰ اس طرح کہتا رہتا ہے پھر اوپر والے آسمان اور اپنی کرسی کی طرف بلند ہو جاتا ہے۔

تشریح: ان دونوں حدیثوں سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ہر قسم کی مشکل کے لیئے صرف اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، اسی کے ہاتھ میں ہے کہ وہ مشکل دور کرے لہٰذا اس کے سواء کسی دوسری مخلوق کو مشکل کشا سمجھنا کھلم کھلا شرکیہ عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ فہم عطا فرمائے کہ وہ حقیقی اور سچے مشکل کشا کو پہچان لیں۔

خلاصہ: ان آیات واحادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا مشکل کشا نہیں ہے، اس کے علاوہ کسی کو مشکل کشا جاننا یا اس سے حاجت روائی اور مشکل کشائی طلب کرنا شرک ہے۔

ذیل

اسی طرح داتا، گنج بخش، دستگیر، حاجت روا، اور فریاد رس، یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں اور مشکل کشا کے معنی میں ہیں لہٰذا یہ خاص اللہ تعالیٰ کی صفات ہوئیں اور کوئی مخلوق ان صفات میں اسکی شریک نہیں ہوسکتی۔

---

[1] مختصر الصواعق المرسلة ص:388-389، معجم طبرانی اوسط، ج:7، ص:46-4، ح:6076، عن عبادة بن صامت۔

بعض لوگ جام صاحب ڈہرکی کو داتا کہتے ہیں اسی طرح بعض لوگ علی ہجویری کو داتا تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں "المعطی" بمعنی دینے والا (داتا) اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں یہ دعا بھی ہے کہ:

اللهم لا مانع لما اعطيت، ولا معطي لما منعت۔[1]

اے اللہ جس کو تو دے اس سے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس سے تو روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے۔

گویا اس روایت کا مطلب ہے کہ اے اللہ تیرے علاوہ کوئی داتا نہیں ہے، لہٰذا اللہ کے سوا کسی اور کو داتا کہنا شرک ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کی صفت "الصمد" بھی ہے اسکا معنی بھی داتا ہے لہٰذا اس نام کے ساتھ بھی کسی اور کو پکارنا عقیدہ توحید کے منافی ہے، اسی طرح گنج اور خزانہ عطا کرنا یا بخشنا بھی اسی (اللہ) کا کام ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢١﴾[2]

ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، مخلوق کو وہی خزانے عطا کرنے والا ہے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ[3]

یعنی اے نبی ﷺ آپ کہہ دیں کہ میں یہ نہیں کہتا (اور نہ ہی ایسا دعویٰ کرتا ہوں) کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔

---

[1] مشکوۃ المصابیح ص:88، صحیح بخاری کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ح:844، 6330، 6615، 7292، صحیح مسلم کتاب الصلاۃ، باب اعتدال ارکان الصلاۃ وتخفیفہا فی تمام، ح:471، 477، 593۔

[2] سورۃ حجر:21۔

[3] سورۃ انعام:50۔

جب سید الانبیاء والمرسلین اکرم الاولین والآخرین ﷺ کے پاس بھی اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں ہیں تو پھر کون ایسا دعویٰ کر سکتا ہے؟ جب کسی کے پاس خزانے نہیں ہیں تو کوئی داتا، گنج بخش وغیرہ کیسے بن سکتا ہے؟ جب خود اس کے پاس کچھ بھی نہیں تو وہ کسی اور کو کیا دے سکتا ہے؟ اسی طرح دستگیری کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔

عموماً لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی کو دستگیر کہتے ہیں حالانکہ وہ خود بچارے اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے، ان کا نام ہی عبدالقادر تھا یعنی قدرت والے کا بندہ، انہوں نے تو اپنے آپ کو کبھی قدرت والا کہا ہی نہیں تو وہ دستگیر کیسے بن گئے؟ وہ خود اللہ تعالیٰ کی دستگیری کے محتاج تھے، چنانچہ شیخ سعدی اپنی مشہور کتاب گلستان میں ایک واقعہ لکھتے ہیں:۔

عبدالقادر گیلانی کا دیدند رحمۃ اللہ علیہ در حرم کعبہ روئے بر حصار نہادہ و میگفت کہ یا غفور یا رحیم بہ بخشائے وا گر مستوجب عقوبتم مرا روز قیامت نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نباشم۔[1]

یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی کو لوگوں نے بیت اللہ میں دیکھا کہ پتھروں پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ کو پکار رہے تھے کہ اے میرے مہربان، میرے گناہ معاف فرما اور اگر میں عذاب کا مستحق ہوں تو قیامت کے دن مجھے نابینا کر کے اٹھانا تا کہ نیک لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔

اب انہیں دستگیر کہنے والے اس واقعہ پر غور کریں کہ ان کا اپنا عقیدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے انکا کیسا حال ہے؟

نیز مؤرخ علامہ شہاب الدین ابوشامہ المقدسی کتاب رجال القرنین میں وزیر جلال الدین ابوالمظفر عبداللہ ابن یونس بن احمد الجیلی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:۔

وخرب بیت الشیخ عبدالقادر وشتت اولادہ ویقال انہ بعث فی اللیل من

[1] گلستانِ سعدی ص:116۔

ینبش الشیخ عبدالقادر ورمی عظامه فی اللجة وقال هذا وقف ما یحل ان یدفن فیه احد۔[1]

یعنی وزیر موصوف نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے گھر کو برباد کیا اسے گرادیا اور ان کی اولاد کو الگ الگ کر دیا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے رات کو چند آدمی بھیجے جنہوں نے الشیخ عبدالقادر کی قبر کھود کر اس سے ان کی ہڈیاں نکال کر دریا برد کر دیں وزیر کا کہنا تھا کہ یہ زمین وقف کی ہے لہٰذا یہاں کسی کو دفن نہیں کیا جا سکتا۔

اس واقعہ کو علامہ ابن عمادی نے شذرات الذھب 4 ص 313-14 میں بھی ذکر کیا ہے۔

اب غور کریں کہ ان کی ہڈیاں کسی کی دستگیری کر سکتی ہیں؟

اگرچہ وزیر موصوف نے بہت ہی برا کیا لیکن عوام تو انہیں (شیخ عبدالقادر جیلانی) دستگیر کہتے ہیں پھر اس وقت کیا ہوا؟ انہوں نے اپنا گھر بچایا یا اپنی اولاد کی دستگیری کی؟ یا اپنی ہڈیاں قبر سے نکالنے اور دریا برد ہونے سے روک سکے؟ جب وہ کچھ نہ کر سکے تو انہیں دستگیر کیسے کہا جاتا ہے؟

یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہی کہ لاچار و مجبور و مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتا ہے اور انہیں مشکلات سے نجات دیتا ہے۔

{سبحانه تعالیٰ عما یشرکون}

حاجت روا بھی وہی ہے اس کے علاوہ اور کون ہے جو کسی کی حاجت پوری کر سکے؟ وہ خود فرماتا ہے:

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ

آپ کہہ دیں (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم نے اللہ کے علاوہ دوسرے اولیاء کو اختیار کیا ہے وہ تو اپنی ذات کے لیئے بھی کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے، پھر جب وہ اپنی ذات کے لیئے حاجت روا نہیں ہیں تو وہ دوسروں کا کیا حاجت روائی کریں گے؟ سندھی زبان کی مشہور کہاوت

---

[1] رجال القرنین ص:12۔

ہے کہ: پھوگ پان نہ جوگ۔ کھڑیون کندو باجھون یون تی

ترجمہ: جس کا اپنا برا حال ہے وہ دوسروں پر کیا مہربانیاں کرے گا۔

فریاد رس بھی ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہی فرماتا ہے:

ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ [1]

یعنی مجھے ہی پکارو میں تمہاری دعا قبول کرونگا۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ [2]

یعنی میں ہر پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، جب (بھی) وہ مجھے پکارے۔

لہٰذا وہی فریاد رس ہے نہ کہ کوئی اور۔

نہ داریم غیر از تو فریاد رس ۔ توھی عاصیان راخطابخش و بس

ترجمہ: ہم تیرے سوا کسی اور کو فریاد رس نہیں سمجھتے صرف تو ہی ہم گناہ گاروں کو معاف کر سکتا ہے۔

الحاصل: یہ صفات صرف اللہ تعالیٰ کی ہیں، کسی مخلوق کو ان صفات سے یاد کرنا اور ان سے حاجات طلب کرنا بڑا شرک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ أَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ [3]

اللہ کے علاوہ جن کی تم پوجا کرتے ہو وہ تو صرف تمہارے آباء واجداد کے رکھے ہوئے نام ہیں، ان کے لیئے اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں کی، اللہ کے علاوہ کسی کی حکومت نہیں ہے، اس نے یہ حکم دیا ہے کہ خاص اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔

ثابت ہوا کہ کسی مخلوق کو خالق والے القاب اور نام دیکر پوجنا بہت برا عمل ہے۔

---

[1] سورۂ مؤمن: 60۔

[2] سورۂ بقرہ: 186۔

[3] سورۂ یوسف: 40۔

ساتویں فصل: استعانت یعنی مدد طلب کرنا:

دنیا میں انسان ایک دوسرے کے کام آتے ہیں اور مدد کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى[1]

نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو۔

مگر وہ امور جو مافوق العادہ ہیں اور خاص اللہ تعالیٰ کی صفات میں شامل ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے مدد نہیں مانگی جائے گی چنانچہ ارشاد ہے:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴿۱۰۷﴾[2]

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ نہیں جانتے کہ زمینوں اور آسمانوں کی بادشاہی اللہ ہی کے لیئے ہے اور اللہ کے علاوہ نہ ان کا کوئی سنبھالنے والا ہے اور نہ کوئی ولی اور مددگار۔

تشریح: جب اللہ کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہے تو پھر کسی اور سے مدد مانگنا کیسے جائز ہوگا؟ بلکہ یہ تو شرک کی ایک قسم ہی ہے۔ ہمارے معاشرے میں شرک اس قدر سرایت کر چکا ہے کہ بعض قوموں کا آپس میں سلام کرنا ہی اس طرح ہے کہ "یا علی مدد" اور جواب دینے والا کہے گا "پیر مولا علی مدد" یہ لوگ کیوں نہیں دیکھتے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میدان کربلا میں اپنے بیٹے کی مدد نہ کر سکے اور نہ ہی قاتل ابن ملجم یہودی سے اپنے آپ کو بچا سکے وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے جیسا کہ ان کے اشعار ابھی قریب ہی ذکر ہوئے پھر اسلام نے تو ہمیں سکھلایا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو "السلام علیکم" کہیں، یعنی تمہاری جان، مال، عزت اللہ تعالیٰ کی سلامتی میں ہوں، ایسی بہترین اور صحیح عقیدہ پر مشتمل دعا کے بدلے شرکیہ عقیدہ پر مبنی الفاظ ایجاد

[1] سورۂ مائدہ: 2۔

[2] سورۂ بقرہ: 107۔

کر لیئے گئے! یہ کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی توحید سے بغاوت ہے، کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کوئی کسی کو فائدہ اور مدد نہیں دے سکتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾ [1]

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو کوئی بھی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمہاری مدد کرنا چھوڑ دے تو کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ اور مومنوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ پر ہی بھروسہ کریں۔

تشریح: امام المغازی محمد بن اسحاق مطلبی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

اگر اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار رہے تو کوئی بھی انسان نہ تم پر غالب آسکتا ہے اور نہ تمہیں ذلیل کر سکتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ ہی تمہیں ذلیل کرے تو اس کے سوا کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حکم کو لوگوں کی وجہ سے ترک نہ کرو بلکہ لوگوں کو اللہ کے حکم کی وجہ سے ترک کر دو اور مومنوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ و یقین رکھیں نہ کہ اپنے جیسے لوگوں پر۔ [2]

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ظاہری امور میں بھی کسی کی مدد کوئی فائدہ نہیں دے سکتی لہٰذا اللہ کے علاوہ کسی اور کو مددگار سمجھنا بالکل غلط ہے اور اس کے شرک ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

اسی لیئے ہمیں ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے جس میں یہ آیت بھی ہے کہ:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٤﴾ [3]

اے اللہ ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

لہٰذا مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کریں لیکن یہاں پر بھی بعض علماء کا پاؤں پھسلا ہے، چنانچہ مشہور دیوبندی عالم شیخ محمود الحسن

[1] سورۂ آل عمران: 160۔

[2] درمنثور ج 2 ص 91 بحوالہ جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم۔

[3] سورۂ فاتحہ: 4۔

جنہیں شیخ الہند کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس آیت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

اس آیت شریف سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگی بالکل ناجائز ہے، ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطے رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے، یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔[1]

اسی طرح شرک کا دروازہ کھلتا ہے اور اسی طرح کی تاویلات کر کے لوگ غیر اللہ کی پکار مثلاً یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا جبریل، یا میکائیل، یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔

جنگ بدر کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیئے فرشتے اتارے تو اس کی خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ؀[2]

یعنی اور اللہ نے اس (مدد) کو صرف تمہاری خوشخبری کے لیے بنایا تا کہ تمہارے دلوں کو راحت پہنچے، اور مدد اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے کے پاس ہی ہے۔

تشریح: یعنی تمہیں فرشتوں کے اترنے کی خبر محض اس لیے دے رہا ہوں کہ تمہیں تسلی حاصل ہو ورنہ درحقیقت مدد کرنا تو فرشتوں کا کام نہیں ہے بلکہ یہ صرف میرے ہاتھ میں ہے۔ جس کی چاہوں اس کی مدد کروں۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ؁[3]

یعنی اور اس (اللہ) کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو وہ تمہاری کوئی بھی مدد نہیں کرتے اور نہ ہی

[1] قرآن مجید مترجم مع فوائد الہند ص:2، طبع بجنور ہندوستان۔

[2] سورۂ بقرہ:126۔

[3] سورۂ اعراف:197۔

وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

تشریح: یہ حقیقت ہے کہ پیروں اور بزرگوں کی درگاہیں، قبے اور آستانے مجاوروں اور چوکیداروں کی حفاظت کے محتاج ہیں ورنہ لوگ ان پر چڑھائی جانے والی چادریں، نذرانے، سونا، چاندی، وغیرہ اتار کر لے جائیں، جب یہ اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے تو وہ دوسروں کو کیا بچائیں گے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾ [1]

یعنی انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنا لیا تا کہ ان کی مدد کی جائے، وہ ان کی کوئی بھی مدد نہیں کر سکتے بلکہ ان کے ساتھ لشکر بن کر (جہنم میں جمع کیے جانے والے ہیں)۔

تشریح: یعنی یہ مشرک لوگ اللہ کے علاوہ جن سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں یا ان کو اپنے لیئے سہارا سمجھتے ہیں یہ سہارا بالکل بیکار ہے اور انہیں پکارنا بے سود ہے۔ عام مشاہدے کی بات ہے کہ کئی مرید اپنے پیروں کو مدد کے لیئے پکارتے رہتے ہیں، چنانچہ دیوبندی حضرات کے مشہور معروف بزرگ اور عالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حنفی چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی اپنے پیر شاہ نور محمد کی، اشعار میں تعریف کرتے ہوئے ان سے مخاطب ہیں کہ:

تم اے نور محمد خاص محبوب خدا — ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفی

تم مدد گار مدد امداد کو پھر خوف کیا — عشق کی پر سب باتیں کانپتے ہیں دست و پا

اے شاہ نور محمد وقت ہے امداد کا

جام الفت سے ترے میں نہیں اک جرعہ نوش — سینکڑوں در پہ ترے مدہوش ہیں اے مے فروش

دل میں ہے ان کے بھرا اک بادہ وحدت کا جوش — پر یہی کہہ کر اٹھے ہیں جب ہے آیا ان کو ہوش

اے شاہ نور محمد وقت ہے امداد کا

آسرا دنیا میں از بس ہے تمہاری ذات کا — تم سوا اوروں سے ہرگز نہیں ہے التجا

[1] سورۂ یٰس: 74-75۔

بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا　　　آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا بر ملا

اے شاہ نور محمد وقت ہے امداد کا

(شمائم امدادیہ ص 83-84)

ناظرین: جب کئی ایسے علماء جو دوسرے علماء اور عوام الناس کے لیے مرجع و پیر بنے ہوئے ہیں، ان کا یہ حال ہے تو پھر جاہلوں پر کیا افسوس کرنا، درحقیقت اس قسم کے خطاب کرنے اور مدد مانگنے کے شرک ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کیونکہ اس قسم کی باتیں اوپر ذکر کردہ آیات کے صریح منافی ہیں۔

اس کے بعد کچھ احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔عن عبادة بن الصامت أنه كان في زمن النبي صلى الله عليه و سلم منافق يؤذي المؤمنين فقال بعضهم: قوموا بنا نستغيث برسول الله صلى الله عليه و سلم من هذا المنافق فقال النبي صلى الله عليه و سلم: إنه لا يستغاث بي وإنما يستغاث بالله۔[1]

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک منافق شخص مسلمانوں کو ایذاء دیتا رہتا تھا بعض لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل کر اس منافق کے بارے میں فریاد رسی طلب کریں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فریاد رسی مجھ سے طلب نہیں کی جاتی بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کی جاتی ہے۔

تشریح: لہٰذا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فریاد رسی نہیں کی جاتی تو پھر اور کون ہے جس سے اس قسم کی امید رکھی جائے گی؟

۲۔عن أبي هريرة قال لما أنزلت هذه الآية (وأنذر عشيرتك الأقربين) دعا رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قريشا فاجتمعوا فعم وخص فقال. يا بني

---

[1] فتح المجید شرح کتاب التوحید ص 178-179۔

كعب بن لؤى أنقذوا أنفسكم من النار يا بني مرة بن كعب أنقذوا أنفسكم من النار يا بني عبد شمس أنقذوا أنفسكم من النار يا بني عبد مناف أنقذوا أنفسكم من النار يا بني هاشم أنقذوا أنفسكم من النار يا بني عبد المطلب أنقذوا أنفسكم من النار يا فاطمة أنقذي نفسك من النار فإني لا أملك لكم من الله شيئا غير أن لكم رحما سأبلها ببلالها. رواه مسلم وفي المتفق عليه قال يا معشر قريش أو كلمة نحوها اشتروا أنفسكم لا أغني عنكم من الله شيئا يا بني عبد مناف لا أغني عنكم من الله شيئا يا عباس بن عبد المطلب لا أغني عنك من الله شيئا ويا صفية عمة رسول الله لا أغني عنك من الله شيئا ويا فاطمة بنت محمد سليني ما شئت من مالي لا أغني عنك من الله شيئا.“[1]

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو آواز دی جب وہ جمع ہو گئے تو آپ نے عام خطاب بھی فرمایا اور الگ الگ افراد کے نام بھی لیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے کعب بن لوی، اے مرہ بن کعب، اے بنی عبد شمس، اے بنی عبد مناف، اے بنی ہاشم، اے بنی عبد المطلب (یہ قبیلہ کی مختلف شاخوں کے نام ہیں)، اے فاطمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی، اے قریشیو، اے عباس بن عبد المطلب اے میری پھوپھی صفیہ تم سب اپنے آپکو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرو (اور میں نے تمہیں جہنم کی آگ سے بچنے کا طریقہ اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچا دیئے ہیں) اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتا، ہاں البتہ رشتہ داری کی بناء پر جو تمہارے حقوق ہیں انہیں میں ادا کرتا رہوں گا۔

تشریح: اس حدیثِ مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتیداروں

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص:460، صحیح بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الشعراء، باب وانذر عشیرتک الاقربین، ح:2753، 4771، صحیح مسلم کتاب الایمان، باب فی قولہ تعالیٰ: وانذر عشیرتک الاقربین، ح:204، 206۔

عزیزوں، اولاد اور اپنی قوم والوں کے لیئے واضح اعلان کر دیا کہ میں نے سیدھی راہ کی طرف تمہاری راہنمائی کر دی اور تمہیں وہ اعمال بھی بتا دیئے جو اللہ تعالیٰ کے پاس قرب کا باعث ہیں، اب تمہارا کام ہے کہ یہ راہ اختیار کرتے ہوئے جہنم سے بچو ورنہ یہ نہ سمجھنا کہ تم میرے عزیز واقارب ہو لہٰذا میں تمہیں عذاب سے نجات دوں گا! یہاں لمحہ فکریہ ہے ان لوگوں کے لیے جو پیروں، بزرگوں اور ولیوں کو مدد کے لیے پکارتے رہتے ہیں، وہ انکی کیا مدد کر سکیں گے؟

۳۔ عن أبي العباس عبدالله بن عباس رضي الله تعالى عنهما قال : كنت خلف النبي صلى الله عليه وآله وسلم يوما فقال يا غلام إني أعلمك كلمات : إحفظ الله يحفظك إحفظ الله تجده تجاهك إذا سألت فاسأل الله وإذا استعنت فاستعن بالله واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك وإن اجتمعوا على أن يضروك بشيء لم يضروك إلا بشيء قد كتبه الله عليك رفعت الأقلام وجفت الصحف. رواه الترمذي وقال حديث حسن صحيح.[1]

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بچے میں تجھے چند باتیں سکھلاتا ہوں، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو تو وہ تمہیں بھی یاد کرتا رہے گا یعنی وہ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور اللہ کو یاد کرتے رہو کہ تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے یعنی وہ تمہاری جلدی فریاد رسی فرماتا رہے گا، اور جب بھی کوئی سوال کرنا ہو تو اسی سے کرو اور جب بھی کوئی مدد مانگنی ہو تو اسی سے مانگو، اور یقین کے ساتھ جان لو کہ اگر پوری امت تمہیں کوئی فائدہ دینا چاہے تو وہ تمہیں فائدہ نہیں دے سکتی مگر صرف اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیئے لکھا ہے اور اگر وہ تمہیں نقصان دینے کے لیئے جمع ہو جائیں تو تمہیں کوئی بھی نقصان نہیں دے سکتے مگر صرف اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھا ہے، لکھنے والے قلم اٹھا لئے گئے اور لکھے ہوئے صحیفے خشک ہو چکے۔

---

[1] الاربعین للنووی ص:60، جامع ترمذی کتاب الزہد صفۃ القیامۃ، باب، ح:2516۔

تشریح: اس حدیثِ مبارک میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے تمام سوالات وحاجات اللہ تعالیٰ سے طلب کئے جائیں جیسا کہ قرآنِ مجید میں بھی اسی کا حکم ہے:

وَسۡـَٔلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ[1]

اللہ تعالیٰ سے ہی اس کی بھلائیاں اور فضل طلب کرو۔

شیخ عبدالقادر جیلانی فتوح الغیب میں یہی حدیث لا کر فرماتے ہیں کہ:

فينبغي لكل مؤمن ان يجعل هذا الحديث مراءة لقلبه وشعاره ودثاره وحديثه فيعمل به في جميع حركاته وسكناته حتى يسلم في الدنيا والآخرة ويجد العزة فيهما برحمة الله عزوجل۔[2]

یعنی ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اس حدیث کو اپنے دل کے سامنے آئینے کی طرح رکھے اسے اپنی زندگی گزارنے کے لیے نمونہ بنائے اور پوری زندگی اس حدیث پر عمل کرتا رہے تا کہ دنیا و آخرت میں سلامت رہے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے ساتھ دونوں جہانوں میں عزت حاصل کرے۔

۴۔عن عمران بن حصين قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لأبي يا حصين كم تعبد اليوم إلها قال أبي سبعة ستة في الأرض وواحدا في السماء قال فأيهم تعد لرغبتك ورهبتك قال الذي في السماء قال يا حصين أما إنك لو أسلمت علمتك كلمتين تنفعانك قال فلما أسلم حصين قال يا رسول الله علمني الكلمتين اللتين وعدتني فقال قل اللهم ألهمني رشدي وأعذني من شر نفسي۔[3]

یعنی عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے والد سے کہا اے حصین تم کتنے معبودوں کی پوجا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا سات معبودوں کو

[1] سورۂ نساء:32۔

[2] فتوح الغیوب ص:103۔

[3] جامع ترمذی باب قصۃ تعلیم دعاء اللھم الھمنی رشدی۔۔۔ص:186، ر:3483۔

پوجتا ہوں، چھ زمین میں اور ایک آسمانوں پر ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کونسا ہے جس سے تم امیدیں رکھتے ہو (کہ وہ تمہارے کام آئے اور تمہاری ضروریات پوری کرے) اور جس سے تم ڈرتے ہو (کہ کہیں وہ عذاب یا کوئی مصیبت نازل نہ کر دے) انہوں نے کہا کہ وہ تو صرف وہی ہے جو آسمان پر ہے (یعنی دوسرے کسی کا نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی اس سے کوئی امید) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے حصین تم اسلام قبول کر لو تو تمہیں دو ایسے کلمات سکھلاؤں جو تمہیں فائدہ دیتے رہیں گے پھر انہوں نے (اسلام قبول کر لیا اور) کہا کہ اے اللہ کے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول مجھے وہ کلمات سکھلائیے جن کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم یہ کہتے رہو۔

اللھم الھمنی رشدی واعذنی من شر نفسی۔

یعنی اے میرے اللہ میرے دل میں ہدایت و رہنمائی ڈال دے اور مجھے میرے نفس کی برائی سے پناہ میں رکھ۔

تشریح: حالت کفر میں بھی حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اقرار کیا کہ بھلائی کی امید صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اور عذاب و مصیبت کا خوف بھی اسی سے ہے۔ گویا کافروں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ وہ غیر اللہ سے کوئی امید اور خوف نہ رکھتے تھے، افسوس آج کے نام نہاد مسلمانوں پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے مدد مانگتے ہیں اور ان سے امیدیں وابستہ رکھتے ہیں اور ان کی بددعا سے ڈرتے ہیں، مقام عبرت ہے کہ جب حصین کو ان کے عقیدہ کی طرف توجہ دلائی گئی کہ جب تم یہ اقرار کر رہے ہو کہ امید و خوف ایک اللہ تعالیٰ سے ہی رکھتے ہو اور اس کی عبادت بھی کرتے ہو تو دوسروں کو پکارنے اور ان کو پوجنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں تو تمہیں اسی عقیدہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جسے خود تمہارا دل بھی تسلیم کرتا ہے، اس پر حصین مسلمان ہو گئے اور ان کا شمار رضی اللہ عنہم کی جماعت میں ہوا۔ قرآن مجید نے یہی تعلیم دی ہے کہ:

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ [1]

---

[1] سورۂ اعراف: 56۔

یعنی ایک اللہ تعالیٰ سے امید وخوف رکھتے ہوئے اسی کو پکارتے رہو بلاشبہ اللہ کی رحمت نیکو کاروں کی قریب ہے۔

خلاصہ: ان آیات واحادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی مددگار، دستگیر، حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس نہیں ہے اور نہ ہی یہ کسی کے بس کی بات ہے خواہ وہ فرشتہ، نبی، پیر، ولی، بزرگ امام ہی کیوں نہ ہو، کسی کو یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی کی مشکل کشائی کر سکے بلکہ سب کے سب اللہ کے سامنے عاجز اور اسکی مدد کے محتاج ہیں لہٰذا دوسروں سے مدد مانگنا سراسر گمراہی ہے۔

غیر راھر کہ خواندا اے پسر ۔۔۔ کیست در دنیا از و گمراہ تر

آٹھویں فصل: بخشش طلب کرنا اور توبہ کرنا:

الغفور الغفار (یعنی بڑے بڑے گناہوں کو معاف کرنے والا اور بار بار بخشنے والا)

التواب (توبہ قبول کرنے والا، توبہ کی توفیق دینے والا، رحمت کے ساتھ بندے کی طرف آنے والا)۔ الرحمان (بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا)

یہ تمام اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنٰی میں سے ہیں لہٰذا اسی سے مغفرت وبخشش طلب کی جائے، اسی کے آگے اپنے گناہوں اور خطاؤں سے توبہ کرنی چاہیئے، یہ کسی اور کی صفت نہیں ہے۔

اس کے متعلق آیات پیش کی جاتی ہے:

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ [1]

اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرو بلاشبہ وہی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ مغفرت اسی سے طلب کی جائے۔ لہٰذا دوسروں سے ایسی امید رکھنا فضول ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے صالح بندوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ

---

[1] سورۂ مزمل: 20۔

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ أُولَٰئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ [1]

اور جب وہ کوئی برا عمل کرتے ہیں یا اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں تو (اس وقت) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہ معاف کرے؟ اور جو انہوں نے (برا عمل) کیا اس پر جان بوجھ کر ہمیشگی نہیں کرتے؟ ان کا اجر ان کے رب کے پاس، بخشش اور جنت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں (اس طرح کی) کمائی کرنے والوں کا اجر بہت اچھا ہے۔

تشریح: اس آیت سے تین اہم مسائل معلوم ہوئے:

(1) اللہ کے علاوہ کوئی بھی بخشنے والا نہیں ہے، لہٰذا گناہوں کی معافی اسی سے طلب کی جائے۔

(2) اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنا مؤمنوں کا کام ہے۔

(3) استغفار و بخشش طلب کرنا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۭ إِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ [2]

جو گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا اور قدرت رکھنے والا ہے، اس کے علاوہ کوئی الہٰ نہیں ہے، اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ گناہ معاف کرنا، توبہ قبول کرنا، عذاب دینا، اور ہر چیز پر قدرت و طاقت رکھنا، یہ چاروں صفات ایک اللہ کی ہیں، اسی کے لیے لائق ہیں لہٰذا کسی اور سے گناہ بخشنے کا عقیدہ رکھنا، اس کے در پہ توبہ کرنا شرک میں داخل ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ و استغفار کرنی چاہیئے، اس کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور اسی کی قدرت کے سامنے

---

[1] سورۂ آل عمران: 135-136۔

[2] سورۂ مؤمن: 3۔

عاجز رہنا چاہیئے۔

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣١﴾ [1]

اے مسلمانو: تم سارے اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم نجات حاصل کرو۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایک اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی توبہ کرنے کا حکم ہے اور اسی میں نجات ہے، اس کی تائید میں ایک حدیث بھی ہے:

۱۔ اخرج احمد والبخاری فی الادب ومسلم وابن مردویہ والبیہقی فی شعب الإیمان عن الاغر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: یا أیہا الناس توبوا إلی اللہ جمیعا فإنی أتوب إلیہ کل یوم مأۃ مرۃ۔ [2]

یعنی اغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ: اے لوگو: اللہ کے در پہ توبہ کرو، کیونکہ میں ہر دن اللہ تعالیٰ کے سامنے سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

تشریح: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی، صرف اللہ تعالیٰ کے در پر توبہ کرتے رہے تو پھر اس کے علاوہ اور کون ہے جس کے دروازے پر توبہ کی جائے؟

۲۔ عن الاسود بن سریع ان النبی ﷺ أتی باسیر فقال: اللہم إنی أتوب إلیک ولا أتوب إلی محمد فقال النبی ﷺ عرف الحق لأہلہ۔ [3]

یعنی اسود بن سریع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک قیدی لایا گیا جس نے یہ کہا کہ! اے اللہ میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اس نے حقدار کا حق پہچان رکھا ہے۔

تشریح: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف توبہ نہیں کی جاسکتی تو اور کون ہے جسکے در پر توبہ کی جائے؟ یہاں کسی عالم یا صالح بندے کے سامنے توبہ کا معنیٰ اسے گواہ بنانا ہے، باقی توبہ صرف اللہ

---

[1] سورۂ نور: 31۔

[2] در منثور ج:5 ص:44، صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء، باب الاستحباب الاستغفار والاستکثار منہ: 2702۔

[3] مجمع الزوائد ج:10 ص:199، مسند احمد ج:3 ص:435۔

تعالیٰ کے در پر ہوگی۔ جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ ایک نومسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ کے در پہ توبہ کی، لہٰذا توبہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہونی چاہیئے۔

۳۔ عن شداد بن أوس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ سيد الاستغفار أن تقول اللهم أنت ربي لا إله إلا أنت خلقتني وأنا عبدك وأنا على عهدك ووعدك ما استطعت أعوذ بك من شر ما صنعت أبوء لك بنعمتك علي وأبوء بذنبي فاغفر لي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت قال ومن قالها من النهار موقنا بها فمات من يومه قبل أن يمسي فهو من أهل الجنة ومن قالها من الليل وهو موقن بها فمات قبل أن يصبح فهو من أهل الجنة۔[1]

یعنی شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مغفرت (طلب کرنے) کی تمام دعاؤں کی سردار دعا یہ ہے کہ تم اس طرح کہو کہ:

(ترجمہ) یا اللہ تو ہی میرا رب ہے تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں تیرے ساتھ کیے ہوئے وعدہ پر استطاعت کے مطابق کاربند ہوں اور ہر وہ برائی جو تو نے پیدا کی ہے اس سے میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور مجھ پر جو تیری نعمتیں ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں تو مجھے معاف کر دے کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں ہے جو گناہ معاف کر سکے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے دل کے یقین کے ساتھ یہ دعا صبح کے وقت پڑھی اور اگر سورج کے غروب ہونے سے پہلے فوت ہوگیا تو وہ جنتی ہے اور جس نے یقین کے ساتھ رات کو یہ دعا پڑھی اور صبح سے پہلے فوت ہوگیا تو وہ جنتی ہے۔

تشریح: اس حدیث نے واضح کر دیا کہ مسلمانوں کا صرف یہی عقیدہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی گناہ معاف کرنے والا نہیں ہے، جنت میں جانے کے لیئے یہی درست راہ ہے۔

۴۔ عن ابی بکر رضی الله عنه قال قلت یا رسول الله علمني دعاء أدعو به في

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص:204، صحیح بخاری کتاب الدعوات، باب أفضل الاستغفار، ح:6306، 6326۔

صلواتی قال: قل اللھم إنی ظلمت نفسی ظلماً کثیرا ولا یغفر الذنوب إلا أنت فاغفر لی مغفرۃ من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم۔[1]

یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسی دعا سکھلائیے جو میں اپنی نماز میں پڑھتا رہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اس طرح کہا کرو۔

(ترجمہ) اے میرے اللہ بلاشبہ میں نے اپنے اوپر بڑے ظلم کیئے ہیں اور تیرے سوا کوئی بھی گناہ معاف نہیں کرسکتا لہٰذا تو ہی مجھے اپنی طرف سے بخشش عطا کر اور مجھ پر رحم فرما اور بے شک تو ہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی بخشنے والا نہیں ہے بندے کو ہمیشہ اپنے رب کے سامنے اسکا اقرار کرنا چاہیئے اور یہی عقیدہ رکھنا چاہیئے۔

۵۔اس کے بعد کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ کا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے جس میں ہر مسلمان کے لیئے درس عبرت اور رہنمائی موجود ہے، چنانچہ صحیح بخاری ج2، ص434تا436 کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک حدیث نمبر 4677-4418 میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوہ تبوک کے علاوہ کسی بھی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نہ رہا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے ایک قافلے کے مقابلے کے لیئے نکلے حتیٰ کہ اچانک ان کا ایک ایسی جگہ مقابلہ ہوا جو پہلے سے طے شدہ نہ تھا اور میں اس سے پہلے کبھی اتنا ہمت والا، قوت والا، آسانی وفراوانی والا نہ تھا اور اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو سواریاں بھی جمع نہ ہوئی تھیں لیکن اس کے باوجود میں پیچھے رہ گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی طرف جنگ کا ارادہ فرماتے تھے تو اس کا عام اظہار نہ فرماتے تھے لیکن اس موقع پر آپ نے دور کے سفر کا ارادہ کیا تھا اور مد مقابل دشمن بھی اکثریت میں تھا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سفر کو ظاہر کیا کہ فلاں طرف جانا ہے تاکہ

[1] مشکوۃ المصابیح ص:87، صحیح بخاری کتاب الاذان، باب الدعاء قبل السلام، ح:834، 6326، 7388، صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء، باب الدعوات والتعوذ، التعوذ من شر الفتن وغیرھا، ح:2705۔

لوگ پوری تیاری کر لیں، مسلمانوں کی بھی بڑی جماعت تھی جو تیاری کر کے نکلی تھی، میں ششں وپنج میں مبتلا رہا اور تیاری بھی کرتا رہا اور مختلف خیالات کی زد میں تھا آخر کار کوئی فیصلہ نہ کر سکا خیال کرتا رہا کہ آج یا کل چلا جاؤں گا۔ الغرض یہ کہ میرے نصیب میں جانا نہ تھا لیکن کاش میں چلا جاتا! میں نے دیکھا کہ پیچھے رہ جانے والے لوگ صرف دو قسم کے ہیں ایک کھلم کھلا منافق اور دوسرے عذر والے یعنی عورتیں، بچے، اور مریض۔

تبوک پہنچنے پر آپ ﷺ نے میرا ذکر فرمایا کہ وہ کیوں نہیں آیا؟ ایک شخص نے کہا کہ اسے اس کی خوشحالی و مالی فراوانی نے روکا ہے جس پر معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو نے یہ اچھی بات نہیں کہی، اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی قسم ہم اس میں کوئی برائی نہیں پاتے بلکہ ہمیں تو اس کی اچھائی ہی معلوم ہے۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ جب آپ ﷺ واپس آنے لگے تو مجھے فکر لاحق ہوئی کہ آپ ﷺ کے سامنے کیا عذر پیش کروں، صاف اور سچی بات کروں یا جھوٹ بولوں، آخر میں نے عزم کر لیا کہ میں سچ ہی بولوں گا، آپ ﷺ واپس آئے تو اپنی عادت کے مطابق مسجد میں تشریف لے گئے دو رکعتیں ادا فرمائیں اور لوگوں کے ساتھ ملاقات کے لیے تشریف فرما ہوئے، جنگ سے پیچھے رہ جانے والے آئے اور قسمیں اٹھانے لگے اور عذر پیش کرنے لگے یہ لوگ اسی (80) سے کچھ زائد تھے آپ ﷺ نے ظاہر کو دیکھتے ہوئے ان کے عذر قبول کر لیئے ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیا، میں نے آکر آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ غصے کی حالت میں مسکرائے اور مجھے اپنے پاس بلایا میں آپ ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے کس چیز نے روک دیا؟ کیا تم نے سواری خرید نہیں کی تھی؟ میں نے عرض کی ہاں، اللہ کے رسول ﷺ اگر میں آپ کے علاوہ کسی اور آدمی کے سامنے ہوتا تو کئی باتیں بنا کر جان چھڑا لیتا کیونکہ میں کلام پر قدرت رکھتا ہوں مگر اللہ کی قسم مجھے یقین ہے اگر میں نے آپ کے سامنے جھوٹ بولا تو آپ تو مجھ سے راضی ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ مجھ پر ناراض ہوگا اور اگر میں سچ بولتا ہوں تو بظاہر آپ مجھ سے ناراض ہونگے لیکن اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید

ہے لہٰذا عرض یہ ہے کہ اللہ کی قسم مجھے کوئی عذر نہ تھا اور اس سے پہلے مجھے ایسی فراوانی اور قوت کبھی حاصل نہیں تھی اس کے باوجود میں پیچھے رہ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ بولا ہے پھر مجھے فرمایا کہ تم چلے جاؤ جب تک اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں کوئی فیصلہ کرے۔ میرے اٹھنے کے بعد بنوسلمہ کے چند لوگ میرے پیچھے آئے اور کہنے لگے کہ اگر تم بھی ان لوگوں کی طرح عذر پیش کرتے تو تمہاری جان چھوٹ جاتی! اور رسول اللہ ﷺ تمہارے لیئے دعاء مغفرت فرماتے تو تمہیں معاف کر دیا جاتا! ان کے بار بار یہ بات کہنے پر مجھے خیال آیا کہ جا کر جھوٹ بولوں اور جان چھڑاؤں مگر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا مجھ سے پہلے بھی کسی نے سچ بولا ہے؟ تو دو نیک مردوں کا ذکر کیا گیا جس پر میرا عزم مزید پختہ ہو گیا کہ مجھے سچ پر قائم رہنا ہے اور آپ ﷺ نے حکم جاری فرمایا کہ ان تینوں سے کوئی بھی بات نہ کرے جس پر سب لوگ ہم سے دور ہو گئے اور انہوں نے چہرے بدل لیئے، گویا وہ زمین بھی ہمارے لیئے تبدیل ہو گی تھی، اس حال میں پچاس راتیں گزر گئیں، وہ دو ساتھی تو اپنے گھروں میں جا کر بیٹھ گئے اور روتے رہے، میں جوان آدمی تھا میں جب رسول اللہ ﷺ کو سلام کرتا تو غور سے دیکھتا تو آپ ہونٹ مبارک ہلاتے ہیں یا نہیں آپ ﷺ کے قریب جا کر نماز پڑھتا اگر میں نماز کی حالت میں ہوتا تو آپ ﷺ میری طرف دیکھتے تھے لیکن جب میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا تو آپ ﷺ چہرہ مبارک پھیر لیتے پھر جب لوگوں کی مجھ سے لاپرواہی کو کافی وقت گذر گیا تو باغ کی دیوار پھلانگ کر اپنے چچازاد بھائی ابوقتادہ کے پاس گیا جو کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے میں نے سلام کیا لیکن انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا، میں نے ان سے کہا کہ اے ابوقتادہ تمہیں اللہ کی قسم ہے کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش رہے میں نے دو تین مرتبہ پوچھا تو انہوں نے صرف یہ جواب دیا کہ اللہ اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہیں! جس پر مجھے رونا آ گیا اور میں دیوار کود کر باہر آ گیا، اس دوران میں بازار میں چل رہا تھا کہ ملک شام کے کسانوں میں سے ایک کسان جو غلہ فروخت کرنے آیا تھا اس نے میرا پوچھا جس پر لوگوں نے

میری طرف اشارہ کیا اس نے مجھے یمن کے ایک بادشاہ غسان کا خط دیا اس میں لکھا تھا کہ: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے مالک نے تمہارے ساتھ ناانصافی کی ہے حالانکہ اللہ نے تمہیں عزت دی ہے اور تم کوئی معمولی رتبہ کے مالک تو نہیں ہو لہٰذا تم ہمارے پاس آجاؤ ہمارے پاس تمہارے لیئے عزت والا مقام ہے۔ جب میں نے وہ خط پڑھا تو میں نے کہا کہ یہ تو میرے لیئے بڑی آزمائش ہے میں نے اس خط کو جلتے ہوئے تندور میں پھینک دیا چالیس دن گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا اس نے آکر بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ میں نے عرض کی کہ طلاق دے دوں یا کچھ اور؟ اس نے کہا کہ تم اس سے الگ رہو اور اس کے قریب نہ جاؤ دوسرے دو ساتھیوں کے لیئے بھی یہی پیغام بھیجا گیا میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنی رشتے داروں میں چلی جاؤ جب تک اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ نہیں کر دیتا، ان دونوں میں سے ایک، ہلال بن امیہ کی بیوی نے عرض کی کہ میرا خاوند بوڑھا ہے اور اس کی خدمت کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے اگر میں اس کی خدمت کر دیا کروں تو اس میں کوئی برائی تو نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کی خدمت کے لیئے آجایا کرو لیکن وہ تمہارے قریب نہ آئے پھر اس کا خاوند آخر تک روتا رہا! مجھے بھی گھر کے کچھ افراد نے کہا کہ تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کرو کہ تمہاری بیوی تمہاری خدمت کیا کرے، میں نے کہا کہ میں جوان آدمی ہوں ہو سکتا ہے کہ اپنے اوپر ضبط (کنٹرول) نہ کر سکوں لہٰذا میں اجازت طلب نہ کروں گا، آخر پچاس راتیں گزر گئیں۔

آخری رات کی صبح میں اپنے گھر کی چھت پر اس فکر میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا تھا، کیونکہ اس حال میں میرے لیے سانس لینا بھی دشوار ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی کشادہ زمین مجھ پر تنگ ہو چکی تھی کہ اچانک میں نے پہاڑ کی بلندی سے آواز سنی کہ اے کعب تمہیں مبارک ہو، میں سجدہ ریز ہو گیا اور سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشکل کشائی کا حکم نازل ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاف کر دینے کی اجازت مل چکی ہے اور جس شخص نے سب سے پہلے مجھے مبارک دی

تھی میں نے اسے اپنی قمیص دیدی۔

لوگ مجھے گروپوں کی شکل میں مبارک باد دے رہے تھے، رسول اللہ ﷺ جماعت کے درمیان میں تشریف فرما تھے، ان میں سے طلحہ بن عُبدالرحمن رضی اللہ عنہ دوڑ کر میرے پاس آئے مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے مجھے مبارک باد دی اور خوشی سے آپ کا چہرہ مبارک بجلی کی طرح چمک رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا پیدائش سے لے کر اب تک تیرے لیئے آج کا دن بہت ہی اچھا اور مبارک ہے، میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ یہ خوشخبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی طرف سے ہے، ہم آپ کی خوشی کو آپ کے چہرہ مبارک سے پہچان لیتے تھے کہ اس وقت آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمک اٹھتا تھا۔ جب میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ میری توبہ کا مکمل ہونا اس وقت ہوگا کہ میں اپنے پورے مال سے الگ ہو جاؤں، سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرتے ہوئے اس کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دوں، آپ ﷺ نے فرمایا کچھ اپنے پاس بھی بچا کر رکھ یہ تمہارے لیئے بہتر ہے پھر میں نے کہا کہ جو حصہ خیبر میں مجھے ملا تھا اسے میں اپنے پاس رکھتا ہوں میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنی اس توبہ کے ساتھ یہ عھد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا ہمیشہ سچ بولتا رہوں گا، اللہ کی قسم میری معلومات کے مطابق کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے پر میری طرح آزمایا ہو اور اس دن سے لے کر آج تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹ سے محفوظ فرمائے۔

ہمارے اس واقعہ کے بارے میں قرآن مجید کا یہ حکم نازل ہوا کہ:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ

بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّآ إِلَيْهِ ۚ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۚ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ [1]

بے شک اللہ نے توجہ کی، پیغمبر اور مہاجرین وانصار پر مہربانی کی جنہوں نے تنگ وقت میں پیغمبر کی اتباع کی اس کے بعد کہ ان میں سے ایک جماعت کے دل لرزنے کے قریب ہو گئے تھے پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی کیونکہ وہی ان پر شفقت کرنے والا مہربان ہے اور ان تینوں پر بھی جن پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو گئی تھی، اور اپنی جانیں بھی تنگ ہو گئیں اور انہیں یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے لیئے کوئی جائے پناہ نہیں، پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تاکہ وہ توبہ کریں یقینا اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے ایمان والوں! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔

کعب فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اسلام کے بعد مجھ پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت یہی ہے کہ مجھے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائی، اور اگر میں جھوٹ بولتا تو دوسروں کی طرح میں بھی برباد ہو جاتا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۚ وَّمَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ [2]

کہ جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے تو وہ جلد ہی تمہارے سامنے قسمیں اٹھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کر جاؤ بے شک یہ لوگ پلید ہیں اور جو انہوں نے کمایا اس کے بدلے جہنم ہے۔

ناظرین: یہ واقعہ بار بار پڑھیے اور عبرت حاصل کیجیئے کہ کعب رضی اللہ عنہ نے کس طرح صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا حالانکہ زمین ان پر تنگ ہو چکی تھی ایسی حالت میں بارگاہِ الٰہی کے سوا

[1] سورۃ توبہ: 117-119۔

[2] سورۃ توبہ: 95۔

انہیں کوئی راہِ نجات نظر نہ آئی اور وہ اسی کے سامنے التجائیں کرتے اور روتے رہے، جس پر اللہ رب العالمین نے ان کی توبہ قبول فرمائی، یہی طریقہ ہے توبہ کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس کے علاوہ کوئی جائے توبہ نہیں ہے۔

نویں فصل: تصاویر، مورتیاں، تعزیئے، جمادات ونباتات کی پوجا

جب بندہ اللہ کا نافرمان بن جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی عقل وہوش سلب کر لیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ[1]

اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے (اور انہیں کوئی سیدھی راہ ہاتھ نہیں لگتی)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ[2]

یعنی اے مسلمانو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو فراموش کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنا آپ فراموش کروا دیا۔

یعنی انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نفع میں ہیں یا نقصان میں، سیدھی راہ پر چل رہے ہیں یا غلط راہ پر گامزن ہیں۔

یہ عجیب طرز عمل ہے کہ اپنے ہی ہاتھ سے تصاویر، مورتیاں، اور بت بناتے ہیں اور پھر انہیں پوجنے لگ جاتے ہیں۔ پیروں کی قبروں کو خود ہی تعمیر کرتے ہیں، درگاہیں تعمیر کرتے ہیں، قبے اور گنبد بناتے ہیں، درختوں کو خود اپنے ہاتھوں سے بوتے ہیں اور پانی پلاتے اور حفاظت کرتے ہیں، پھر انہی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور انہیں سجدہ اور رکوع کرتے ہیں، ہندو قوم کا بھی تو یہی کام ہے لیکن نام ونہاد مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے، کہ اپنے پیروں کی

---

[1] سورۂ ابراہیم:27۔

[2] سورۂ حشر:19۔

تصاویر گھروں میں رکھتے ہیں انہیں پھولوں کے ہار پہناتے ہیں اور پھر اپنی گردن میں کپڑا ڈال کران کے سامنے ہاتھ باندھ کر قیام، رکوع، سجدہ کرتے ہیں درختوں کے چھلکے اتار کر اپنے بچوں کی گردنوں میں لٹکاتے ہیں یا ان کی منت یا نذر میں مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں، حالانکہ یہ تمام چیزیں مخلوق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے فائدے کے لیے تخلیق فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا [1]

یعنی وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے (اپنے فضل سے) جو کچھ زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا۔

پھر وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے پیدا کیا اپنے کام میں لائیں نہ یہ کہ اسے معبود بنالیں اس سے بڑھ کر اور بے عقلی کیا ہوگی؟

ذیل میں چند آیات ملاحظہ ہوں۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿١٠٢﴾ [2]

یعنی وہی تمہارا رب ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے جو ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے لہٰذا اس کی عبادت کرو اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔

تشریح: ثابت ہوا کہ عبادت کے لائق ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ ہر چیز کا خالق ہے، مخلوق کی عبادت کرنا حرام ہے، اللہ کے سوا تمام چیزیں بے بقا ہیں، درخت کاٹ دیئے جاتے ہیں یا سوکھ جاتے ہیں، بت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں، درگاہیں آفتوں، طوفانوں وزلزلوں کی زد میں آکر گر جاتی ہیں، تصاویر مٹ جاتی ہیں اور ان کی رونق ماند پڑ جاتی ہے لہٰذا یہ بے بقا اشیاء کس طرح پوجا کے لائق ہو سکتی ہیں؟ جو خود کمزور اور ہماری حفاظت کی محتاج ہیں۔ عبادت کے لائق تو وہی رب العالمین ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور اس کے لیے کوئی فنا نہیں ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] سورۂ بقرہ:29۔

[2] سورۂ انعام:102۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ [1]

اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے اسکی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، ہر ایک حکم اسی کا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تشریح: جب ہر چیز بے بقا اور فنا ہونے والی ہے تو اسکی پوجا کرنا، اسے پکارنا، یا معبود بنا لینا بے فائدہ اور بے معنی ہے۔

اب ان چیزوں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے:

مورتیاں یا تصاویر

تصاویر یا مورتیاں بنانے کی اسلام نے بڑی سختی سے مذمت کی ہے چنانچہ مشکوٰۃ ص 385-86 سے اس بارے میں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ عن ابی طلحة قال قال النبی ﷺ لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا تصاوير۔ [2]

یعنی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصاویر ہوں۔

۲۔ عن عائشة ان النبی ﷺ لم يكن يترك فی بيته شيئاً فيه تصاوير الا نقضه۔ [3]

---

[1] سورۃ قصص:88۔

[2] صحیح بخاری کتاب اللباس، باب التصاویر، ح: 5945، 3225، 3226، 3322، صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ، ح:2116۔

[3] صحیح بخاری کتاب اللباس، باب نقض الصور، ح:5952، سنن ابو داؤد کتاب اللباس، باب ماجاء فی الصلیب فی الثوب، ح:4151۔

یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں جب بھی کوئی تصویر دیکھتے تو اسے پھاڑ ڈالتے تھے۔

۳۔ وعنها عن النبی ﷺ قال أشد الناس عذابا یوم القیامة الذین یضاهئون بخلق الله۔[1]

یعنی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی نقل اتارتے ہیں۔

۴۔ وعنها أنها اشترت نمرقة فیها تصاویر فلما رآها رسول الله صلی الله علیه وسلم قام علی الباب فلم یدخله فعرفت فی وجهه الکراهیة فقلت یا رسول الله أتوب إلی الله وإلی رسوله صلی الله علیه وسلم ماذا أذنبت فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما بال هذه النمرقة قلت اشتریتها لك لتقعد علیها وتوسدها فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم إن أصحاب هذه الصور یوم القیامة یعذبون فیقال لهم أحیوا ما خلقتم وقال إن البیت الذی فیه الصور لا تدخله الملائکة۔[2]

یعنی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ایک تکیہ خریدا جس پر تصویریں تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اندر نہیں گئے میں نے آپ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات پائے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توبہ کرتی ہوں میں نے کون سا قصور کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تکیہ کیسا ہے میں نے عرض کیا کہ میں نے اس کو خریدا ہے تا کہ آپ اس پر

---

[1] صحیح بخاری کتاب اللباس، باب من کرہ القعود، ح:5957، 2105، صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان۔۔۔الخ، ح:2107۔

[2] صحیح بخاری کتاب اللباس، باب ما وطئ من التصاویر، 5954، صحیح مسلم کتاب اللباس، والزینۃ، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان، ح:2107۔

بیٹھیں اور تکیہ لگائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان تصویروں کے بنانے والے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو اور فرمایا کہ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

۵۔عن عبد اللہ بن مسعود قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اشد الناس عذابا عند اللہ المصورون۔[1]

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا قیامت کے دن سخت ترین عذاب والے وہ لوگ ہونگے جو تصویریں بناتے تھے۔

۶۔عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول کل مصور فی النار یجعل له بکل صورۃ صورھا نفسا فیعذبه فی جھنم قال ابن عباس فإن کنت لا بد فاصنع الشجر وما لا روح۔[2]

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ہر تصویر بنانے والا جہنم میں ہوگا، ہر تصویر کے عوض اسے ایک جان دی جائے گی اور اسے عذاب ہوگا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تمہیں مجبوراً تصاویر بنانی ہوں تو درختوں اور بے جان چیزوں کی بناؤ۔

۷۔عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ یخرج عنق من النار یوم القیامة لها عینان تبصران وأذنان تسمعان ولسان ینطق یقول إنی وکلت بثلاثة بکل جبار عنید وکل من دعا مع اللہ الها آخر وبالمصورین۔[3]

---

[1] صحیح بخاری کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، ح:5950، صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان، ح:2109۔

[2] صحیح بخاری کتاب البیوع، باب بیع التصاویر التی لیس فیها روح وما یکرہ من ذالک، ح:2225، صحیح مسلم کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان، ح:2110۔

[3] جامع ترمذی ابواب صفہ جہنم، باب ماجاء فی صفة النار، ح: 2574، صحح اسنادہ الالبانی علی شرط الشیخین، سلسلة الاحادیث الصحیحة، ح:512، ج:2، ص:25۔

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی اس کی دیکھنے والی دو آنکھیں اور سننے والے دو کان اور بولنے والی زبان ہوگی وہ کہے گی کہ مجھے تین شخصوں کے لیئے مقرر کیا گیا ہے۔ (1) ایک ظالم سرکش (2) جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتا تھا (3) تصویر بنانے والا۔

۸۔ عن سعيد بن أبي الحسن قال كنت عند ابن عباس رضي الله عنهما إذ أتاه رجل فقال يا أبا عباس إني إنسان إنما معيشتي من صنعة يدي وإني أصنع هذه التصاوير فقال ابن عباس لا أحدثك إلا ما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول سمعته يقول من صور صورة فإن الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافخ فيها أبدا فربا الرجل ربوة شديدة واصفر وجهه فقال ويحك إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر كل شيء ليس فيه روح۔ [1]

یعنی سعید ابن حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میری گزر بسر اپنے ہاتھ کی کمائی سے ہے، میں تصاویر بناتا ہوں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہیں وہ حکم نہ بتاؤں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تصویر بنائی اللہ تعالیٰ اسکو اس وقت تک عذاب کرتا رہے گا جب تک کہ وہ (اپنی بنائی ہوئی تصویر میں) روح ڈال نہ دے حالانکہ وہ کبھی بھی اس میں روح نہ ڈال سکے گا (یعنی اس سے عذاب ختم نہ ہوگا) پھر اس سائل نے لمبی سانس لی اور اس کے چہرے کا رنگ پیلا ہوگیا، تب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اگر لازماً تمہیں مجبوری ہے تو درختوں اور بے جان اشیاء کی تصاویر بنایا کرو۔

۹۔ عن عائشة أن أم سلمة ذكرت لرسول الله صلى الله عليه وسلم كنيسة رأتها بأرض الحبشة يقال لها مارية فذكرت له ما رأت فيها من الصور فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أولئك قوم إذا مات فيهم العبد الصالح أو

[1] صحیح بخاری کتاب البیوع، باب بیع التصاویر التی لیس فیہا روح وما یکرہ من ذالک، ح:2225۔

الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا وصوروا فیه تلك الصور أولئك شرار الخلق عند الله.[1]

یعنی ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب مریض ہو گئے تو ازواجِ مطہرات میں سے کسی نے عیسائیوں کے کنیسہ (عبادت گاہ) کا ذکر کیا جسے ماریہ کہا جاتا تھا جو کہ حبشہ میں واقع تھا اور اسے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تھا انہوں نے اس عبادت گاہ کی خوبصورتی کا ذکر کیا اور اس میں موجود تصاویر کا بھی ذکر کیا، آپ ﷺ نے بیماری کی حالت میں اپنا سر اٹھایا اور فرمایا! ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو اس کی قبر پر عبادت گاہ بنا لیتے تھے اور اس میں اس کی تصاویر رکھ دیتے تھے اللہ کی مخلوق میں سب سے برے یہی لوگ ہیں۔

ناظرین: ان تمام احادیث سے یہی معلوم ہوا کہ صرف تصاویر بنانا ہی کبیرہ گناہ ہے تو پھر ان کی پوجا کرنا یا ان کے لیئے نذر نیاز کرنا منت ماننا۔ یہ کتنا بڑا گناہ ہوگا اور اسکا مرتکب کتنی بڑی لعنت اور عذاب کا مستحق ٹھہرے گا؟

لکڑیاں اور پتھر

پتھروں اور لکڑیوں سے تعمیرات وغیرہ کا کام لیا جاتا ہے، لہٰذا ان کی مورتیاں بنا کر انہیں پوجنا انتہاء درجے کی کم عقلی ہوگی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ﴿٩٥﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾[2]

ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستوں سے کہا کہ جن چیزوں کو تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو پھر ان کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ الحبشۃ، ح: 3873، صحیح مسلم کتاب المساجد، باب النہی عن بناء المساجد علی القبور واتخاذ الصور فیہا، ح: 528۔

[2] سورۃ صافات: 95-96۔

یعنی تم بھی اس کی مخلوق ہو اور اسی طرح تمہارے کام اور تمہاری بنائی ہوئی اشیاء بھی اسی کی مخلوق ہیں پھر تمہیں مخلوق کی پوجا کیسے زیب دیتی ہے؟ کئی لوگ خود اپنے ہاتھوں سے تعزیئے بناتے ہیں انہیں رنگ برنگے کاغذ سے جوڑتے ہیں اور پھر ان کی پوجا اور تعظیم کرتے ہیں اور برکت کی خاطر انہیں چھوتے اور چومتے ہیں یہ محض عقل کے فقدان کا ہی نتیجہ ہے۔

بیل بوٹے اور درخت

مشرک ان چیزوں کی بھی پوجا کرتے ہیں حالانکہ یہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتی ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ [1]

یعنی ستارے اور درخت اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔

جو خود بندگی کرنے والے ہوں وہ بندگی کے لائق کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان کے اگنے پر ہی نظر ڈالیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں زمین سے اگایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ [2]

بتاؤ! جو فصل تم بوتے ہو اسے تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔

زمین میں بوئے ہوئے دانوں کو اگا کر ان کی پرورش کرنا بھی اللہ کا کام ہے، جیسا کہ ارشاد ہے۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ [3]

وہ کون ہے جس نے آسمان و زمین کو بنایا اور تمہارے لیئے اس سے پانی نازل کیا؟ پھر اس سے (ہر طرح کے) پر رونق باغات پیدا کیئے ان (باغات کے) درختوں کو اگانے کی تمہیں

[1] سورۂ رحمٰن:6۔

[2] سورۂ واقعہ:63-64۔

[3] سورۂ نمل:60۔

طاقت نہ تھی تو اللہ کے سوا اور معبود بھی ہے کیا؟ بلکہ یہ: (ایسی قوم ہے جو سیدھی راہ سے ہٹ کر) ٹیڑھی چلتی ہے۔

اور وہی ان درختوں کے ہرے اور سوکھے پتوں کو جانتا ہے اور پتے اسی کے حکم سے جھڑتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴿۵۹﴾ [1]

درخت کا کوئی بھی پتا گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے (یعنی وہ پتہ اللہ کے حکم کے بغیر نہیں گرتا) اسی طرح زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ، تر یا خشک چیز (پتے وغیرہ) اس کے پاس کتاب المبین میں لکھے ہوئے ہیں۔

پھر جو چیز ابتداء ہی سے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے، نگہداشت اور حفاظت کی محتاج ہو وہ کس طرح دوسروں کے لیئے معبود و حاجت روا بن سکتی ہے؟

خلاصہ: ذکر کردہ آیات واحادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کی پوجا قرآن وحدیث، مسلمانوں کے عقیدے، عقل وفہم کے بھی منافی ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عمل کی دولت سے مالا مال کردے اور بے عقلی جیسے موذی اور مہلک مرض سے امن میں رکھے۔

الٹی سمجھ کسی کو ہرگز خدا نہ دے   دے آدمی کو موت پر یہ بدادا نہ دے

دسویں فصل: پانی، آگ، سورج، چاند، اور ستاروں کی پوجا:

یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا

---

[1] سورۃ انعام:59۔

تَذۡكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلۡمُقۡوِيۡنَ ﴿۷۳﴾ [1]

یعنی ذرا دیکھو تو صحیح! جو پانی تم پیتے ہو، اسے بادلوں سے تم نازل کرتے ہو یا ہم؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا بنا دیں پھر کیوں تم شکر نہیں کرتے، اور دیکھو کہ جو آگ تم جلاتے ہو اسکے درخت اور اصل کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم نے؟ ہم نے اس (درخت واصل) کو نصیحت حاصل کرنے کے لیئے اور مسافروں کے فائدے کے لیئے پیدا کیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيۡ خَلَقَ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۳۳﴾ [2]

اور (اللہ) وہی ہے جس نے رات، دن، سورج، چاند، کو بنایا یہ تمام چیزیں آسمانوں میں چلتی رہتی ہیں۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌ ۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۲﴾ [3]

اور اللہ تعالیٰ نے دن، رات، سورج، چاند تمہارے تابع بنا دیئے ہیں اور ستارے بھی اسی کے حکم کے تابع ہیں، بلاشبہ اسمیں عقل والی قوم کے لیئے نشانی ہے۔

تشریح: ثابت ہوا کہ یہ تمام چیزیں، پانی، آگ، سورج، ستارے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں لہٰذا کسی مخلوق کی عبادت کرنا ناجائز ہے نیز آیت نمبر 3 سے معلوم ہوا کہ ان تمام اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے تابع بنایا ہے۔ پھر انسان کو کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ ان کی عبادت کرتا پھرے؟ عموماً پیروں کی درگاہوں پر لوگ آگ جلاتے ہیں اور مرید اسکے ارد گرد طواف کرتے ہیں اور اس آگ کی راکھ کھاتے ہیں، اور بچوں کو برکت اور شفاء کی نیت سے پانی میں گھول کر پلاتے ہیں، یہ تمام امور شرکیہ اور شیطانی ہیں اور کئی نام نہاد مسلمانوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ سمندر

[1] سورۃ واقعہ:68-73۔
[2] سورۃ انبیاء:33۔
[3] سورۃ نحل:12۔

اور دریاؤں کی پوجا کرتے ہیں اور ان میں اعتقاد رکھتے ہیں، مثلاً (مٹھائی کے ٹوکرے) اور گوشت کی بوٹیاں ان میں پھینکتے ہیں حالانکہ یہ کام سراسر ہندوؤں کا ہے، سندھ کے مشہور شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی نے اپنے معتقدین کو یہی تعلیم دی ہے کہ

سیوا کر سمنڈ جی جتی جروھی تھوجال

سئیں وھن سیر م ماٹک موتی لال

جی ما سو جڑئی مال تہ پوجارا پر تھئین

شاہ جو رسالو ص:60۔

ترجمہ: ہر مقام پر اگر کامیاب و کامران عزت و شرف کے خواہاں ہو تو سمندر کی پوجا کرو۔

درحقیقت قرآن وحدیث کو ترک کر کے شاعروں کے پیچھے لگنا گمراہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ [1]

یعنی شاعروں کے پیچھے گمراہ ہی لگتے ہیں جبکہ ہدایت والے اپنی راہنمائی کے لیے صرف قرآن وحدیث کو ہی کافی سمجھتے ہیں، نیز سورج، چاند اور ستاروں کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بڑا سبق آموز ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٧٩﴾ [2]

[1] سورۃ شعراء:224۔

[2] سورۃ انعام:75-79۔

یعنی اور اسی طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمان وزمین کی بادشاہی دکھائی، تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں پھر جب رات نے ان پر اندھیرا کیا تو انہوں نے (آسمان میں) ایک ستارہ دیکھا، کہا کہ یہ میرا رب ہے یعنی (انہوں نے کافروں کے عقیدے کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کا قول نقل کیا) پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہا کہ میں غروب ہونے والوں اور (بے بقا چیزوں) کو پسند نہیں کرتا، پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، (یعنی انہوں نے کفار کے عقیدے کو نقل کیا اور ان پر مذاق کیا) پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہا کہ (یہ چیز بھی بے بقا ہے) اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی (یعنی اس نے مجھے اپنا تعارف نہ کروایا) تو میں ضرور گمراہ ہو جاؤں گا، پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے یہ بڑا ہے (جس طرح کافر کہا کرتے تھے) پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا کہ اے میری قوم! جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہو میں ان سے بیزار ہوں میں نے ان سب سے اعراض کرتے ہوئے اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

تشریح: اس مضمون سے ثابت ہوا کہ سورج، چاند، اور ستاروں کی پوجا کرنا مشرکوں اور کافروں کا کام ہے یہ تمام چیزیں بے بقا ہیں، عبادت کے لائق وہی اللہ تعالیٰ ہے جو ہمیشہ سے ہے اور اس کے لیئے کوئی فنا نہیں ہے، سی طرح پانی کا حال یہ ہے کہ اسے زمین چوس لیتی ہے ہوائیں سکھا دیتی ہیں جس برتن میں ڈالا جائے اس کی شکل اختیار کر لے۔ لوگ اس کو بدبودار پیشاب کی شکل میں خارج کرتے ہیں، عقل والوں کو غور کرنا چاہیئے کیا ایسی چیز کی پوجا ہو سکتی ہے حاشا و کلا۔

اسی طرح آگ جسے پانی اور مٹی بجھا دیتی ہے کیا اسے عبادت کے لائق کہا جائے گا، بلکہ عبادت کے لائق وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جو سب پر زبردست ہے باقی تمام چیزیں اس کے سامنے عاجز ہیں، سورج اور چاند کو گرہن بھی لگ جاتا ہے اور ستارے سورج کے سامنے غائب ہو جاتے ہیں۔

اس بارے میں چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

۱۔عن زید بن خالد الجھنی أنه قال صلی لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم صلاة الصبح بالحدیبیة علی إثر سماء کانت من اللیلة فلما انصرف أقبل علی الناس فقال ھل تدرون ماذا قال ربکم قالوا الله ورسوله أعلم قال أصبح من عبادی مؤمن بی وکافر فأما من قال مطرنا بفضل الله ورحمته فذلك مؤمن بی وکافر بالکوکب وأما من قال بنوء کذا وکذا فذلك کافر بی ومؤمن بالکوکب۔ [1]

یعنی زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ مقام (مکہ مکرمہ کی ایک جگہ جہاں مشرکین کیساتھ صلح ہوئی تھی) پر ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اسی رات بارش ہوئی تھی نماز سے فارغ ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف رخ کیا، اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ آج تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض نے ایمان کی حالت میں صبح کی ہے اور بعض کافر ہوگئے (یعنی) جس نے یہ کہا کہ بارش اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے نازل ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لانے والا اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہے اور جس نے یہ کہا کہ یہ بارش فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں پر ایمان والا ہے۔

تشریح: اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں لوگ اس قسم کے وہم وگمان میں مبتلا تھے کہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی یا وہ ستارا ہی بارش برساتا ہے یا اسے بارش کے لیئے نشانی سمجھتے تھے لیکن اسلام نے اسے کفر قرار دیا ہے جیسا کہ فتح الباری ج2ص 524 (طبع سلفیہ) میں امام ابن قتیبہ سے منقول ہے، آج کل بھی کئی لوگوں کا یہی عقیدہ ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفر قرار دیا ہے۔ بندے کا ایمان اسی وقت کامل ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان لائے اور اس کے مقابلے میں جن چیزوں کی پوجا کی جاتی ہے یا جن میں نفع یا نقصان کا عقیدہ

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاذان، باب یستقبل الامام الناس اذا سلم، ج:1 ص:141، ح:846، 1038، 4147۔

رکھا جاتا ہے وہ ستارے ہوں یا چاند ان تمام اشیاء کا انکار کرے، کیونکہ جس چیز میں نفع ونقصان کی امید رکھی جائے، وہ طاغوت بن جاتا ہے لہٰذا اس کا انکار اور کفر ضروری ہے جیسا کہ باب نمبر 2 فصل 1 میں گزر چکا ہے۔

۲۔عن معاویة اللیثی قال قال رسول اللہ ﷺ یکون الناس مجدبین فینزل اللہ تعالیٰ علیهم رزقا من رزقه فیصبحون مشرکین فقیل له و کیف ذالك یا رسول اللہ ﷺ قال یقولون: مطرنا بنوع کذا و کذا۔[۱]

یعنی معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ قحط سالی کا شکار ہونگے کہ اللہ تعالیٰ انکے لیئے رزق نازل فرمائے گا لیکن پھر وہ مشرک ہو جائینگے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کس طرح؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کہیں گے کہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔

۳۔عن ابی هریرة عن رسول اللہ ﷺ قال ما أنزل اللہ من السماء من برکة إلا أصبح فریق من الناس بها کافرین ینزل اللہ الغیث فیقولون بکوکب کذا و کذا۔[۲]

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان سے کوئی برکت نازل کرتا ہے تو لوگوں کی ایک جماعت اس نعمت کا کفر کرتی ہے۔ حالانکہ بارش اللہ تعالیٰ نازل کرتا ہے اور وہ ستاروں کی طرف سے سمجھتے ہیں۔

تشریح: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سورج، چاند، ستاروں کی پوجا کرنا یا انہیں کسی نفع و نقصان کا مالک سمجھنا شرکیہ اور کفریہ عمل ہے۔ امام قتادہ بن دعامہ فرماتے ہیں:

خلق اللہ هذه النجوم لثلاث جعلها زینة للسماء ورجوما للشیاطین وعلامات یهتدی لها فمن تأول فیها بغیر ذالك أخطأ وأضاع نصیبه وتکلف

[۱] مسند احمد ج:3،ص:429۔

[۲] مشکوٰۃ المصابیح ص:393، صحیح مسلم کتاب الایمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء، ح:71۔

مالا یعلم۔[1]

یعنی اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین امور کے لیے پیدا کیا ہے۔(1) آسمانوں کی زینت کے لیئے (2) شیاطین کو بھگانے کے لیئے کہ ستارے ان پر آگ کے شعلے بن کر لگتے ہیں (3) نشانیوں کے لیئے کہ لوگ ان سے راستہ معلوم کریں، پھر جس شخص نے انکا کوئی اور مقصد مراد لیا تو اس نے غلطی کی اور اپنی عمر کا ایک حصہ برباد کیا، کہ اس نے ایسی چیز میں خوض کیا جس کا اسے علم ہی نہیں۔

اسی طرح یہاں امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عبرت آموز واقعہ نقل کیا جاتا ہے:

امر عمر بن الخطاب بقطع الشجرة التى بويع تحتها النبى ﷺ فقطعها لأن الناس كانوا يذهبون ويصلون تحتها فخاف عليهم الفتنة۔ قال عيسىٰ بن يونس وهو عندنا من حديث ابن عون عن نافع ان الناس كانوا يأتون الشجرة فقطعها عمر۔[2]

یعنی امیر عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے بیعت لی تھی، صرف اس وجہ سے کہ لوگ وہاں جاتے تھے اور نوافل ادا کرتے تھے جس سے فتنے کا خوف پیدا ہوا کہ کہیں لوگ شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ نافع کہتے ہیں اس درخت کے نیچے لوگ جایا کرتے تھے لہذا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کاٹنے کا حکم دیا۔

ناظرین: بظاہر یہ درخت بڑی برکت والا تھا کہ جسکے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیعت لی تھی، جس کی تعریف قرآن مجید میں موجود ہے کہ:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ[3]

یعنی اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جو آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص:394۔

[2] کتاب البدع والنھی از امام محمد بن وضاح ص:42-43، مصنف ابن ابی شیبہ ج:2، ص:150، ح:7545۔

[3] سورۃ فتح:18۔

کر رہے تھے۔

پھر یہ درخت بڑا قابل عزت ہوگا حالانکہ لوگ اسکے نیچے اس کی پوجا کے لیے نہیں جاتے تھے نہ اسے چومتے تھے، نہ اسکے چھلکے اتارتے تھے اور نہ ہی مریضوں کو باندھنے یا کھلانے کے لیئے اسکے پتے جھاڑتے تھے وہ تو محض زیارت کے لیئے جاتے تھے اور وہاں نوافل پڑھتے تھے اور اسے برکت والا سمجھتے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اس درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تھے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا کہ کہیں اسکی پوجا نہ شروع ہو جائے جیسا کہ اس زمانے میں بھی کئی درختوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ حالانکہ ان سے کوئی برکت نازل نہیں ہوتی پھر وہ درخت جو واقعتاً برکت والا تھا لیکن پوجا کے خدشے کی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کٹوا کر ہمیشہ کے لیئے ختم اور غائب کر دیا کہ اس کا نشان تک نہ رہے کہ شیطان کو شرک کی بنیاد ڈالنے کا کوئی موقعہ مل جائے، اس واقعہ سے مسلم حکمرانوں کے لیئے بھی بڑی عبرت اور نصیحت ہے کہ اگر ان کے ملک میں کسی بھی درخت کی پوجا ہوتی ہو تو وہ انہیں ختم کروا دیں کیونکہ توحید کی حفاظت و نگہبانی اسلامی حکام کی اولین ذمہ داری ہے ابن وضاح کی مذکورہ کتاب میں اس روایت کے حاشیہ کے تحت علامہ السفارینی سے منقول ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس درخت کے وجود کا ختم ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے، کہ اس کی وجہ سے لوگ شرک جیسے عظیم فتنے میں گرفتار ہونے سے محفوظ رہے۔

یہاں عبرت کے لیئے ایک حدیث بھی لکھی جاتی ہے۔

أخرج ابن أبي شيبة وأحمد والنسائي وابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم وأبو الشيخ وابن مردويه عن أبي واقد الليثي قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل حنين فمررنا بسدرة فقلت: يا رسول الله اجعل لنا هذه ذات أنواط كما للكفار ذات أنواط وكان الكفار ينوطون سلاحهم بسدرة ويعكفون حولها فقال النبي صلى الله عليه وسلم "الله أكبر هذا كما قالت بنو إسرائيل

لموسی اجعل لنا إلها کما لهم آلهة إنکم ترکبون سنن الذین من قبلکم "۔[1]

ابوواقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیساتھ حنین کی طرف نکلے جہاں ہم ببول کے ایک درخت کے پاس سے گذرے جس کے اردگرد کافر چلا کشی کررہے تھے اور انہوں نے برکت کی خاطر اپنا اسلحہ اس میں لٹکا رکھا تھا جس پر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے لیئے بھی ایک درخت مقرر فرمائیں جس میں ہم اپنا اسلحہ لٹکایا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اکبر تمہارا یہ کہنا بنی اسرائیل کے کہنے کی طرح ہے جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمارے لیئے بھی ان کی طرح ایک معبود مقرر کیجیئے سو تم بھی ان کے طریقوں پر چل نکلو گے۔

تشریح: یعنی ان لوگوں کا اس درخت کے بارے میں یہ اعتقاد تھا کہ اس میں ہتھیار لٹکانے سے برکت ہوگی، جس سے معلوم ہوا کہ درختوں میں مختلف قسم کے اعتقاد رکھنا کفار کا طریقہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس معاملے کو بنی اسرائیل کے مشابہہ قرار دینے سے واضح ہوگیا کہ یہ کام شرکیہ ہے نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اس قسم کا اعتقاد یہودیوں کا تھا۔ اور ترمذی وغیرہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ ابوواقد اللیثی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سوال کرتے وقت ہم اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے جس سے ثابت ہوا کہ اس قسم کا اعتقاد رکھنا یا درختوں سے برکت حاصل کرنا دور جاہلیت کا طریقہ کار ہے، مسلمانوں کو اس طرح کی رسموں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

اس کے لیئے پانی اور آگ کی دو عجیب مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مثال (1) جب مشرکین کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تب اللہ

---

[1] درمنثور ج:3، ص:114، جامع ترمذی کتاب الفتن، باب ما جاء لترکبن سنن من کان قبلکم، ح:2180، السنن الکبریٰ للنسائی کتاب التفسیر، سورۃ الاعراف، ح:11185، مصنف ابن ابی شیبہ، ج:7، ص:479، ح:37375، مسند احمد ج:5، ص:218، معجم طبرانی کبیر ج:3، ص:243-244، ح:3290، 3291، مسند الحمیدی ج:2، ص:375، ح:848۔

تعالیٰ نے آگ کو یہ حکم دیا کہ۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۝[1]

ہم نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم (علیہ السلام) کے لیئے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا اور انہوں نے (ابراہیم علیہ السلام کیلئے) بُری خطرناک تجویز سوچی تھی مگر ہم نے انہیں خسارے اور نقصان والوں میں سے کر دیا۔

مثال (2) جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم پر فرعونیوں کے ظلم انتہاء تک پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہجرت کی اجازت دی جس پر وہ دریا کے قریب پہنچے اور فرعون بھی ان کے قریب پہنچ گیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس طرح وحی نازل فرمائی کہ:

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ[2]

پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ اپنی لاٹھی سمندر پر ماریں اور وہ پھٹ پڑا اور دونوں اطراف پہاڑ کی طرح ہو گئے اور ہم نے دوسروں (فرعونیوں) کو اس جگہ کے قریب کیا اور موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو بچا لیا اور (اُن) دوسروں (یعنی فرعونیوں) کو سمندر میں غرق کر دیا بلاشبہ اس واقعہ میں نشانی ہے۔

ناظرین: ان دونوں مثالوں پر غور کیجئے کہ آگ اور پانی اللہ تعالیٰ کے غلام اور اس کے حکم کے تابع، اسی کے قبضہ وکنٹرول میں ہیں۔ آگ کا کام ہی یہی ہے کہ جس چیز کو اس میں ڈالا جائے وہ اس کو جلا کر راکھ کر دے انسان تو بالکل کمزور ہے کہ وہ معمولی گرمی بھی برداشت نہیں

---

[1] سورۃ انبیاء:69-70۔

[2] سورۃ شعراء:63-67۔

کر سکتا لیکن جب اس آگ کو حکم ملا تو ابراہیم علیہ السلام کو جلانا تو درکنار اس میں تپش کا اثر بھی ختم ہو گیا حالانکہ اس آگ سے حرارت، گرمی بالکل ختم نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ جل اور بھڑک رہی تھی اور اس میں لکڑیاں وغیرہ جل رہی تھیں اگر ابراہیم علیہ السلام کے محفوظ وسلامت رہنے کو دیکھ کر کوئی شخص داخل ہوتا تو اسے پتہ چل جاتا۔ اور اسی طرح بہتے ہوئے دریا کے پانی کا درمیان میں رک جانا اور دو پہاڑوں کے درمیان والے راستے کی طرح ہو جانے سے بھی ثابت ہوا کہ پانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہتا ہے اور جب وہ اسے رک جانے کا حکم دیتا ہے تو وہ رک جاتا ہے مسلمانوں کے لشکر کے دریا سے پار ہونے کے بعد جب فرعونیوں کا لشکر اس میں اترا تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو جاری ہو جانے کا حکم دیا تو وہ سب اس میں غرق ہو گئے.. ان دونوں مثالوں سے ثابت ہوا کہ آگ اور پانی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بندے ہیں یہ اس لائق ہی نہیں کہ انکی پوجا کی جائے۔

خلاصہ: ان آیات اور احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں اللہ کے حکم کے سامنے عاجز اور مجبور ہیں، اور ان کی پوجا کرنا ایک قبیح اور برا عمل اور شرک کی عظیم مثال ہے۔

گیارہویں فصل؛ قبروں کی پرستش:

جاننا چاہئے کہ عبادت اور پکارنا اسی ذات بابرکات، وحدہ لاشریک لہ کے لائق ہے جو ہمیشہ سے زندہ اور ہمیشہ کے لیئے لازوال ہے اس کے برعکس جو فوت ہو چکے ہیں اور ان سے دیکھنے، سننے، لینے دینے اور ہر قسم کی حرکت کرنے کی تمام صلاحیتیں سلب کر لی گئی ہیں پھر انہیں پکارنا انتہائی نادانی اور بے عقلی ہے قبریں تو صرف جمع شدہ مٹی کے ڈھیر ہیں اور بعض لوگ انہیں پتھروں، پکی اینٹوں اور سیمنٹ سے پختہ کرواتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، جنہیں پکارنا ہر صورت میں حرام ہے قبروں کی پرستش کے لیئے سندھ کے معروف شاعر بھٹائی نے اسطرح راستہ نکالا ہے۔

ساری رات سبحان جاگی جن یاد کیو
ان جی عبد اللطیف چئی مٹی لدھو مان
کوڑین کن سلام آگھ اچیوان جی

ترجمہ: جو پوری رات سبحان کو یاد کرتے ہیں ان کی مٹی (قبر) بڑے شرف والی اور سلام کے لائق ہے۔

مٹی (قبر) کی یہ عزت، نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور نہ ہی شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے بلکہ یہ ایک جاہلانہ عقیدہ اور محض تخیل اور وھم ہے جسے حجت اور دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو (ان بزرگوں کی) مٹی یعنی قبروں نے یہ عزت حاصل نہیں کی بلکہ یہ عزت وکمال تو مزارات پر جمع ہونے والی عورتوں کی ہے جن کی وجہ سے لوگ جمع ہوئے ہیں اگر یہ عورتیں قبروں پر نہ آئیں تو ان کی عزت کا پول کھل جائے۔

الحاصل: مردوں اور قبروں کی پرستش حرام ہے کیونکہ یہ غیر اللہ ہیں اور غیر اللہ کی پرستش ممنوع اور شرک ہے۔ اس بارے میں قرآن مجید کی چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝٢٠ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝٢١ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝٢٢ [1]

جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرسکتے وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں بے جان و مردہ ہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا تمہارا معبود تو ایک اللہ تعالیٰ ہے، جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے دل منکر اور متکبر ہیں۔

تشریح: ثابت ہوا کہ مردوں کو تو یہ خبر بھی نہیں کہ وہ کب اٹھیں گے پھر وہ کسطرح لوگوں کی پکار سن سکتے ہیں اور کس طرح لوگوں کی حاجتیں پوری کرسکتے ہیں؟ یہ ان مسلمانوں کا عقیدہ ہے، جنہیں قیامت کے دن پر یقین ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں۔ لیکن اس عقیدہ کی مخالفت وہ لوگ کرتے ہیں جن کے دل انکاری ہیں اور غرور و تکبر سے لبریز ہیں۔ فی الواقع اللہ تعالیٰ ایک ہے کوئی زندہ یا مردہ اس کا شریک نہیں ہے نیز باب نمبر 7 کی فصل نمبر 1 میں

---

[1] سورۂ نحل: 20-22۔

سورۂ قصص کی آیت گزری جس میں یہ حکم ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے اور اسی کی پرستش کی جائے کیونکہ اس کے سوا تمام چیزیں ہلاک اور فنا ہونے والی ہیں۔

نیز فصل نمبر 5 میں سورۃ النمل کی آیات گذری ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا اور انہیں (مُردوں کو) تو یہ بھی خبر نہیں کہ انہیں قبروں سے کب اٹھایا جائے گا۔ لہٰذا قبروالے نہ پکارے جانے کے لائق ہیں اور نہ عبادت کے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾ إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾ [1]

اللہ کے علاوہ جن کو پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو تم ان کو پکارو اور وہ تمہیں جواب دیں کیا انہیں پاؤں ہیں جن کے ساتھ وہ چلتے ہیں یا انہیں ہاتھ ہیں جن کے ساتھ وہ پکڑتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے ہیں، یا ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے ہیں، آپ کہہ دیں (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کہ تم اپنے معبودوں کو پکارو پھر جو میرے خلاف منصوبہ بنا سکو بناؤ اور مجھے کوئی مہلت نہ دو، بلاشبہ اللہ ہی میرا مددگار ہے جس نے کتاب نازل کی اور وہی نیکوکاروں کا ولی (مددگار) ہے۔

تشریح: حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں ان آیات کے تحت فرماتے ہیں کہ:

هذا انكار من الله على المشركين الذين عبدوا مع الله غيره من الانداد والاصنام والاوثان وهي مخلوق الله مربوبة مصنوعة لا تملك شيئا من الامر ولا تضر ولا تنفع ولا تبصر ولا تنتصر لعابدها بل هي جماد لا تتحرك ولا تسمع ولا

[1] سورۂ اعراف: 194-196۔

تبصر وعابدوھا اکمل منھا بسمعھم وبصرھم وبطشھم۔[1]

یعنی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا بڑی سختی سے انکار کیا ہے اور جس جس کو اسکے ساتھ شریک کیا جاتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور پیدا کردہ ہیں اور کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان اور نہ ہی وہ اپنے پوجاریوں کی کوئی مدد کر سکتے ہیں، وہ بے جان اشیاء کی طرح ہیں نہ حرکت کر سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں بلکہ انکے پجاری ان سے زیادہ سننے اور دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

ناظرین: یہ آیت عام ہے جو کہ مردہ انسانوں، قبروں، لکڑیوں وغیرہ کی بنائی ہوئی تمام صورتوں کو شامل ہے یعنی یہ تمام چیزیں حالات وظروف میں ہم مثل ہیں نہ دیکھ سکتی ہیں نہ سن سکتی ہیں نہ کوئی چیز پکڑ سکتی ہیں اور نہ ہی کہیں جا سکتی ہیں لہٰذا ان تمام چیزوں کی پوجا کرنا انسان جیسی اشرف المخلوقات ذات کیلئے کیسے لائق ہو سکتا ہے؟

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿٢٠﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿٢١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾[2]

اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہے اور نہ اندھیرا اور روشنی اور نہ ہی دھوپ اور سایہ آپس میں برابر ہوتے ہیں اور نہ ہی زندہ اور مردہ برابر ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے سناتا ہے اور تم قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔

تشریح: پھر جب قبر والوں کو کوئی نہیں سنا سکتا اور نہ ہی وہ کسی کی پکار سن سکتے ہیں تو پھر انہیں پکارنا اور انکی پوجا کرنا انکے نام کی منت ماننا کیسے جائز اور حلال ہوگا، انسان کو خود سوچنا چاہیئے کہ وہ بیمار ہوا اور اس کے تمام علاج ناکام ہو گئے اور پھر اس کی روح پرواز کر گئی اب نہ اس کی

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج:2 ص:276۔

[2] سورۃ فاطر:19-22۔

آنکھوں کو دیکھنے کی طاقت نہ اس کے کانوں کو سننے کی طاقت اور نہ اس کے دل کو سمجھنے کی صلاحیت حتیٰ کہ وہ حرکت بھی نہیں کر سکتا، تمام اعضاء کے وہ کام جن کے لیئے اللہ تعالیٰ نے ان کو بنایا تھا وہ سب ختم ہو چکے، پھر ان میں نفع یا نقصان کی امید رکھنا اور انکے سامنے دست سوال دراز کرنا یا ان سے کسی قسم کی مدد مانگنا اور ان سے یہ امید رکھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری سفارش کرینگے انتہاء درجے کی حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بلکہ پوری انسانیت کو اسی رب العالمین سے اپنے تعلقات جوڑنے چاہیئے جو ہمیشہ سے قائم ہے، دیکھنے والا، سننے والا، اور جاننے والا ہے اور ہر وقت پکارنے والوں کی پکار سننے والا اور سب کی مشکل کشائی کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صحیح فہم عطا فرمائے۔

اسکے بعد چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ عن عائشة عن رسول الله ﷺ قال في مرضة الذى لم يقم منه لعن الله اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور انبياء هم مساجداً۔[۱]

یعنی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت فرمائے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنادیا۔

۲۔ عن جندب قال سمعت النبي ﷺ يقول الاول من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبيا هم وصالحيهم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد انى انها كم عن ذالك۔[۲]

---

۱ مشکوۃ المصابیح ص:69، صحیح بخاری کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، ح:1330، 1390، صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، ح:529، 230۔

۲ صحیح مسلم کتاب المساجد، باب النہی عن بناء المساجد علی القبور واتخاذ الصور فیہا۔ الخ، ح:532، معجم طبرانی کبیر ج:2، ص:168، ج:19، ص:41، ح:1686۔

یعنی جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ خبردار تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیاء اور نیک بندوں کی قبروں کو عبادت کی جگہ بنایا، خبردار تم قبروں کو عبادت گاہ نہ بنانا اور میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبروں کی پرستش کرنا اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب کا باعث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر مبارک کے آخری حصے تک اس سے منع کرتے رہے نیز فصل نمبر 9 میں حدیث گذری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے پوجاریوں کو سب سے بری مخلوق قرار دیا ہے۔

۳۔ عن مالك بن زيد بن سلم عن عطاء ابن يسار ان رسول الله ﷺ قال اللهم لا تجعل قبري و ثناً يعبد اشتد غضب الله على قومٍ اتخذوا قبور انبياء هم مساجد۔[1]

یعنی عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میری قبر کو بت خانہ نہ بنانا، جسکی عبادت کی جائے، اللہ تعالیٰ کا سخت غضب اس قوم پر ہوتا ہے جو اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بناتی ہے۔

تشریح: عطاء بن یسار رحمہ اللہ تابعی ہیں لہٰذا یہ روایت مرسل ہے مگر مسند البزار میں ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے موصولاً اور صحیح سند کیساتھ روایت مروی ہے۔ (الزرقانی شرح المؤطا ج 1 ص 351) اس حدیث سے واضح ہوا کہ قبروں کی پرستش اللہ تعالیٰ کے سخت ترین غصے اور غضب کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس طرح کے تمام برے اعمال سے محفوظ رکھے جس سے اللہ تعالیٰ

---

[1] مؤطا امام مالک ج:1، ص:172، ح:414، 593، مسند احمد ج:2، ص:246، عن ابی هريرة، مصنف ابن ابی شیبہ ج: 2، ص: 150، طبع مكتبة الرشد لرياض ح: 7544، 11819، صحیح بخاری کتاب الصلاة، باب، ح:435-436، 1390، 1330، 3453، 3454، 4443، 4444، 5815، 5816، صحیح کتاب المساجد، باب النهي عن بناء المسجد على القبور واتخاذ الصور فيها والنهي عن اتخاذ القبور مساجد، 1187، 531۔

ناراض ہوا اور اپنا عذاب نازل کرے۔

۴۔عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: لما نزل برسول اللہ ﷺ طفق یطرح خمیصۃ لہ علی وجہہ فإذا اغتم بہا کشفہا فقال. وہو کذلک.: لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور أنبیائہم مساجد یحذر ما صنعوا ولولا ذلک أبرز قبرہ غیر أنہ خشی أن یتخذ مسجدا۔ [1]

یعنی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر آخری وقت اپنے چہرہ پر ڈال رہے تھے اور جب دم گھٹنے لگتا تو چادر چہرہ سے ہٹا دیتے اس حالت میں آپ نے فرمایا کہ یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو پوجا گاہ بنایا۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمل سے ڈرا رہے تھے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ نیت نہ ہوتی تو آپکی قبر مبارک کو ظاہر کیا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ کہیں آپ کی قبر کو پوجا نہ جائے۔

تشریح: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تنبیہ اس خطرے کے سبب کی کہ کہیں گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی طرح آپکی قبر کی پوجا نہ کی جائے اور اسی لیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر آپکے گھر میں ہی بنائی گئی۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر کی پوجا کے سدِ باب کے لیے قبر مبارک کے چاروں طرف ایک دیوار ہے اس دیوار کے اندر کوئی کھڑکی نہیں ہے پھر اس دیوار کے باہر دوسری دیوار ہے تاکہ قبر مبارک نمازی کے سامنے نہ ہوں دوسری دیوار سے قبر مبارک اور نمازی کے درمیان فاصلہ ہو جاتا ہے۔ (فتح الجید ص 234) فصل نمبر 2 میں مذکور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت گزری اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر بھی پوجا نہ کی جائے لہٰذا اور کون ہے جس کی قبر کی پوجا کی جاسکتی ہے؟

۵۔عن ابن مسعود قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان من شرار الناس من

---

[1] بخاری ومسلم بحوالہ فتح المجید شرح کتاب التوحید ص:232۔

تدرکہ الساعة وهم احیاء ومن یتخذ القبور مساجد۔[1]

یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ شریر وہ ہیں کہ جن پر قیامت قائم ہوگی اور وہ لوگ جو قبروں کو عبادت گاہ بناتے ہیں۔

۶۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور والمتخذين عليه المساجد والسراج۔[2]

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی اور ان پر جو قبروں کو عبادت گاہ بناتے ہیں اور وہاں چراغ روشن کرتے ہیں۔

تشریح: اس روایت سے ثابت ہوا کہ عورتوں کا قبروں پر جانا، وہاں چراغ روشن کرنا، پوجا کرنا، قبروں کی مٹی اٹھانا اور اسے چومنا اور برکت کی خاطر قبروں کو چھونا وغیرہ حرام امور ہیں۔ نیز ان احادیث میں مساجد کا لفظ ہے یعنی قبروں یا قبرستان میں مسجدیں بنانا بھی ناجائز اور حرام ہے۔ لہٰذا جب قبروں پر خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے عبادت گاہ تعمیر کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ اسمیں شرک کا شائبہ ہے تو پھر خود قبروں اور قبر والوں کی عبادت کیونکر جائز اور حلال ہو سکتی ہے؟ لہٰذا یہ کام حرام، ناجائز، باعث لعنت اور یہود ونصاریٰ کی پیروی ہے۔

قارئین: یہاں ایک عجیب واقعہ تحریر کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ سلف صالحین قبروں کی پوجا سے بچاؤ کے لیئے کس قدر کوشش کیا کرتے تھے۔

امام محمد بن اسحاق کتاب المغازی (من زیارات یونس بکیر) میں ابو العالیہ رفیع بن

---

[1] مسند احمد ج:1، ص:405، 435، ح:3844، 4143۔

[2] فتح المجید شرح کتاب التوحید ص:250، جامع ترمذی کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدا، ح:320، سنن ابوداؤد کتاب الایمان والنذور، باب زیارۃ نساء القبور، ح:3236، مسند احمد ج:1، ص:229، 287، 324، 337، ح:2030، 2603، 2986، 3118، سنن نسائی کتاب الجنائز، باب التغلیظ فی اتخاذ السرج علی القبور، ح:2045، سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز، باب ماجاء النہی عن زیارۃ النساء القبور، ح:1575۔

مہران الریاحی تابعی رحمہ اللہ علیہ سے روایت لائے ہیں کہ ہم نے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تستر کا شہر فتح کیا وہاں شاہی خزانے میں ایک پلنگ پر ایک لاش پڑی تھی جسے اللہ کے نبی دانیال علیہ السلام کی میت کہا جاتا تھا جو کہ تین سو سال سے وہاں رکھی ہوئی تھی اور انکا جسم محفوظ تھا لوگ قحط سالی کے دور میں اس لاش کو باہر نکالتے تاکہ بارش نازل ہو ہم نے دن میں تیرہ مختلف قبریں کھودیں اور رات میں اس لاش کو کسی ایک قبر میں دفن کر دیا اور قبروں کے نشانات مٹا دیئے تاکہ وہ لاش لوگوں سے غائب ہو جائے اور وہ دوبارہ اسے نکال نہ سکیں۔[1]

نیز یہ واقعہ امام ابوالقاسم تمام الرازی نے بھی اپنی کتاب "فوائد" (قلمی) میں قتادہ تابعی سے نقل کیا ہے۔

ناظرین: غور کیجیئے کہ یہ واقعہ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کا ہے جنہوں نے اس خطرے کے پیشِ نظر ایک نبی کی لاش کو دفن کر دیا کہ کہیں لوگ شرک کے فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں اور وہاں آ کر دعائیں نہ مانگنے لگ جائیں یا کوئی تبرک حاصل کرنے نہ لگ جائیں اگر آج کا دور ہوتا تو لوگ اسے بچانے کے لیئے لاٹھیاں، کلہاڑیاں، اور اسلحہ اٹھا لیتے اور وہاں پرستش شروع کر دیتے اور مجاور بن کر بیٹھ جاتے اور مسجد سے زیادہ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ مقام غور ہے کہ اگر کسی قبر کی پرستش یا وہاں سے کوئی تبرک حاصل کرنا جائز یا درست ہوتا تو یہ مہاجرین اور انصار اس نبی کی قبر پر ضرور کوئی نشانی رکھتے یا کتبہ لگاتے اور لوگوں کو وہاں آنے کی دعوت دیتے، مگر انہوں نے اسے ہمیشہ کے لیئے غائب کر دیا تاکہ کسی غیر اللہ کی پوجا نہ ہو سکے یا کسی مشرک کو کوئی موقعہ شرک کرنے اور شرک پھیلانے کا ہاتھ نہ لگے۔

بارہویں فصل: مشائخ اور پیروں کی پرستش:

یہ رسم بھی اسلام سے پہلے یہودیوں اور عیسائیوں میں تھی کہ وہ اپنے بزرگوں، پیروں، اور مولویوں کی پرستش کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] اغاثۃ اللہفان از ابن القیم الجوزی ج:1 ص:222، فوائد از ابوالقاسم تمام رازی ص:312۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ [1]

یعنی انہوں نے اپنے علماء، پیروں، فقیروں، ور عیسیٰ بن مریم کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا حالانکہ انہیں اللہ کی عبادت کے علاوہ کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور جنہیں وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں وہ اس (شرک) سے پاک ہے اور وہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور (توحید او دین) کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا اگر چہ کافر ناپسند کریں۔ وہ اللہ ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ معبوث فرمایا کہ وہ تمام ادیان پر اسے غالب کر دے اگر چہ مشرک اسے ناپسند کریں۔

تشریح: ان لوگوں کا خاص شرک یہ ہے کہ وہ اپنے پیروں بزرگوں اور عالموں کی پوجا کیا کرتے ہیں محض اس لیے کہ وہ اللہ کی توحید کو بجھائیں مگر اللہ تعالیٰ ان کی شرارتوں کو کامیاب ہونے نہیں دیتا بلکہ وہ اپنے نور اور توحید کو ہر جگہ قائم اور مکمل کرتا رہے گا پھر عموماً جو لوگ پیر بنے بیٹھے ہیں یا جو مولوی اور پیر اپنی مسندوں پر اپنے مریدوں سے سجدے کروا رہے ہیں اور مرید ان کے پاؤں پکڑ رہے ہیں اور انہیں مشکل میں غائبانہ پکار رہے ہیں یہ سب کچھ یہودیوں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ نیز ان پیروں اور مولویوں کی پوجا کی ایک خاص قسم یہ بھی ہے کہ وہ ان کے فیصلوں کو شریعت قرار دیتے ہیں جسے وہ حلال کہیں اسے حلال سمجھتے اور جسے وہ حرام قرار دیتے اسے حرام جانتے ہیں چنانچہ اس کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے کہ:

روی الإمام أحمد، والترمذي، وابن جرير من طرق، عن عدي بن حاتم، رضي الله عنه، أنه لما بلغته دعوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فر إلى الشام،

[1] سورۂ توبہ: 31-33۔

وكان قد تنصر في الجاهلية، فأسرت أخته وجماعة من قومه، ثم من رسول الله صلى الله عليه وسلم على أخته وأعطاها، فرجعت إلى أخيها، ورغبته في الإسلام وفي القدوم على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقدم عدي المدينة، وكان رئيسا في قومه طيئ، وأبوه حاتم الطائي المشهور بالكرم، فتحدث الناس بقدومه، فدخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي عنق عدي صليب من فضة، فقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الآية: { اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله } قال: فقلت: إنهم لم يعبدوهم. فقال: "بلى، إنهم حرموا عليهم الحلال، وأحلوا لهم الحرام، فاتبعوهم، فذلك عبادتهم إياهم". وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يا عدي، ما تقول؟ أيضرك أن يقال: الله أكبر؟ فهل تعلم شيئا أكبر من الله؟ ما يضرك؟ أيضرك أن يقال لا إله إلا الله؟ فهل تعلم من إله إلا الله"؟ ثم دعاه إلى الإسلام فأسلم، وشهد شهادة الحق، قال: فلقد رأيت وجهه استبشر ثم قال: "إن اليهود مغضوب عليهم، والنصارى ضالون"۔[1]

یعنی عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ اسلام کا پتہ چلا تو وہ شام بھاگ گئے جاہلیت میں انہوں نے نصاریٰ کا دین قبول کیا تھا کچھ عرصے بعد ان کی بہن اور دیگر قیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بہن پر احسان کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیا اور اسے کچھ مال بھی دیا جب وہ ان کے پاس آئی تو انہیں اسلام قبول کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جانے کی ترغیب دلائی پھر عدی بن حاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اس حال میں کہ ان کے گردن میں صلیب لٹکا ہوا تھا وہ اپنی قوم

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج:2، ص:348۔ جامع ترمذی ابواب التفسیر القرآن، باب تفسیر سورۃ التوبۃ، ح:2953، 3095، السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی بہ القاضی ویفتی بہ المفتی فانہ غیر جائز لہ ان یقلد احدا۔۔الخ، ج:10، ص:116، ح:20137، معجم طبرانی کبیر ج:17، ص:92، ح:213۔

کے رئیس تھے ان کے والد حاتم طائی، سخاوت میں مشہور تھے لوگوں میں ان کی آمد کا چرچہ ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر یہ آیت پڑھی، {اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله} ۔عدی نے عرض کی کہ ہمارے اکابران پیروں اور مولویوں کی پوجا تو نہیں کرتے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں کیا ان کے پیر جس چیز کو حلال قرار دیتے یا حرام قرار دیتے کیا وہ اس چیز میں ان کی پوری اتباع نہیں کرتے تھے؟ یہی تو انکی پوجا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عدی! اللہ اکبر کہنے میں تمہیں کیا نقصان ہے؟ کیا اللہ سے بڑی کوئی چیز ہے اور تمہیں ''لا الہ الا اللہ'' کہنے میں کیا تکلیف ہے؟ کیا تم اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا الہ سمجھتے ہو؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

عدی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے مبارک کی طرف دیکھا آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہود مغضوب علیہم ہیں اور نصاریٰ گمراہ ہیں۔

تشریح: حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ قتادہ اور ضحاک وغیرہ تابعین سے بھی اسی طرح کا معنی مروی ہے یعنی انکی عبادت کا یہی مطلب ہے کہ وہ ان کے ہر حکم کی پیروی کرتے تھے اور جو بھی شریعت وہ بناتے تھے اسے تسلیم کرتے تھے۔[1]

تیرہویں فصل: حاکموں سرمایہ داروں اور وڈیروں کی پرستش:

عام طور پر یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ کئی لوگ بڑے آدمیوں مثلاً حاکموں، سرمایہ داروں، آفیسروں اور وڈیروں کو جھک کر سلام کرتے ہیں حالانکہ اس قسم کا سلام یعنی مخلوق کے سامنے جھکنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔خود اکرم الاولین والآخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جھکتے نہیں تھے اس کے متعلق حدیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔عن عمرو بن أمية الضمري أن النبي صلى الله عليه وسلم بعث ثلاثة نفر إلى قيصر وإلى كسرى وإلى صاحب الإسكندرية وبعث عمروا إلى النجاشي فلما

---

[1] درمنثور ج:3، ص:231۔

أتى عمرو النجاشي وجد من كان عنده يدخلون مكفرين من خوخة فلما رأى الخوخة ودخولهم عليه ولى ظهره ثم دخل يمشي القهقرى فلما دخل منها اعتدل ففزعت الحبشة وهموا بقتله قالوا : ما منعك أن تدخل كما دخلنا ؟ قال : لا نصنع ذلك بنبينا فهو أحق أن نصنع ذلك به . فقال النجاشي : اتركوه صدق رواه الطبراني في الأوسط ورجاله ثقات وفي بعضهم كلام لا يضر ۔[1]

یعنی عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین قاصد تین مختلف بادشاہوں قیصر، کسریٰ، اور اسکندریہ کے حاکم کیطرف بھیجے اور عمرو بن امیہ کو نجاشی کی طرف روانہ کیا جب وہ نجاشی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ لوگ کھڑکی سے اس کے سامنے گردن جھکا کر داخل ہوتے ہیں، عمرو بن امیہ نے دیکھا کہ کھڑکی چھوٹی ہے لہٰذا سامنے سے داخل ہونے کے بجائے وہ پیٹھ کی طرف سے داخل ہوئے اور پھر سیدھے کھڑے ہو گئے تاکہ بادشاہ کے سامنے گردن جھکانی نہ پڑے اس حالت کو دیکھ کر حبشی دہشت میں آ گئے اور انہیں قتل کرنے کے لیئے تیار ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم بادشاہ کے سامنے اسی طرح سے کیوں نہ آئے جسطرح ہم داخل ہوتے ہیں انہوں نے کہا کہ اسطرح سے سلامی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی نہیں دیتے اگر اسطرح جائز ہوتا تو اس کے سب سے بڑے مستحق وہ ہیں۔ جس پر بادشاہ نے کہا کہ انہوں نے سچ کہا ہے لہٰذا انہیں چھوڑ دو۔

تشریح: یعنی اس طرح جھکنا صرف اللہ تعالیٰ کے لیئے لائق ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی یہ طریقہ رائج نہ تھا تو پھر وڈیروں، حاکموں کے سامنے کیسے جائز ہوگا بلکہ نجاشی کی گواہی سے ظاہر ہو رہا ہے کہ سابقہ امتوں میں بھی سلام کا یہ طریقہ مروج نہ تھا۔ امام قاضی ابوبکر بن طیب متوفی سن 403ھ کو جب مسلمانوں نے ملک قسطنطیہ کی طرف بھیجا گیا تو نصاریٰ نے ان کی بڑی عزت کی لیکن انہیں بادشاہ کے پاس لے جانے سے ٹال مٹول کرتے رہے کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ اگر انہوں نے بادشاہ کے سامنے گردن نہ جھکائی یا سجدہ نہ کیا تو بادشاہ ان پر ناراض

[1] مجمع الزوائد ج:8 ص:39، معجم طبرانی اوسط ج:1 ص:56، ح:489۔

ہو گا پھر انہوں نے ایک حیلہ کیا کہ انہیں ایک کھڑکی کی طرف سے لے گئے تاکہ انہیں جھک کر گزرنا پڑے لیکن وہ ان کی یہ چال سمجھ گئے لہذا وہ پیٹھ کی طرف سے جھک کر گزرے یعنی انہوں نے ان کی چاہت کے برعکس کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ گردن جھکا کر گذریں لیکن انہوں نے پیٹھ جھکائی۔ (منہاج السنۃ لابن تیمیہ ج1 ص162) تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ توحید کے مسئلے میں مضبوط اور پختہ رہیں کوئی بھی ایسی حرکت نہ کریں جس میں شرک کی کوئی اشمام ہو۔

چودھویں فصل: علماء واحبار کی پرستش

۱۔ عن صهيب أن معاذ بن جبل لما قدم الشام رأى اليهود يسجدون لعلمائهم وأحبارهم ورأى النصارى يسجدون لأساقفتهم ولرهبانهم وفقهائهم فلما قدم على النبي صلى الله عليه و سلم سجد له فقال: " ما هذا يا معاذ؟ " قال: إني قدمت الشام فرأيت اليهود يسجدون لعلمائها وأحبارها ورأيت النصارى يسجدون لقسيسيها وفقهائها ورهبانها فقلت: ما هذا؟ قالوا: هذه تحية الأنبياء. قال: كذبوا على أنبيائهم كما حرفوا كتابهم لو أمرت أحدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها رواه البزار والطبراني[1]

یعنی صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شام گئے تو وہاں یہودیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے علما اور بزرگوں کے سامنے گردن جھکاتے اور سجدہ کرتے ہیں اور عیسائیوں کو دیکھا کہ وہ بھی اپنے بزرگوں اور فقہاء کے سامنے گردن جھکاتے اور سجدہ کرتے ہیں جب معاذ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے تو گردن جھکا کر سلام کرنے

---

[1] مجمع الزوائد ج:4، ص:309، معجم طبرانی کبیر ج:8، ص:31، ح:489، مستدرک حاکم ج:4، ص:190، ح: 7325 وصححہ علی شرط الشیخین، مسند احمد ج:4، ص:381، ح:19422، صحیح ابن حبان ج:9، ص:479، ح:4171، کتاب النکاح، باب ذکر استحباب الاجتهاد للمرأة فی قضاء حقوق زوجها بترک الاثناء علیہ فیما احب ـ ح:4159، السنن الکبیر للبیہقی ج:7، ص:292، ح:14488، مسند احمد ج:5، ص:227، ح:22037، معجم طبرانی کبیر ج:5، ص: 208، ح:5116، مصنف ابن ابی شیبہ ج:3، ص:557، ح:17126۔

لگے آپ ﷺ نے فرمایا معاذ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ میں نے شام میں یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بزرگوں کو اسی طرح سلام کرتے ہیں میرے استفسار پر انہوں نے کہا کہ انبیاء کرام کے سامنے سلام کرنے کا یہی طریقہ ہوا کرتا تھا آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے اپنے انبیاء پر اسی طرح جھوٹ باندھا ہے جس طرح انہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف کی ہے اگر میں کسی کو کسی کے سامنے گردن جھکانے اور سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے یعنی یہ حکم کسی کے لیے بھی نہیں ہے۔

تشریح: اس روایت میں کچھ کلام ہے مگر دوسری روایت اس کی تائید کرتی ہے۔

۲۔ عن زید بن أرقم قال: بعث رسول الله ﷺ معاذ بن جبل إلى الشام فلما قدم معاذ قال: يا رسول الله رأيت أهل الكتاب يسجدون لأساقفتهم وبطارقتهم أفلا نسجد لك؟ قال: لا لو كنت آمرا أحدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. رواه البزار والطبراني في الكبير والأوسط۔[1]

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو شام بھیجا جب وہ واپس آئے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے اہل کتاب کو دیکھا کہ وہ اپنے بزرگوں کے سامنے سر جھکاتے اور سجدہ کرتے ہیں پھر کیوں نہ ہم بھی آپ کے سامنے سر جھکائیں اور سجدہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں: اگر میں کسی آدمی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

تشریح: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ علماء اور بزرگوں کی پرستش کرنا یہود و نصاریٰ کا طریقہ کار ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے بڑی سختی سے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانون کو ایسے اعمال سے محفوظ رکھے۔ آمین

[1] مجمع الزوائد ج:4،ص:310۔

ذیل

فصل نمبر 12 سے معلوم ہوا کہ یہ بھی علماء و بزرگوں کی پوجا ہے کہ ان کے ہر حکم کو تسلیم کیا جائے اگرچہ وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے فرامین کے مخالف ہی کیوں نہ ہو! یہ ان کی اندھی تقلید ہے جس نے لوگوں کی اکثریت کو گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈال دیا ہے لہٰذا تقلید کا بیان کچھ تفصیل سے کیا جاتا ہے۔

تقلید کا لغوی معنیٰ:

لغت کی مشہور کتاب تاج العروس میں ہے:

(وقلدتها قلادة) بالكسر و قلادا بحذف الهاء (جعلتها في عنقها) فتقلدت (ومنه) التقليد في الدين۔[1]

یعنی اس لفظ کا اصل مادہ قلادہ ہے یعنی گردن میں پٹا ڈالنا اور دین میں تقلید بھی اسی سے ہے یعنی کسی شخص، کہ جس کے متعلق اچھا اعتقاد ہو، کے قول کو بغیر کسی دلیل کے قبول کرنا، گویا اس کے قول کو اپنے گلے میں رسی کی طرح ڈال لینا اب جس طرف وہ گھمائے اسی طرف گھوم جانا، جیسا کہ معروف ادیب عبیداللہ بن المعتز فرماتے ہیں:

لا فرق بين بهيمه تقاد وانسان يقلد۔[2]

یعنی وہ جانور جسکی گردن میں رسی ڈال کر اسے ہانکا جائے اس اور مقلد میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے اسی مضمون کو نظم کے انداز میں اس طرح پیش کیا ہے:

یاسائلی عن موضع التقلید خذ — عن الجواب بفهم لب حاضر
واصغ الی قولی ودن بنصیحتی — واحفظ علی بوادری ونوادری
لا فرق بین مقلد و بهیمة — تنقاد بین جنادل و دعاثر
تبا لقاض او لمفت لا یری — عللا و معنی للمقال السائر

[1] تاج العروس ج:2 ص:475۔

[2] جامع بیان العلم وفضلہ ص:391۔

مجھ سے تقلید کے بارے میں سوال کرنے والے بڑے فہم اور عقل سے میرا جواب سن اور میری نصیحت کی طرف کان لگا اور میرے اس وعظ کو یاد رکھ کہ مقلد اور جانور میں کوئی فرق نہیں ہے جسے مشکل، خاردار، اونچی و نیچی سطح کے راستوں سے ہانکا جاتا ہے، ہر اس قاضی اور مفتی کے لیے ہلاکت ہے جو چالو اور ہوائی بات لیتا ہے اور اس کی دلیل نہیں سمجھتا!

یہی معنی، لغت کی مشہور کتاب لسان العرب میں بھی ہے، المنجد میں ہے کہ:

قلده فی کذا ای تبعه من غیر تأمل ولا نظر۔[1]

یعنی کسی شخص کی تقلید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے اور غور وفکر کئے اس کے پیچھے چلنا۔

اصول فقہ کے مطابق تقلید کی تعریف:

فقہاء کے نزدیک تقلید کا معنی یہ ہے "کہ ایسے قول کو لینا جس کے کہنے والے کے پاس اس قول کی کوئی دلیل نہ ہو"۔

اصول فقہ کی کتب میں بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے، مثلاً حنفی اصول فقہ کی معروف کتب "التحریر لابن ھمام ص 547" اور اسکی شرح "تیسیر التحریر" مصنفہ امیر بادشاہ ص: 26، ج: 1، میں لکھا ہے کہ: تقلید تو ظن وگمان کے درجے میں بھی نہیں ہے چہ جائیکہ اس کو یقین سمجھا جائے: مسلم الثبوت ص 289 اور اسکی شرح فواتح الرحموت ج2ص 400 (فی ذیل المستصفی للغزالی) اور اصول فقہ مالکی کی کتاب الحدود فی الاصول مصنفہ امام ابو الولید الباجی ص 64۔ اصول فقہ شافعی کی کتاب المنثور فی القواعد مصنفہ امام زرکشی ج1ص 398 اور اللمع فی اصول الفقہ مصنفہ امام ابو اسحاق شیرازی ص 70 اور المستصفی من علوم الاصول مصنفہ امام غزالی ج2ص 387 (مع فواتح الرحموت) اور فقہ حنبلی کی کتاب مختصر التحریر مصنفہ علامہ علاء الدین مرداوی ص 42 اور اسکی شرح الکوکب المنیر مصنفہ علامہ تقی الدین بن احمد الفتوحی

[1] لسان العرب ج:3، ص:368، المنجد ص:649، طبع:17۔

ص 408 اور المدخل الی مذهب الامام احمد بن حنبل مصنفه ابن بدران الدمشقی ص 193 اور صفة الفتوی و المفتی و المستفتی مصنفه امام احمد بن حمدان الحرانی ص 51 و غیره من الکتب۔

ثابت ہوا کہ تقلید نہ کوئی علمی چیز ہے اور نہ ہی علمی طریقہ کار، کیونکہ جب دلیل کا علم نہ ہو تو تقلید کا کیا فائدہ اور اصل دلیل دو چیزیں ہیں قرآن و حدیث، لیکن فقہاء کے نزدیک دو مزید چیزیں بھی دلیل ہیں، علامہ عبد العلی محمد بن نظام الانصاری الحنفی (فواتح الرحموت ص 400) میں لکھتے ہیں کہ دلیل سے مراد ذکر کردہ چار چیزیں ہیں یعنی مقلد وہ ہے جسے ان چار چیزوں کا علم نہ ہو۔ اس سے واضح ہو گیا کہ تقلید علم نہیں ہے یہ ان کے اپنے علماء کے فیصلے ہیں چنانچہ امام غزالی تقلید کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

لیس ذالك طريقاً الى العلم لا فی الاصول ولا فی الفروع۔

یعنی تقلید حصول علم کا طریق نہیں ہے نہ اصولی مسائل میں اور نہ ہی فروعی مسائل میں (حوالہ مذکورہ) نیز حافظ ابن القیم اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں کہ:

ولا خلاف بين الناس ان التقليد ليس بعلم وان المقلد لا يطلق عليه اسم عالم۔[1]

یعنی اس بات پر تمام لوگوں کا اجماع ہے کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تقلید علم نہیں ہے اور مقلد کو عالم نہیں کہا جا سکتا۔

اور جو لوگ تقلید کے قائل ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ جاہل کے لیئے ہے عالم کے لیئے نہیں ہے، چنانچہ علامہ علی قاری حنفی شرح عین العلم میں فرماتے ہیں کہ:

ومن المعلوم ان الله سبحانه ما كلف احداً ان يكون حنفيًا او مالكيًا او شافعياً او حنبلياً بل كلفهم ان يعملوا باالكتاب والسنة ان كانوا علماء وان

[1] اعلام الموقعین ج:1 ص:45۔

يقلد العلماء اذا كانوا من الجهلاء۔[1]

یعنی اللہ نے کسی کو مجبور نہیں کیا کہ وہ حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی بنے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ حکم دیا ہے کہ ہر ایک، قرآن وحدیث پر عمل کرے اگر وہ عام ہو اور اگر جاہل ہو تو وہ علماء کی تقلید کرے۔اسی طرح علامہ محمد بن عبدالعظیم المکی الحنفی الرومی نے اپنے رسالے القول السدید فی بعض مسائل التقلید والاجتہاد ص 4-3 میں بھی لکھا ہے۔ثابت ہوا کہ علماء حنفیہ کے نزدیک بھی تقلید کا حکم جاہلوں کے لیئے ہے نہ کہ علماء کے لیئے لہٰذا اہل علم کے لیئے معیوب ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو دیکھے بغیر کسی اور کے قول کو اختیار کریں امام ابن الجوزی تلبیس ابلیس میں فرماتے ہیں کہ:

اعلم ان المقلد على غير ثقة فيما قلد فيه وفي التقليد ابطال منفعة العقل لانه انما خلق للتأمل والتدبر و قبيح بمن أعطى شمعة يستضيء بها ان يطفئها و يمشي في الظلمة وأعلم ان عموم اصحاب المذاهب يعظم في قلوبهم الشخص فيتبعون قوله من غير تدبر بما قال وهذا عين الضلال لأن النظر ينبغي أن يكون الى القول لا الى القائل۔[2]

یعنی یقین کے ساتھ جاننا چاہیئے کہ مقلد جس مسئلے میں تقلید کرتا ہے وہ کسی یقین اور بھروسے پر اعتماد نہیں کرتا (کیونکہ اسے کسی دلیل کی کوئی خبر نہیں ہوتی) کہ یہ مسئلہ کس دلیل کی بنیاد پر ہے، یعنی تقلید میں عقل جیسی منفعت والی چیز کی نفی ہو جاتی ہے، انسان کو تو غور وفکر کرنے کے لیئے پیدا کیا گیا ہے، یہ بات کس قدر قبیح ہے کہ جس بندے کو چراغ یا شمع دی جائے کہ اسکی روشنی میں چلو لیکن وہ اسے بجھا کر تاریکی میں چلنے لگے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اصل علم قرآن وحدیث عطا فرمایا، اسے ترک کر کے کسی کے بے دلیل قول کو اختیار کرنا یہ کس آیت اور حدیث سے لیا گیا ہے۔اس کی مثال تاریکی میں چلنے کے مساوی ہے) یقین کے ساتھ جان لو کہ کسی بھی مذہب کا پیروکار جس شخص

[1] شرح عین العلم ج:1،ص:446۔

[2] تلبیس ابلیس ص:81۔

کی تعظیم اپنے دل میں حد سے زیادہ بیٹھ لے تو وہ بغیر سوچے سمجھے اسکے قول کی پیروی کرنے لگتا ہے اور یہی عین گمراہی ہے کیونکہ انسان کو چاہیے کہ وہ ہر کسی کے قول کو دیکھے کہ یہ قول قرآن وسنت کے موافق ہے یا مخالف ہے، نہ کہ وہ یہ دیکھے کہ کہنے والا کتنا بڑا عالم ہے، کتنا بڑا بزرگ ہے، کتنے لوگ اسکے پیچھے چل رہے ہیں، اہل علم نے ہمیشہ تقلید کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ حافظ ابن عبدالبر جامع بیان العلم و فضلہ ص 393 میں امام شافعی کے ملازم تلمیذ امام ابو ابراہیم اسماعیل مدنی سے نقل کرتے ہیں کہ مقلد سے سوال کرنا چاہیئے تم نے جو یہ فیصلہ کیا ہے کیا تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے؟ اگر اثبات میں جواب دے تو اس نے خود ہی تقلید کو باطل کر دیا کیونکہ اس نے وہ عمل یا فیصلہ دلیل کی بنیاد پر تسلیم کیا ہے نہ کہ تقلید کی بنیاد پر اور اگر وہ کہے کہ یہ فیصلہ میں نے بغیر دلیل کے کیا ہے تو اس سے سوال کرنا چاہیئے کہ بغیر دلیل کے تم نے خون ریزی کیوں کی؟ عورتوں کو حلال قرار کیوں دیا؟ لوگوں کا مال کیوں ضائع کیا؟ (کیونکہ ان فیصلوں میں بعض معاملات خون کے ہوتے ہیں بعض نکاح وطلاق کے، بعض چوری اور ڈکیتی کے، تجارت اور لین دین کے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام امور بغیر کسی دلیل یا ثبوت کے حرام کر دیئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ (ترجمہ) کیا تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل یا ثبوت ہے؟ (یونس ع 9 پ 11) اگر وہ کہے کہ مجھے اپنے فیصلے کے بارے میں یقین ہے کہ یہ صحیح ہے خواہ مجھے دلیل معلوم ہو یا نہ ہو، کیونکہ جس کی میں نے تقلید کی ہے وہ ایک بڑا عالم ہے اسکے پاس اس فیصلے کی دلیل ضرور ہوگی جس کا مجھے علم نہیں ہے، تو اسے کہا جائے گا کہ جس بڑے عالم کی تو نے تقلید کی ہے ممکن ہے کہ اس نے بھی یہ فیصلہ کسی دلیل کی بنیاد پر نہ کیا ہو بلکہ اپنے سے بڑے عالم کے قول پر اعتماد کیا ہو، اگر اس نے اس بات کو تسلیم کیا تو خود ہی اپنے امام کی تقلید کو چھوڑ دیا بلکہ اپنے استاد کے امام کی تقلید کی اسی طرح یہی سوال امام کے امام یا استاد کے بارے میں کیا جائے گا۔

حتیٰ کہ یہ معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک جا پہنچے گا اور اگر اس نے انکار کیا کہ ایسا ممکن نہیں ہے تو خود اپنے ہی قول کو توڑ دیا اور اسے کہا جائے گا کہ تو نے زیادہ علم والے کو چھوڑ کر کم علم والے کی

تقلید کیوں کی؟ اگر وہ یہ جواب دے کہ میرے استاذ یا امام اگرچہ دوسروں سے کم درجہ کے ہیں لیکن انہوں نے گذشتہ ائمہ کے علم کو جمع کیا اور پھر بڑی چھان بین کرنے کے بعد یہ فیصلہ صادر فرمایا تو اسے کہا جائے گا کہ تیرے استاد کے استاد یا امام کے امام کے بارے میں اسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بھی بڑی چھان بین کر کے علم کو جمع کیا اور پھر اس فیصلے کا انتخاب کیا لہٰذا تجھے تو اپنے امام کو چھوڑ کر ان کے استاد کی تقلید کرنی چاہیئے بلکہ اس قاعدہ کے تحت تو تجھے اپنی ہی تقلید کرنی چاہیئے نہ کہ کسی اور کی کیونکہ تم ان سب کے بعد آئے ہو لہٰذا تم نے سب کے اقوال دیکھے ہیں سب کے دلائل پڑھے ہیں اور بڑی چھان بین کی ہے لہٰذا اپنی ہی سمجھ کی پیروی کرو لیکن اگر وہ مندرجہ بالا سوال کیطرف پلٹ آئے اور کہے کہ میں اپنے امام کو چھوڑ کر اسکے استاد کے قول کو لیتا ہوں تو وہ ہی سوال ہوگا کہ ہوسکتا ہے کہ اس نے بھی دوسرے کے قول کی پیروی کی ہو اسی طرح آخر وہ تابعین رحمہم اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک جا پہنچے گا یعنی اس کا یہ قول ہر طرح سے تضاد و تعارض کا مجموعہ رہے گا کیوں کہ اس صورت میں بھی کہا جائے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی آپس میں اختلاف تھا لہٰذا اب تو قرآن وحدیث کی طرف واپس آجا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۵۹ [1]

یعنی اگر کسی چیز میں تم جھگڑا کرو پس اگر تم اللہ اور قیامت کے دن کو تسلیم کرتے ہو تو اسکو اللہ اور اسکے رسول کیطرف لوٹاؤ یہ بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

ناظرین: اس مضمون سے ظاہر ہوا کہ تقلید کوئی اچھی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ علم وعقل کے بھی منافی ہے یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے بھی اس سے منع کیا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے:

لا یحل لأحد ان یاخذ بقولی مالم یعلم من أین قلت۔ [2]

---

[1] سورۂ نساء:59۔

[2] عین الہدایہ تصنیف از علامہ امیر علی مترجم عالمگیری ج:1 ص:93۔

یعنی جس شخص کو میرے قول کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ میں نے اسے کہاں سے اخذ کیا ہے اور میرا یہ قول کس دلیل کے تحت ہے، اس کے لیئے میرا قول لینا حرام ہے۔

اوپر ذکر ہوا کہ بغیر دلیل کے کسی کے قول کو قبول کرنا تقلید ہے لہٰذا امام صاحب نے اس قسم کے قول کو لینا حرام قرار دیا ہے یعنی سخت الفاظ میں تقلید سے منع کیا ہے۔ علامہ امیر علی مذکورہ عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

کسی کو حلال نہیں کہ میرا قول لے جب تک یہ نہ جانے کہ میں نے کہاں سے کہا ہے۔ پس تقلید سے ممانعت کی اور معرفت دلیل کی جانب ترغیب دی۔

اور فواتح الرحموت میں ہے کہ:

"وعن ائمتنا لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا مالم یعلم من این قلنا ای من ای اصول قلنا وافتینا فإن کان من الخبر فمن ای سند روی وان کان من القیاس فبای علة قیس ویعلم موانع تلك العلة ثم فی النص یعلم ما یتعلق به کذا نقل فی التیسیر عن الشیخ ابی بکر الجصاص الرازی۔"[1]

یعنی ہمارے ائمہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمارے قول پر فتویٰ دینا حلال نہیں ہے جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ ہم نے وہ قول کہاں سے اور کس دلیل کی بنیاد پر کہا ہے یعنی اصولوں میں سے کس اصول کی بنیاد پر فتویٰ ہے۔ اگر کسی حدیث سے ہے تو اس کی سند کیسی ہے، اگر قیاس سے ہے تو کس علت پر قیاس کیا گیا ہے اور اس علت کے موانع وغیرہ بھی معلوم ہوں اور نص کے بارے میں جو امور ہیں ان کا بھی علم ہو شیخ ابو بکر ابی الجصاص الرازی سے تیسیر میں اسی طرح منقول ہے۔

اور امام مالک فرماتے ہیں کہ:

انما انا بشر اخطأ واصیب فانظروا فی رأیي فکل ما وافق الکتاب والسنة

---

[1] فواتح الرحموت ج:2، ص:404۔

خذوہ وکل مالم یوافق الکتاب والسنۃ فاتر کوہ۔[1]
یعنی میں انسان ہوں کبھی مجھ سے خطا ہوتی ہے اور کبھی میں صحیح بات کرتا ہوں لہٰذا میرے قول کو دیکھا کرو اور چیک کیا کرو جو قرآن وحدیث کے موافق ہوا سے لے لیا کرو، جو اسکے مخالف ہو اسے ترک کر دیا کرو۔

جس کا معنی ہے کہ دلیل دیکھنے کا حکم ہے اور اس کے سوا کسی کے قول کو ماننے کی ممانعت ہے ثابت ہوا کہ امام مالک (رحمہ اللہ) نے بھی تقلید سے منع فرمایا ہے دوسری روایت میں فرماتے ہیں:

کان رضی اللہ عنہ یقول ایاکم ورأی الرجال الا أن اجمعو علیہ واتبعوا ما انزل الیکم من ربکم وما جاء عن نبیکم ...الخ[2]
یعنی لوگوں کی رائے سے بچتے رہو، صرف اسی صورت میں قبول کرو کہ جب سب کا اجماع ہو۔ جو تمہارے رب کیطرف سے نازل شدہ ہے یا تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں دیا ہے اسی کی اتباع کرو۔

امام شافعی (رحمہ اللہ) نے بھی تقلید سے منع فرمایا ہے چنانچہ ان کے مشہور شاگرد امام اسماعیل مزنی اپنی مختصر کے آغاز میں لکھتے ہیں کہ:

مع اعلامہ نھیہ عن تقلیدہ و تقلید غیرہ لینظر فیہ لدینہ ویحتاط فیہ لنفسہ۔
یعنی امام شافعی نے اپنی اور دوسرے کی تقلید سے منع فرمایا ہے تاکہ ہر شخص اپنے دین میں سوچ وبچار کر لے اور احتیاط سے کام لے۔ نیز فرماتے ہیں کہ:

ماقلت وکان النبی ﷺ قد قال بخلاف قولی فما صح من حدیث النبی ﷺ اولی ولا تقلدونی۔[3]

---

[1] ایقاظ ھمم اولی الابصار تصنیف از علامہ صالح الفلانیؒ ص:72۔
[2] میزان الکبریٰ تصنیف از عبدالوہاب شعرانی ص:59۔
[3] ایقاظ ھمم اولی الابصار تصنیف از علامہ صالح الفلانی ص:104۔

یعنی میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو صحیح حدیث زیادہ حقدار ہے کہ اسکی پیروی کی جائے اور میری تقلید نہ کی جائے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے بھی تقلید کی ممانعت ثابت ہے۔

وکان الامام احمد یقول لیس لاحد مع اللہ ورسولہ کلام و قال ایضا للرجل لا تقلدنی والا تقلدن مالکا ولا الأوزاعی ولا النخعی ولا غیرھم و خذ الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنۃ انتھی۔[1]

یعنی امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے ساتھ کسی کی بات، کسی شمار میں نہیں ہے۔ اور ایک شخص کو کہا کہ میری تقلید نہ کر نہ مالک کی نہ اوزاعی کی نہ نخعی کی اور نہ ہی کسی اور کی بلکہ قرآن اور حدیث سے مسائل واحکام اخذ کر جہاں سے ان سب نے اخذ کیے۔

اسی طرح کئی علماء حنیفہ نے بھی تقلید کی مذمت کی ہے چنانچہ حنفی مذہب کے امام ابوجعفر طحاوی فرماتے ہیں کہ:

ھل یقلد الا عصی۔[2]

یعنی تقلید تو نافرمان ہی کرتا ہے۔

اور علامہ سرخسی المبسوط میں فرماتے ہیں کہ:

ولو جاز التقلید لکان من مضی من قبل ابی حنیفہ مثلاً الحسن البصری وابراھیم النخعی رحمہ اللہ احری ان یقلدوا۔[3]

یعنی اگر تقلید جائز ہوتی تو امام ابوحنیفہ سے پہلے ائمہ مثلاً حسن بصری اور ابراہیم نخعی اس کے

---

[1] عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید از شاہ ولی اللہ دہلوی ص:32۔

[2] لسان المیزان ج:1 ص:280۔

[3] المبسوط ج:12 ص:28۔

زیادہ حقدار تھے۔

سرخسی صاحب کے اس قول سے ظاہر ہوا کہ تقلید جائز نہیں ہے نیز اسلاف میں یہ رائج نہ تھی۔

اور علامہ زمخشری حنفی اطراق الذہب میں فرماتے ہیں کہ:

ان کان لضلال ام فالتقلید امه۔

یعنی گمراہی کی کوئی ماں یا اصل ہے تو وہ تقلید ہی ہے۔[1]

اس مسئلے کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب تنقیدِ سدید بر رسالہ اجتھاد وتقلید دیکھنی چاہیئے۔

پندرھویں فصل: مال و دولت کی پرستش:

مسلمان کی یہ شان ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی جان اور مال کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھے اور اسی مالک کی مرضی کے مطابق اسے استعمال کرے، کمانے کے جو ذرائع حرام قرار دیئے گئے ہیں ان سے اجتناب کرے۔ مگر جب مال کی محبت انسان پر غالب آتی ہے تو وہ اللہ کی محبت اور اس کے حکم کی محبت سے بڑھ جاتی ہے پھر ایسے شخص کے لیے حرام اور حلال کی تمیز باقی نہیں رہتی پھر ایسا شخص بڑا لالچی ہو جاتا ہے اس کی دوستی اور دشمنی، رضامندی وناراضگی صرف مال کیلیئے ہی ہوتی ہے مال کی محبت اور کمائی کی مشغولیت میں اسکی فرض نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں، جماعت فوت ہو جاتی ہے، یہ اللہ کی شریعت کو بھلا دیتا ہے، مال حاصل کرنے کے لیئے جھوٹ بولتا ہے اور کئی ناجائز حرکتیں کرتا ہے مال کی ہوس میں چوری، ڈاکہ زنی، تجارت میں دھوکہ اور بے ایمانی کرتا ہے حتیٰ کے شرکیہ اعمال مثلاً غیر اللہ کے نام کی چیزیں کھانا گیارہویں، عرس، رجبی کونڈے، مُردوں کے ختم دلانا، مجاوروں کے نذرانے جمع کرنا، الغرض اس سے گناہ، بدعت اور شرکیہ اعمال مال کی محبت کے غلبے کی وجہ سے اس سے صادر ہوتے ہیں۔

[1] اطراق الذہب از زمخشری ص:42۔

اس بارے میں ایک حدیث ذکر کی جاتی ہے کہ:

عن أبي هريرة رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال تعس عبد الدينار وعبد الدرهم وعبد الخميصة إن أعطى رضى وإن لم يعط سخط تعس وانتكس وإذا شيك فلا انتكش طوبى لعبد آخذ بعنان فرسه في سبيل الله أشعث رأسه مغبرة قدماه إن كان في الحراسة كان في الحراسة وإن كان في الساقة كان في الساقة إن استأذن لم يؤذن له وإن شفع لم يشفع ۔[1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہلاک اور برباد ہو جائے جو دینار (سونے کا سکہ) کا غلام ہے اور ہلاک اور برباد ہو وہ شخص جو درھم (چاندی کا سکہ) کا غلام ہے ہلاک اور برباد ہو وہ جو ریشمی اور اونی کپڑوں کا بندہ ہے اسکو (مال) مل جائے تو راضی اور نہ ملے تو ناراض ہو جائے، وہ ہلاک ہو جائے اور اوندھے منہ گر جائے اور اسے کانٹے چبھیں اور نکالے نہ جا سکیں، اور مبارک اور خوشخبری ہے اس شخص کے لیئے جو میدان جہاد میں گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو اسکے بال پراگندہ ہوں پاؤں خاک آلود ہوں اگر اسے چوکیدار رکھا جائے یا لشکر کے پیچھے چھوڑا جائے تو وہ تیار ہو جائے چھٹی مانگے تو چھٹی نہ دی جائے اور کسی کے لیئے سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔

تشریح: یعنی مبارک باد کے لائق ہے وہ شخص جو ہر حال میں اللہ کی راہ میں جہاد کے لیئے کمر بستہ ہو، اگر چہ اسکی بات بھی نہ سنی جاتی ہو، وہ اس شخص سے بہتر ہے جو مال و دولت کی محبت میں اس قدر اندھا اور مست ہو گیا ہے کہ وہ اس کا بندہ بن کر رہ گیا ہے وہ ہلاک اور برباد ہونے والوں میں سے ہے کیونکہ اگر اسے مال ملتا رہے اور تجارت میں نفع ہوتا رہے تو ٹھیک ورنہ وہ الٹے پاؤں پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو۔

---

[1] مشکوۃ المصابیح ص:439، صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر، باب الحراسۃ فی الغزو فی سبیل اللہ، ح:2886، 2887، 6435، سنن ابن ماجہ کتاب الزہد، باب المکثرین، ح:4135، 4136، السنن الکبیر للبیہقی ابواب الجہاد، باب فی فضل الجہاد فی سبیل اللہ ج:9 ص:159، ج:10 ص:245، ح:18279۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪ [1]

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے پر (کھڑے) ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لینے لگتے ہیں اور اگر کوئی آفت آ گئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں، انہوں نے دونوں جہان کا نقصان اٹھالیا۔ واقعی یہ کھلا نقصان ہے۔

تشریح: گویا اس قسم کا بندہ دولت، پیسے اور خزانے کا بندہ بن چکا ہوتا ہے اسکی خوشی اور رضا، مال اور دولت کے لیئے ہوتی ہے اگر اللہ کی عبادت بھی کرتا ہے تو وہ بھی مال و دولت کی خاطر اس کے برعکس ایک فرمانبردار آدمی، آخرت کو ترجیح دیتا ہے وہ اپنے الله مالک اور محبوب رب کو جانتا ہے، جو سات آسمانوں کے اوپر مستوی ہے اسے اللہ کی عبادت سے کوئی چیز روک نہیں سکتی اور اس کے دل میں اللہ کی محبت کے مساوی کسی کی محبت نہیں ہو سکتی، یہی مومنوں کی صفت ہے ۔جیسا کہ فصل 18 میں بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ایسے لوگوں کی صفت اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ㉟ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ㊱ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ㊲ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ㊳ [2]

---

[1] سورۂ حج: 11۔

[2] سورۂ نور: 35-38۔

اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے، لوگوں (کے سمجھانے) کو یہ مثالیں اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔ ان گھروں میں جن کے بلند کرنے، اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔ اس ارادے سے کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلے دے بلکہ اپنے فضل سے اور کچھ زیادتی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے شمار روزیاں دیتا ہے۔

تشریح: اس قرآنی مضمون سے واضح ہوا کہ نیک لوگ وہ ہیں کہ جن کی خواہشات، محنت، معاشی ضرورتیں، تجارت یا دوسری کوئی مشغولیت انہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روک نہیں سکتی کیونکہ وہ مال کے غلام اور بندے نہیں ہیں وہ تو اپنے مالک کے بندے ہیں جو انہیں مال دینے والا روزی و رزق عطاء کرنے والا ہے۔

مگر شاعروں نے یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات کا مذاق اڑایا ہے چنانچہ باہو کا شعر ہے کہ:

نماز پڑھن کم زنانہ روزہ صرف روٹی   مکے مدینے او جاون گھر دے ہوون ٹوٹی

یعنی نماز پڑھنا زنانہ کام ہے اور روزہ رکھنا روٹی کا بچانا ہے۔ حج کے لیئے مکہ و مدینہ وہ جاتے ہیں جو گھر میں بیکار ہوتے ہیں۔

ناظرین: قرآن مجید کی عظیم الشان تعلیمات اور شاعرانہ تخیل کا موازنہ کیجیے، کتنا واضح فرق نظر آرہا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کو ہمت اور مردانگی قرار دے رہا ہے اور یہ شاعر اسے زنانہ اور بزدلی کا عمل کہہ رہے ہیں۔

اب قارئین کے ایمان کا امتحان ہے کہ وہ کسے سچا قرار دیتے ہیں اور کسے جھوٹا، مسلمانوں کے ایمان کا تقاضہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تصدیق کریں اور اسکے مخالف ہر بات کو جھوٹا وگمراہ کن سمجھیں۔ فماذا بعد الحق الا الضلال۔

سولھویں فصل: اپنے نفس کی پرستش:

مومنوں کی یہ شان ہے کہ انکی ہر خواہش، چاہت اور پسند اللہ تعالیٰ کے دین کے لیئے ہوتی ہے، وہ دین جسے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل کیا، وہی انہیں پسند ہے کیونکہ دل اسی کو چاہتا ہے اور اسی سے عمل کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

اس بارے میں ایک حدیث بھی ہے کہ:

عن أبي محمد عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به۔[1]

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک اپنی خواہش کو میرے حکم کے تابع نہ بنالے جو میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے لیکر آیا ہوں۔

تشریح: یعنی ہر مومن پر یہ لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور آپ کی سنتوں سے محبت رکھے ان پر عمل کی چاہت رکھے، ان کے سوا کسی قول یا رائے کو قابل التفات نہ سمجھے بلکہ اپنی خواہش کو شریعت کے تابع بنادے اور اس حکم میں کسی قسم کا شرک نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾[2]

یعنی تمہارے رب کی قسم ہے کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے معاملات میں آپ سے فیصلہ نہ کروائیں اور پھر آپ جو فیصلہ کرلیں، اس بارے میں اپنے دلوں

---

[1] شرح الاربعین النوویہ ص:108، ح:41، جامع العلوم والحکم ج:1 ص:386-387، السنۃ لابن ابی عاصم ج:1، ص:12، وثق رجالہ الحافظ فی الفتح ج:13 ص:289۔

[2] سورۂ نساء:65۔

میں کوئی رنجش یا شک وشبہ بھی نہ لائیں بلکہ اسے پوری طرح مان لیں۔

تشریح: یہ تمام باتیں اسی وقت ہو سکتی ہیں کہ جب بندہ اپنے دل ونفس کو اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے تابع بنا لے لیکن وہ شخص جو ہر حال میں اپنی نفسانی خواہشات کو شریعت پر مقدم کرتا ہے نفس کی ہر بات کو تسلیم کرتا ہے کبھی بھی اپنی خواہش کو روک نہیں سکتا تو گویا اس نے اپنے نفس وخواہش کو اپنا معبود بنا لیا کیونکہ یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ اسکے ہر حکم کو تسلیم کیا جائے اور کسی ایک حکم کو بھی ٹالنے کی کوشش نہ کی جائے لہٰذا اپنے نفس کو یہی مقام دینا اسے الٰہ بنانا ہی تو ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ [1]

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ نے اسے نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا تو پھر کیا آپ اس پر نگہبان بنیں گے؟

تشریح: یعنی وہ اپنی خواہش کا اسقدر تابع ہے کہ اسے پورا کرنے کے لیئے سر توڑ کوشش کرتا ہے اور اپنے نفس کی ہر رائے کا اسیر بن چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح اپنے نفس کی کسی چاہت کو ٹال نہیں سکتا خواہ وہ شریعت کے مخالف ہی کیوں نہ ہو اس کو پورا کرنا ضروری سمجھتا ہے پھر ایسے شخص سے ہدایت کی امید رکھنا فضول ہے، کیونکہ یہ اپنے نفس کا اندھا مقلد بن چکا ہے۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰي عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰي سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰي بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ [2]

یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ نے اس شخص کی طرف نہیں دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو معبود بنا لیا اور اللہ نے اسے گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ کے سوا اسے کون ہدایت دے گا (اے لوگو) کیا پھر بھی

[1] سورۂ فرقان:43۔

[2] سورۂ جاثیہ:23۔

تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

تشریح: ثابت ہوا کہ نفس کی پیروی کرنا اور اسے معبود بنانا ان لوگوں کا کام ہے جن کے دلوں اور کانوں پر اللہ کے غضب کی مہر لگی ہوئی ہے، اور انکی آنکھوں پر پردے ہیں انہی کے حق میں فرمایا گیا ہے:

صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡيٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُونَ ﴿١٨﴾ [1]

یعنی وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں لہٰذا وہ (اپنی غلطی سے) رجوع نہیں کریں گے اور ایسے شخص کی کوئی بھی راہنمائی نہیں کرسکتا جب اس نے اپنے نفس کو اللہ کے حکم پر مقدم کر دیا گویا اس نے اپنے نفس کو معبود بنالیا، ایسے شخص کو ہدایت کہاں سے نصیب ہوگی؟ جس کے لیئے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے دروازے بند کر دیئے ہوں اسے اور کون ہدایت دے سکتا ہے؟

اس کے بعد چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔أخرج ابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم واللالكائي في السنة والبيهقي في الأسماء والصفات عن ابن عباس رضي الله عنهما في الآية أفرأيت من اتخذ إلهه هواه قال: ذالك الكافر اتخذ دينه بغير هدى من الله ولا برهان وأضله الله على علم يقول: أضله الله في سابق علمه۔ [2]

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت (یعنی گذشتہ آیت نمبر 2) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: یہ کافر کی شان ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ دین کو ہدایت وثبوت کے بغیر (اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے) رکھتا ہے اور اللہ کے علم کے مطابق اسکی گمراہی لکھی ہوئی ہے۔

تشریح: یعنی جو شخص اپنے مذہب، دین قرآن وحدیث کو اپنی نفسانی خواہش اور چاہت کے موافق، رائے واقوال کے پیچھے رکھتا ہے گویا اس نے اپنے نفس کو معبود بنالیا اور جس قول کو چاہا

---

[1] سورۂ بقرہ:18۔

[2] درمنثور ج:6،ص:35۔

اسے اپنا دین تصور کر لیا جیسا کہ بعض لوگ اپنے پیروں، اماموں اور پیشواؤں اور ان کے اقوال کو ترک کرنے کے لیئے تیار نہیں ہوتے اگر چہ صریح آیات واحادیث ان کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں، کیوں کہ ان کی نفسانی خواہش ورائے اس طرف ہوتی ہے۔

وعن أنس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه و سلم أنه قال ثلاث كفارات وثلاث درجات وثلاث منجيات وثلاث مهلكات فأما الكفارات فإسباغ الوضوء فی السبرات وانتظار الصلاة بعد الصلاة ونقل الأقدام إلى الجماعات وأما الدرجات فإطعام الطعام وإفشاء السلام والصلاة بالليل والناس نيام وأما المنجيات فالعدل فی الغضب والرضا والقصد فی الفقر والغنى وخشية الله فی السر والعلانية وأما المهلكات فشح مطاع وهوى متبع وإعجاب المرء بنفسه رواه البزار واللفظ له والبيهقي وغيرهما وهو مروی عن جماعة من الصحابة وأسانيده وإن كان لا يسلم شيء منها من مقال فهو بمجموعها حسن إن شاء الله تعالى۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں گناہوں کے لیئے کفارہ ہیں اور تین چیزیں بلندی اور درجات کا سبب ہیں اور تین چیزیں نجات کا سبب ہیں اور تین چیزیں تباہ و برباد کرنے والی ہیں۔

جو اشیاء کفارہ بننے والی ہیں وہ یہ ہیں۔

(1) سردی کے موسم میں وضو کو (اچھی طرح) مکمل کرنا (2) ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار کرنا (3) نماز باجماعت کے لیئے (پیدل) چل کر جانا۔

اور بلندی درجات کا سبب بننے والی تین چیزیں یہ ہیں۔

---

[1] الترغیب والترہیب ج:1 ص:286، معجم طبرانی اوسط ج:6 ص:47، 328، ح:5452، 5754، مسند الشہاب ج:1 ص:215، ح:327، مجمع الزوائد ج:1 ص:90-91، شعب الایمان ج:1 ص:215، ح:326، ج:5، ص:452، ح:7252۔

(1) کھانا کھلانا (2) سلام کی تشہیر کرنا یعنی اسے عام کرنا (3) رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تہجد کا اہتمام کرنا۔

نجات کے ذریعہ والی یہ چیزیں ہیں۔

(1) رضا اور غصہ کی حالت میں انصاف کرنا (2) فقیری اور فراوانی میں میانہ روی اختیار کرنا (3) ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔

تباہ و برباد کرنے والی چیزیں یہ ہیں۔

(1) بخیلی اور کنجوسی جس کا بندہ مطیع بن جائے (2) نفسانی خواہشات اور اپنی رائے کی پیروی کرنا (3) خود پسندی یعنی (اپنی حالت پر فخر کرنا)۔

تشریح: یعنی ہر بات میں اپنی خواہش کی تابعداری اور اپنے نفس کی پیروی، ہلاکت و بربادی کا باعث ہے کیونکہ اس صورت میں دین کے بجائے دولت، آخرت کے بجائے دنیا کی محبت اور چاہت پیدا ہوتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو معمولی سمجھنا اور انہیں ترک کر دینا آسان معلوم ہوتا ہے مگر اپنے پیر، امام و بزرگ کے قول و طریقۂ کار کو چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نفس کے غلبے سے امن میں رکھے (آمین)

سترھویں فصل: فرشتوں کی پرستش:

مشرکوں کا پرانا دستور چلا آرہا ہے کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے (معاذ اللہ) پھر ان کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ جان کر ان کی پوجا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ۝ [1]

یعنی انہوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بنا دیا (حالانکہ) وہ اللہ کے بندے ہیں کیا وہ انکی

---

[1] سورۂ زخرف:19۔

پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ عنقریب ان کی یہ گواہی لکھ دی جائے گی اور قیامت کے دن اس بارے میں ان سے پوچھا جائے گا۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝[1]

یعنی جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور وہ سخت غمگین ہو جاتا گویا اسے کسی بری چیز کی خبر دی گئی اس بری خبر کی وجہ سے وہ قوم سے چھپتا پھرتا اور (اس فکر میں رہتا کہ) ذلت کی اس حالت میں اپنی بیٹی کو رکھے یا اسے زندہ درگور کر دے، خبر دار یہ جو فیصلہ کرتے بہت برا ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝[2]

اور کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے لیئے اولاد بنائی ہے حالانکہ وہ پاک ہے بلکہ فرشتے تو اللہ کے با عزت بندے ہیں بات کرنے میں اس سے پہل نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم کے موجب چلتے رہتے ہیں جو انکے پہلے اور جو ان کے بعد ہیں اسے اللہ جانتا ہے اور اللہ جس سے راضی ہو جائے اسکے علاوہ کسی اور کے لیئے سفارش نہیں کرتے اور وہ اس کے خوف سے کانپتے ہیں اور ان میں سے جو یہ کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں اسے ہم جہنم میں سزا دینگے ظالموں کو ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں۔

تشریح: ان آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان بلند اور پاک ہے با عزت فرشتے

---

[1] سورۂ نحل: 58-59۔

[2] سورۂ انبیاء: 26-29۔

اس کے بندے ہیں اوراس کے حکم کے منتظر ہیں ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں معبود ہوں یا (معاذ اللہ) میں اللہ کی اولاد ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انکے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ اگر ان میں سے کسی نے یہ بات کہی تو اس کی سزا جہنم ہے۔ اس کے باوجود مشرک ان کی پوجا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی رشتے داری کی نسبت کرتے ہیں اور نام نہاد مسلمان تعویذ لکھتے ہیں جن میں فرشتوں کو پکارتے ہیں مثلاً یا جبرائیل، یا میکائیل یا اسرافیل یا عزرائیل بلکہ مولوی عبدالعزیز پڑھیاری ملتانی کی کتاب (السر المکتوم) میں اسطرح تعویذ مکتوب ہے۔

"عزمت علیکم واقسمت علیکم بحق ربنا وربکم یا شیدائیل یا شیحائیل یا شیطائیل یا سکدائیل یا شنائیل افعلوا کك الخ۔[1]

اسی طرح چور پکڑنے کے لیئے لوٹا پھیرتے ہیں اور پرچیوں پر مذکورہ عبادت لکھ کر وہ پرچیاں اس لوٹے میں ڈالتے ہیں اور گھماتے ہیں اور اس طرح چور کا نام نکالتے ہیں جس سے کئی قسم کے فتنے پیدا ہوتے ہیں جبکہ یہ فرشتے اللہ کے بندے، قطعاً راضی نہیں کہ ان کی عبادت کی جائے بلکہ قیامت کے دن ان سے اظہار نفرت کرینگے جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۚ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُونَ ۝[2]

یعنی اور جس دن اللہ تعالیٰ سب کو جمع کریگا، فرشتوں سے کہے گا کہ یہ لوگ وہ ہیں جو تمہاری پوجا کرتے تھے؟ فرشتے کہیں گے تو پاک ہے تیری ذات پاک ہے تو ہی ہمارا ولی ہے ہمارا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ یہ تو جنوں کی پوجا کرتے تھے کہ ان میں سے اکثر انہی کو مانتے تھے۔

---

[1] السر المکتوم ص:47۔

[2] سورۃ سباء:40-41۔

تشریح: ثابت ہوا کہ فرشتوں کی پوجا بھی شرک میں داخل ہے اور فرشتے اپنے پجاریوں سے بیزار ہیں اور قیامت کے دن ان لوگوں کو جھٹلا دینگے جو ان سے کسی مشکل کشائی یا حاجت روائی کی امید رکھتے ہیں بلکہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شیطان کی پوجا ہے کیونکہ شیطان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے فرشتوں کی پوجا کی گئی اور وہ اسپر خوش نہ تھے لہٰذا یہ شیطان کی پوجا ہے جیسا کہ فصل 1 میں گذر چکا۔

اٹھارویں فصل: ارادے اور مشیت میں شرک

اللہ تعالیٰ کی مشیت اور چاہت کے بغیر نہ کوئی چیز ہوئی اور نہ آئندہ ہوسکے گی نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو یہ دعا سکھلائی کہ:

سبحان اللہ وبحمدہ ولا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن اعلم أن اللہ علی کل شئ قدیر وأن اللہ قد احاط بکل شئ علماً.

یعنی اللہ کے لیئے بادشاہی اور حمد ہے اس کے سوا کوئی بھی طاقت فائدہ نہیں دے سکتی جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جسے نہ چاہے وہ نہیں ہوسکتا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کو اس کا علم گھیرے ہوئے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صبح کو یہ دعا پڑھی تو شام تک اور جس نے شام کو یہ دعا پڑھی صبح تک اسکی حفاظت کی جائے گی۔[1]

تشریح: لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ جب وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو ان شاء اللہ (اگر اللہ چاہے) کہے جیسا کہ فرمان ہے کہ:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾[2]

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، ج:2، ص:206، ح:5057۔

[2] سورۂ کہف:23-24۔

اور ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا۔ مگر ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ لینا۔ اور جب بھی بھولے، اپنے پروردگار کی یاد کرلیا کرنا اور کہتے رہنا کہ مجھے پوری امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کے قریب کی بات کی رہبری کرے۔

تشریح: حدیث اور آیت نے واضح کردیا کہ جس بات میں اللہ تعالیٰ کی چاہت اور مشیئت نہ ہوگی وہ نہیں ہوسکتی۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ارادے، چاہت اور مشیئت میں کسی دوسری مخلوق کو شامل کرنا شرک ہے۔

اس بارے میں چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

۱۔ عن قتيلة امرأة من جهينة أن يهوديا أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال إنكم تنددون وإنكم تشركون تقولون ما شاء الله وشئت وتقولون والكعبة فأمرهم النبي صلى الله عليه وسلم إذا أرادوا أن يحلفوا أن يقولوا ورب الكعبة ويقول احد ما شاء الله ثم شئت.[1]

قتیلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمانوں سے کہا کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو کہ تم کہتے ہو کہ جو اللہ چاہیے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں اور تم کعبہ کی قسم اٹھاتے ہو، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ کعبے کی نہیں بلکہ کعبہ کے رب کی قسم اٹھایا کرو اور یوں کہا کرو کہ جو اکیلا اللہ چاہے اور پھر جو آپ چاہیں۔

تشریح: غیر اللہ کی قسم اٹھانا بھی شرک ہے جیسا کہ باب نمبر 10 فصل ایک میں بیان ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

باقی مشیئت اور چاہت میں کسی مخلوق کو شامل کرنا مثلاً اللہ اور اس کے رسول کی مرضی یا بزرگ کی مرضی اور بعض کہتے ہیں کہ جیسے اللہ نے اور دادے نے چاہا، یہ سب شرکیہ اعمال ہیں،

---

[1] سنن نسائی کتاب الایمان والنذور، باب الحلف بالکعبۃ، ج:2، ص:122، ح:3713، مستدرک حاکم ج:4، ص:331، ح:7815، مسند احمد ج:6، ص:371، ح:27138، سنن ابن ماجہ کتاب الکفارات، باب النہی ان یقال ما شاء اللہ وشئت، ح:2117۔

بلکہ اگر کسی کام کے بارے میں کہنا ہو کہ جیسے آپ کی مرضی تب بھی اللہ کے نام کے ساتھ نہیں ملانا چاہیے اور نہ اس کی چاہت میں شریک بنائے بلکہ یوں کہے کہ جیسے ایک اللہ نے چاہا اس کے بعد تمہاری یا کسی اور کی مرضی۔

۲۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رجلا قال للنبی ﷺ ماشاء اللہ و شئت قال اجعلتنی للہ نداً بل ما شاء اللہ وحدہ۔[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ جس طرح اللہ نے چاہا اور آپ نے چاہا آپ نے فرمایا کیا تم نے مجھے اللہ کا شریک بنایا ہے بلکہ جس طرح ایک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

تشریح: یہ حدیث مسند احمد ج 1 ص 283 میں بھی ہے اسمیں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جعلتنی للہ عدلا بل ماشاءاللہ وحدہ

یعنی تو نے مجھے اللہ کے برابر کر دیا بلکہ جو ایک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

معلوم ہوا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی مرضی کیساتھ کسی اور کی مرضی شامل کرنا بھی شرک ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیئے۔

۳۔ عن حذیفۃ بن الیمان ان رجلا من المسلمین رأی فی النوم انه لقی رجلا من اهل الکتاب فقال نعم القوم انتم لو لا انتم تشرکون تقولون ما شاء اللہ وشاء محمد وذکر ذالك للنبی ﷺ فقال اما واللہ ان کنت لاعرفها لکم قولوا ما شاء اللہ ثم شاء محمد۔[2]

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی شخص نے خواب

---

[1] فتح المجید شرح کتاب التوحید ص: 420، السنن الکبریٰ للنسائی ج:6 ص:245، ح:10825۔

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الکفارات، باب النہی ان یقال ما شاء اللہ وشئت، ح:2118، صحیح ابن حبان ج:13 ص: 32-33، ح: 5725، السنن الکبریٰ للنسائی ج: 6، ص: 244، ح: 10820، مسند احمد ج: 5، ص: 72، ح:20813، ج:5، ص:393، ح:23387۔

میں دیکھا کہ اسکی ملاقات اہل کتاب میں سے کسی شخص سے ہوئی جس نے کہا کہ تم بہت اچھی قوم ہو لیکن اگر اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو، تم کہتے ہو کہ جیسے اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا، اس نے خواب کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ نے فرمایا کہ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ بڑے گناہ جیسی بات ہے، تم یوں کہا کرو جیسے اللہ نے چاہا اور پھر جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ کے ارادے مشیئت اور چاہت میں کوئی بھی شریک نہیں ہے مشیئت اور ارادہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس میں کس دوسرے کو ملانا شرک ہے کیونکہ کسی مخلوق کی چاہت اللہ تعالیٰ کی چاہت کے بغیر نہیں ہو سکتی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٩﴾ [1]

یعنی جہانوں کے رب کی چاہت کے بغیر تم کوئی چاہت نہیں کر سکتے۔

خلاصہ: ان آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ جاہل لوگوں کا اس طرح کہنا بالکل غلط ہے کہ فلاں پیر یا بزرگ نے اللہ کے ارادے کو ختم یا تبدیل کر دیا حالانکہ اللہ کے ارادے کو کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿١١﴾ [2]

قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٣٨﴾ [3]

اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو ٹالنے کی کوئی بھی صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی اللہ کے سوا کوئی مددگار ہے۔ آپ کہہ دیں (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سوا تم جن کو پکارتے ہو انہیں دیکھو اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہتا ہے تو کیا یہ اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟

---

[1] سورۂ تکویر: 29۔

[2] سورۂ رعد: 11۔

[3] سورۂ زمر: 38۔

یا وہ میرے ساتھ کوئی بھلائی چاہے تو کیا ان کے یہ معبود اس بھلائی کو روک سکتے ہیں؟ یعنی اس بات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں، پھر آپ انہیں کہیں کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے توکل کرنے والوں کو اسی پر توکل کرنا چاہیئے۔

الغرض: تمام باتیں اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے ساتھ ہوتی ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات میں یہی بات بتلائی گئی ہے:

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ[1]

یعنی جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے عذاب دے۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ[2]

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وافر رزق عطا کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾[3]

(اے پیغمبر) آپ کہیں کہ اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے بادشاہی عطا کرے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جسے چاہے عزت عطا کرے اور جسے چاہے ذلیل کر دے، تمام بھلائیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں کیونکہ تو ہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾[4]

اللہ جس کے لیئے چاہے اس کی طرف مہربانی کیساتھ رجوع کرے اور اللہ جاننے والا اور

---

[1] سورۂ آل عمران:129۔
[2] سورۂ عنکبوت:62۔
[3] سورۂ آل عمران:26۔
[4] سورۂ توبہ:15۔

حکمت والا ہے۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ [1]

اللہ جسے چاہے اسے حکمت عطا کرے۔

يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۚ [2]

جس قدر چاہے اتنا رزق نازل فرمائے۔

مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۚ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۹ [3]

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝۴۹ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۵۰ [4]

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی خاص اللہ تعالیٰ کی ہے جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے جسے چاہے اسے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے بیٹوں سے نوازتا ہے یا انہیں بیٹے اور بیٹیاں ساتھ عنایت فرماتا ہے، اور جسکو چاہتا ہے اسے بانجھ اور بے اولاد کر دیتا ہے، بلاشبہ وہی جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ [5]

اللہ جسے چاہے اسے اپنے نور کے ساتھ سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۱۳ [6]

---

[1] سورۂ بقرہ:229۔

[2] سورۂ شوریٰ:27۔

[3] سورۂ انعام:39۔

[4] سورۂ شوریٰ:49-50۔

[5] سورۂ نور:35۔

[6] سورۂ آل عمران:13۔

اور جسے چاہے اسے اپنی مدد کے ساتھ قوت عطا کر دیتا ہے اس میں آنکھوں والوں کے لیے عبرت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩ (١٨) [1]

بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

خلاصہ: ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر کام اور ہر بات خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ظاہر ہو یا پوشیدہ، ایک اللہ تعالیٰ کی مرضی کیساتھ ہوتی ہے اس میں کسی دوسری مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ مخلوق کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کے ارادے کا دخل ہوتا ہے، اسکی مرضی کے بغیر کسی کی کوئی کوشش سودمند ثابت نہ ہوگی اور نہ کسی کی محنت کامیاب ہوگی مثلاً کھیتی باڑی، محنت ومزدوری کسان کرتا ہے زمین میں ہل چلا کر صفائی وغیرہ کر کے اس کے حصے بنا کر اچھا بیج بوتا ہے اور پانی کی نگرانی کرتا ہے اور بقدر ضرورت کھیتی کو پانی دیتا، گھاس وغیرہ صاف کرتا اور موذی جانوروں سے فصل بچاتا ہے لیکن اب اللہ کی مرضی ہے کہ چاہے تو اس زمین وفصل کو برباد کر دے جیسا کہ اسکا ارشاد ہے۔

لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ (٦٥) إِنَّا لَمُغْرَمُونَ (٦٦) بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ (٦٧) [2]

اگر ہم چاہیں تو اس (فصل) کو برباد کر دیں اور تم حیران ہو جاؤ اور یہ کہتے پھرو کہ ہم تو نقصان میں پڑ گئے بلکہ ہم تو محروم ہو گئے۔

اسطرح پانی کتنی قیمتی اور ضروری چیز ہے کتنی محنت ومشقت کیساتھ کنویں کھود کر نکالا جاتا ہے اور کتنا خرچہ کر کے پمپ موٹر وغیرہ لگائے جاتے ہیں مگر اللہ چاہے تو اس پانی کو کڑوا بنا دے اور تمام محنتیں اور مشقتیں برباد ہو کر رہ جائیں لہٰذا اسی سورت میں ارشاد فرمایا کہ:

لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ (٧٠) [3]

---

[1] سورۃ حج:18۔

[2] سورۃ واقعہ:65-67۔

[3] سورۃ واقعہ:70۔

اگر ہم چاہیں اس پانی کو کڑوا کر دیں پھر کیوں نہیں تم شکر کرتے۔

لہٰذا اللہ کے ارادے چاہت اور مشیت میں کوئی بھی شریک نہیں ہے اور نہ ہی کوئی دخل اندازی کر سکتا ہے، رب العالمین کی کسی بھی صفت میں کسی مخلوق کو شامل کرنا شرک اور حرام ہے۔

انیسویں فصل: محبت میں شرک:

اللہ تعالیٰ کی محبت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾ [1]

یعنی لوگوں میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہیں (وہ اس طرح) کہ ان کے ساتھ اس طرح کی محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کرنی چاہیئے اور جو ایمان والے ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتے ہیں (یعنی اس کے ساتھ محبت میں کسی کو شریک نہیں کرتے) اور ایسے ظالم جب عذاب کو دیکھیں گے تو جان لیں گے کہ پوری قوت تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

تشریح: غیر اللہ، انبیاء، واولیاء کو پکارنے والے عموماً یہی عذر پیش کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوجا نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں مشکل کشا تصور کرتے ہیں بلکہ صرف محبت میں ان کو پکارتے ہیں، یہ بھی شرک ہے کیونکہ اس قسم کی محبت صرف اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے، لیکن کئی مرید اپنے پیروں کی محبت میں اتنے گرفتار ہوتے ہیں کہ ان کی تعظیم، اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی طرح کرتے ہیں، ان کے سامنے گردن جھکاتے سجدے کرتے اور ان کی ہر بات شریعت سمجھتے ہیں اور ان کی محبت میں اس قدر اندھے اور فنا ہوتے ہیں کہ ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کے پیرو بزرگ سو میل دور سے بھی پکار سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ اپنے فقہاء وائمہ کی اتباع

---

[1] سورۃ بقرہ:165۔

کو واجب تصور کرتے ہیں۔

حالانکہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح کی محبت رکھے اور یہ مومنوں کی شان ہے کہ انہیں سب سے زیادہ محبت اپنے خالق حقیقی سے ہوتی ہے وہ اس کی تعظیم میں کسی مخلوق کو شریک نہیں کرتے۔

حافظ ابن قیم مدارج السالکین ج 3 ص 13-14 میں فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ جس شخص نے کسی مخلوق سے اللہ تعالیٰ کی طرح محبت کی، تو اس نے اسے اللہ کے ساتھ شریک بنالیا اور یہ شرک خالقیت اور ربوبیت میں نہیں ہے بلکہ یہ شرک خاص تعظیم اور محبت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمت اس لیے کی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی طرح ایسی محبت کو اللہ تعالیٰ کے لیئے خالص نہیں کیا بلکہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس محبت پکارنے اور جھکنے میں برابر کردیا۔ قیامت کے دن یہ لوگ اپنی گمراہی کا اقرار کرینگے اور اپنے ان محبوبوں کو جنکو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا تھا، کہیں گے کہ:

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۸﴾ [1]

اللہ کی قسم بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ ہم نے تمہیں جہانوں کے رب کے برابر کیا۔

ظاہر ہے کہ انہوں نے محبوبوں اور درگاہوں کو اللہ تعالیٰ کیساتھ خالقیت یا ربوبیت میں تو برابر نہیں کیا تھا بلکہ انہیں تعظیم اور محبت ہی میں برابر سمجھا تھا۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی خالص محبت نصیب فرمائے، (آمین)

بیسویں فصل: خوف اور امید کے بیان میں

مؤمن کا ایمان بین الرجاء والخوف (امید وخوف کے مابین) ہوتا ہے، ایک طرف وہ اللہ سے ڈرتا رہتا ہے کہیں اس کی نافرمانی سرزد نہ ہو جائے، اور دوسری طرف اپنی تمام مشکلات کے بارے میں ایک اللہ تعالیٰ پہ امید رکھتا ہے۔ اور ہمیں یہی حکم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

---

[1] سورۂ شعراء: 97-98۔

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ [۱]

اور پکارو اس کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے، بلاشبہ اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔

یہی طریقہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تھا جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ [۲]

اور وہ (انبیاء کرام علیہم السلام) نیکیوں میں سبقت لے جانے والے تھے اور امید رکھتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے ہمیں پکارتے تھے اور وہ ہم سے ڈرنے والے تھے۔

نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو جانا مسلمان کا عمل نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ [۳]

کیا پھر یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ کہ خسارہ اٹھانے والوں کے سوا کوئی دوسرا اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتا۔

اسی طرح یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ناامید کافر ہی ہوتے ہیں فرمان الٰہی ہے کہ:

اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ [۴]

یعنی بلاشبہ اللہ کی رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی ناامید نہیں ہوتا۔

---

[۱] سورۂ اعراف:56۔
[۲] سورۂ انبیاء:90۔
[۳] سورۂ اعراف:99۔
[۴] سورۂ یوسف:87۔

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ ۝[1]

(ابراہیم علیہ السلام نے کہا) کہ اپنے رب کی رحمت سے گمراہ لوگوں کے سوا کوئی ناامید نہیں ہوتا۔

تشریح: یعنی مؤمن ہمیشہ اپنے رب سے ڈرتا رہتا ہے کہ مجھ سے ایسا گناہ سرزد نہ ہوجائے جو اللہ کے غضب کا باعث بنے لہٰذا وہ ہمیشہ اسکا خیال کرتا رہتا ہے کہ میرا مالک جل شانہ مجھ سے راضی رہے، پھر خواہ پوری مخلوق ناراض ہوجائے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ پر اتنا یقین اور پختہ امید ہوتی ہے کہ میں خواہ کتنا ہی گنہگار رہوں لیکن میرا مالک بڑا مہربان، گناہ معاف کرنے والا اور بھاری بوجھ ہلکے کرنے والا ہے لہٰذا میں جب بھی اس کے در پر جاؤنگا تو وہ مجھے کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹائے گا، چنانچہ ذکریا علیہ السلام کی دعا ہے کہ:

وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَاۗىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝[2]

اے میرے رب میں کبھی بھی تجھے پکارنے سے ناامید نہیں ہوا۔

لہٰذا ایک مؤمن اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین ہونے کی وجہ سے اسکے علاوہ کسی اور کے در پر نہیں جاتا، شیطان سب سے پہلے انسان کو اللہ تعالیٰ سے ناامید بناتا ہے اور پھر دوسرے دروازوں پر لے جاتا ہے اور دوسری طرف اسے اللہ سے بے خوف کردیتا ہے اور پیروں، بزرگوں، قبروں اور درگاہوں سے ڈراتا ہے اور ان کی حاضریاں بھرواتا ہے اس لیے عام پوجاریوں کا یہ حال ہے کہ وہ درگاہوں، قبروں، مزارات کی کھڑکیوں، دروازوں بلکہ چاردیواریوں اور اس کی حدود میں واقع درختوں سے بھی ڈرتے ہیں، ان کے خوف کی وجہ سے درختوں کو کاٹتے بھی نہیں ہیں بلکہ ان سے مسواک تک نہیں توڑتے کہیں پیر صاحب ٹانگ، ہاتھ یا منہ نہ توڑ کر رکھ دے۔ حالانکہ یہ تمام درخت اور دوسری اشیاء اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیئے پیدا کی ہیں کہ ہم ان سے فائدہ حاصل کریں۔

پھر سوچنا چاہئے کہ جب رب العٰلمین الحی القوم جل شانہ نے یہ سب چیزیں ہمارے

---

[1] سورۃ حجر:56۔

[2] سورۃ مریم:4۔

لیئے پیدا کی ہیں ہمیں ان سے استفادہ کرنے سے وہ مُردے جو اپنی جان کے بھی مالک نہیں کیونکر روک سکتے ہیں یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ شیطان نے انسان کو کس قدر گمراہ کر رکھا ہے کہ ایک طرف اس قدر خوف میں مبتلا کر رکھا ہے اور دوسری طرف ان کے دل پر یہ اعتقاد القاء کرتا ہے کہ ان درختوں میں برکت اور شفاء ہے لہٰذا لوگ انکے پتے اور چھلکے اتار کر اپنی گردنوں میں ڈالتے ہیں، اس وقت انہیں یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ پتے یا چھلکے اتارنے سے پیر صاحب ہماری گردن توڑ کر نہ رکھ دے، اسطرح شیطان لوگوں کو بے وقوف بنا کر ان سے بڑا کھیل کھیل رہا ہے۔

حالانکہ انبیاء کرام کو دیکھیں کہ انہوں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرایا ہے نہ کہ اپنی ذات سے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ:

نوح، ھود، صالح، لوط اور شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس طرح سمجھایا کہ

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۷۹﴾ [1]

یعنی اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

اور اللہ نے بھی کبھی اپنے کسی ولی سے نہیں ڈرایا بلکہ صرف اپنی ذات سے ڈرایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ [2]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرما چکا ہے کہ دو معبود نہ بناؤ۔ معبود تو صرف وہی اکیلا ہے، پس تم سب صرف میرا ہی ڈر خوف رکھو۔ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور اسی کی عبادت ہے، کیا پھر تم اس کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو؟

---

[1] سورۂ شعراء: 108، 110، 131، 144، 150، 179۔

[2] سورۂ نحل: 51-52۔

اس کے برعکس شیطان، لوگوں کو اپنے اولیاء سے ڈراتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝[1]

یہی شیطان جو تمہیں اپنے اولیاء سے ڈراتا ہے لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو بلکہ اگر مؤمن ہو تو مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

تشریح: اس آیت کی تفسیر میں اسلاف سے دو معنی منقول ہیں۔

(1) کہ شیطان اپنے اولیاء سے ڈراتا ہے (جیسا کہ ترجمہ میں مذکور ہے) ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنھم اور قتادہ، مجاہد، سالم الافطس ابو مالک، عکرمہ، ابن اسحاق اور ابراہیم نخعی سے یہی منقول ہے۔

(2) اور دوسرا معنی یہ ہے کہ شیطان اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے جیسا کہ حسن بصری اور سدی سے مروی ہے، (تفسیر ابن جریر ج 4 ص 184-183، درمنثور ج 2 ص 104)، جبکہ عام مفسرین یہ دونوں اقوال نقل کرتے ہیں، جیسا کہ ابن جریر (صفحہ مذکورہ) میں اور قرطبی ج 4 ص 282 اور الکشاف ج 1 ص 443 وغیرہ۔ صاحب روح المعانی ج 4 ص 115 میں پہلے قول کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اکثر مفسرین کا یہی موقف ہے جبکہ استاد زجاج اور ابو علی کا بھی یہی قول ہے اور آیت کا اگلا حصہ بھی اسی کی تائید کر رہا ہے یعنی **ولا تخافوھم** کہ ان سے نہ ڈرو جن سے تمہیں شیطان ڈراتا ہے، اس قول کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اپنے اولیاء سے ڈرا کر لوگوں کو انکا پوجاری اور زیرِ دست بناتا ہے جیسا کہ آج کل لوگوں کے دلوں میں مُردوں کا خوف و حراس سمایا ہوا ہے، یہ دراصل شیطان کی شرارت ہے، دوسرے قول کے مطابق شیطان صرف اپنے دوستوں کو ڈرا سکتا ہے اور انکو شرک اور دوسری بیماریوں میں مبتلا کر سکتا ہے مگر جو خالص مؤمن ہیں وہ کبھی بھی اس کے ڈرانے اور اس کی دھمکیوں کا شکار نہیں ہوتے۔

---

[1] سورۃ آل عمران: 175۔

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ مومن کو شیطان یا جن سے ڈرایا جا رہا ہے لہذا انسے ان سے ہرگز ڈرنا نہیں چاہیئے بلکہ اسے چاہیئے کہ وہ ایک اللہ سے ڈرے اور شیطان کے اس وہم سے بھی بچنا چاہیے کہ دوسروں سے امیدیں اور آرزوئیں دلا کر، گمراہ کر کے ان کی درگاہوں پر لے جاتا ہے۔

الحاصل: بظاہر کئی چیزوں سے خوف محسوس ہوتا ہے مثلاً دشمنوں، چوروں یا درندوں وغیرہ سے مگر وہاں وہ خوف مراد نہیں ہے جو انسان کو کسی کا بندہ یا غلام بنا دے اس قسم کا خوف یا امید صرف اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہے اس میں کسی اور کو شامل کرنا شرکیہ عمل ہے۔

دسواں باب
عادت کے طور پر کیے جانے والے
شرکیہ اعمال

دسواں باب

عادت کے طور پر کیے جانے والے شرکیہ اعمال

عموماً لوگوں میں ایسی عادات مروج ہیں جنہیں وہ کوئی اہمیت نہیں دیتے لیکن حقیقت میں وہ شرک تک جا پہنچتی ہیں مثلاً گذشتہ باب نمبر ۹ فصل نمبر ۱۸ میں مشیئت کے بیان میں گذرا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی چاہت کیساتھ دوسروں کی چاہت شامل کرتے ہیں یہ عادت کے طور پر کیا جانے والا شرک ہے۔ فصل نمبر ۱۹ میں بیان ہوا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور یا رسول اللہ، یا علی اور یا عبدالقادر جیلانی وغیرہ پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے بلکہ انہیں محبت سے پکارتے ہیں یہ بھی عادت میں پایا جانے والا شرک ہے اور اس کی پوری طرح تردید کی گئی۔ اس باب میں اٹھارہ فصل ہیں۔

پہلی فصل: غیر اللہ کی قسم اٹھانا

عام طور پر لوگوں کی یہ عادت ہے کہ وہ غیر اللہ کی قسمیں اٹھاتے رہتے ہیں مثلاً رسول اللہ ﷺ کی قسم، پیروں، بزرگوں، درگاہوں، زندوں، مردوں، قبوں، مسجدوں یا کعبۃ اللہ کی قسم، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی بھی قسم اٹھانا شرک ہے۔ اس کے بارے میں چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

۱۔ عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال ان الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم من كان حالفا فليحلف بالله أو ليصمت۔ [1]

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں آباؤ اجداد کی قسمیں اٹھانے سے منع فرمایا ہے تو جس کو قسم اٹھانی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے ورنہ خاموش رہے۔

---

[1] صحیح بخاری ح:1936، صحیح مسلم ح:1111۔

۲۔ عن عبدالرحمن بن سمرة قال قال رسول الله ﷺ لا تحلفوا بالطواغي ولا بآبائكم۔

یعنی عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طواغیت (جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجا کی جاتی ہے) کی قسم نہ اٹھاؤ اور نہ اپنے آباؤاجداد کی قسمیں اٹھاؤ۔

۳۔ عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال من حلف فقال فی حلفه باللات والعزی فليقل لا إله إلا الله ومن قال لصاحبه تعال اقامرك فليتصدق۔

یعنی ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لات اور عزیٰ کی قسم اٹھائی وہ "لا إله الا الله" کہے اور جس نے کسی شخص سے کہا آؤ جوا کھیلیں تو وہ (اس بات کے کفارہ میں) صدقہ وخیرات کرے۔

تشریح: لات ایک بزرگ کا نام تھا جو حاجیوں کی خدمت کرتا اور انہیں ستو بنا کر پلاتا تھا جیسا کہ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: أفرأیتم اللات والعزی حدیث نمبر ۴۸۵۹ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ مشرک اس کی پوجا کرتے تھے، فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیرہ بن شعبہ اور ابوسفیان صخر بن حرب کو طائف بھیجا، جنہوں نے شرک کے اس اڈے کو مسمار کر کے اس کی جگہ مسجد تعمیر کر دی اور عزیٰ ایک مشہور عورت تھی وہ لوگ اس کی بھی درگاہ تعمیر کر کے پوجا کر رہے تھے۔

السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب التفسیر سورۂ نجم، حدیث ۱۱۵۴۷ میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس طرف بھیجا جب وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ کھجور کے باغ کے درمیان ایک گھر تعمیر تھا انہوں نے اسے گرایا اور درخت کاٹ دیئے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی اطلاع کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تک تو تم نے کوئی کام نہیں کیا ہے، واپس جا کر عزیٰ کو ختم کرو وہ جب وہاں پہنچے تو مجاور، یا عزیٰ، یا عزیٰ کے نعرے لگانے لگے خالد رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور وہاں ایک برہنہ عورت نظر آئی اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور اپنے سر میں مٹی ڈال رہی تھی انہوں نے اسے تلوار سے قتل کر دیا پھر آ کر رسول اللہ

ﷺ کو بتلایا آپ ﷺ نے فرمایا یہ عزیٰ تھی۔[1]

الغرض یہ کہ ان کی قسم اٹھانا حرام ہے، لہٰذا جس شخص نے غلطی یا سبقت لسانی کی وجہ سے قسم اٹھالی تو یہ اس سے شرک سرزد ہوا ہے اسی لئے ایسے شخص کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ وہ بطورِ توبہ کلمہ توحید پڑھ لے۔ اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوا کہ کسی پیر یا بزرگ کی قسم اٹھانا شرک ہے جس سے ایسی غلطی ہو جائے تو وہ توبہ کرے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے۔

۴۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تحلفوا بآبائکم ولا بامھاتکم ولا بالأنداد ولا تحلفوا باللہ الا وانتم صادقون۔

ترجمہ: ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے باپ اور ماؤں کی قسمیں نہ اٹھاؤ اور نہ کسی دوسرے شریک کی قسم اٹھاؤ اور اللہ کی قسم (بھی) صرف اسی حالت میں اٹھاؤ کہ جب تم سچے ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا گیا ہے ان کی قسم اٹھانا بھی شرک ہے۔ کئی لوگ فرشتوں کی پوجا کرتے ہیں، کئی انبیاء، اولیاء، پیروں، درگاہوں، بزرگوں اور قبروں وغیرہ کو پوجتے ہیں یہ حدیث ان سب کی قسم اٹھانے سے روکتی ہے۔ معلوم ہوا اللہ کے علاوہ کسی کی بھی قسم اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔

۵۔ عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من حلف بغیر اللہ فقد کفر أو أشرك۔

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم اٹھائی تو اس نے کفر یا شرک کا ارتکاب کیا۔

تشریح: اگرچہ لوگ پیروں اور بزرگوں کی قسم اٹھاتے وقت کوئی پرواہ نہیں کرتے لیکن اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم اٹھانا کفریہ وشرکیہ عمل ہے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج:4، ص:253-254۔

فائدہ: مندرجہ بالا پانچوں احادیث مشکوۃ صفحہ ۲۹۶ سے نقل کی گئی ہیں۔

۶۔ عن مصعب بن سعد عن ابیه قال کنا نذکر بعض الامر وانا حدیث عهد بالجاهلية فحلفت باللات والعزى فقال لى أصحاب رسول الله ﷺ بئس ماقلت إيت رسول الله ﷺ فأخبره فإنا لانراك الا قد كفرت فأتيته فأخبرته فقال لى قل لاإله إلا الله وحده لاشريك له ثلاث مرات وتعوذ بالله من الشيطان ثلاث مرات واتفل عن يسارك ثلاث مرات ولا تعد له۔[1]

یعنی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم نئے مسلمان ہوئے اور ابھی ہم پر جاہلیت کا اثر باقی تھا کہ ایک دفعہ میری زبان سے لات وعزیٰ کی قسم نکل گئی تو مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ تم نے یہ برا جملہ کہا ہے اب جا کر رسول اللہ ﷺ کو بتاؤ کیونکہ ہمارے خیال میں تم نے کفریہ بات کی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر پوری بات بتلائی آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس طرح (توبہ کرو کہ) تین مرتبہ کہو (لاإله الا الله وحده لاشريك له) اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے" اور تین مرتبہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو اور تین مرتبہ بائیں جانب تھتھکارو اور دوبارہ کبھی بھی ایسا عمل نہ کرنا۔

تشریح: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، ان سے ایسی غلطی پر بڑی سختی کی گئی تو پھر وہ لوگ جو پیروں اور بزرگوں کی قسمیں اٹھاتے رہتے ہیں، ان کا کیا حال ہوگا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانا جاہلیت کی عادت اور کافرانہ اور مشرکانہ عمل ہے ایسی حرکت سرزد ہونے کے بعد توبہ کرنا اور کلمہ توحید پڑھنا ضروری ہے۔

ناظرین: قسم اٹھانے کا مطلب کسی کو گواہ بنانا ہے یعنی جب کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ کی قسم میں نے یہ کام نہیں کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ گواہ ہے کہ یہ کام میں نے نہیں کیا اللہ تعالیٰ عالم

[1] سنن نسائی ج:1 ص:122۔

الغیب ہے، پھر پوشیدہ چیز کو جانتا ہے، ہر کام کو جاننے والا ہے، غیر اللہ کی قسم اٹھانے کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو گواہ بنایا جارہا ہے جب اسے غیب کا علم ہی نہیں تو اسے کس طرح گواہ بنایا جاسکتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اسے عالم الغیب سمجھا جارہا ہے، یہ شرکیہ عمل ہے جیسا کہ فصل نمبر ۵ میں گذرا یہی وجہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانے کو شرکیہ عمل کہا گیا ہے۔

دوسری فصل: شرکیہ وظائف کے بارے میں

کئی لوگوں کی زبانوں پر اس طرح کے وظیفے ہوتے ہیں کہ جن میں شرکیہ الفاظ اور پکار ہوتی ہے: مثلاً ''یا محمد''، ''یارسول اللہ''، ''یا علی''، ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی''، ''یا معین الدین اجمیری کشتی پار کر میری''، ''بہاء الحق بیڑا دھک'' وغیرہ۔ یہ سب غیر اللہ کی پکار اور ان سے حاجت روائی کی امید رکھنا ہے جو کہ صریح شرک ہے۔ ایک مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ [1]

یعنی ''عقل والے اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلو کے بل، ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں''۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا، اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿١٥٢﴾ [2]

یعنی ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو، میری ناشکری نہ کرو''۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ یقول اللہ أنا عند ظن عبدی بی وأنا معه إذا ذکرنی فإن ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وإن ذکرنی فی ملإ ذکرته فی

---

(۱) سورۂ آل عمران: 191۔

(۲) سورۂ بقرہ: 152۔

ملإ خير منهم وإن تقرب إلى بشبر تقربت إليه ذراعاً وإن تقرب إلى ذراعاً تقربت إليه باعاً وإن أتاني يمشي اتيته هرولة.[1]

یعنی ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے پھر اگر وہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے، اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آئے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب آتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کے قریب آتا ہوں اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں۔

تشریح: یعنی جس قدر بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کی کوشش کرے گا تو اسی طرح اللہ تعالیٰ اس پر مہربان ہوگا لہٰذا ہر وقت اس کو یاد کرنا چاہئے اور جان لینا چاہیئے کہ دوسروں کو پکارنا فضول و بے معنی ہے۔

تیسری فصل: تعویذات لکھنے اور باندھنے کے بارے میں

جاننا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں میں کوئی رواج نہ تھا، نہ تعویذ لکھے جاتے تھے اور نہ باندھے جاتے تھے یہ تو بعد میں ایجاد کردہ بدعت ہے ہاں زمانہ جاہلیت میں اس کا رواج تھا جس سے رسول اللہ ﷺ نے سختی سے منع کیا جیسا کہ اس بارے میں چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

۱۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من علق تميمة فقد أشرك.[2]

یعنی جس نے تعویذ باندھا اس نے شرک کیا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعویذ باندھنا شرکیہ عمل ہے اور یہ اس وجہ سے ہے

---

(۱) در منثور ج:1، ص:149۔

(۲) الجامع الصغیر ج:2، ص:175۔

کہ عموماً اس سے لوگوں کا عقیدہ فاسد ہو جاتا ہے وہ اس طرح کہ اگر انہیں کوئی فائدہ پہنچے تو وہ اس تعویذ یا لکھنے والے کی طرف سے سمجھتے ہیں لہٰذا اس کے شرک ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

۲۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من علق ودعة فلا ودع الله له ومن علق تميمة فلا أتم الله له۔[1]

یعنی جس شخص نے کوئی گھونگا یا کوڑی باندھی تو اللہ اس کی حفاظت نہ کرے اور جس نے تعویذ باندھا اللہ تعالیٰ اس کا کام پورا نہ کرے۔

تشریح: کسی مسلمان کیلئے یہ لائق نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سن کر بھی وہ تعویذ لکھنے یا باندھنے جیسا برا عمل کرے، اور ساتھ یہ بھی کہ جس کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا بھی فرمائی ہے، کوئی مسلمان ایسے عمل کی جرأت نہیں کر سکتا۔

۳۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن الرقى والتمائم والتولة شرك۔[2]

ترجمہ: دم، منتر، تعویذ، گنڈے اور ٹونے یہ سب شرکیہ کام ہیں۔

تشریح: ٹونوں سے مراد عاملوں کے وہ فال ہیں جن سے وہ خاوند اور بیوی کے درمیان فتنہ ڈال کر جدائی کروا دینا یا اجنبی مرد اور عورت کے درمیان تعلق کیلئے اٹکل ومکر وفریب کرنا، یہ سب شیطانی کام ہیں۔

۴۔ عن عبد الله قال كان رسول الله ﷺ يكره عقد التمائم۔[3]

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعویذ باندھنے کو برا مانتے تھے۔

تشریح: جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برا سمجھا، کونسا مسلمان اس کو اچھا سمجھے گا۔

۵۔ عن عيسى وهو ابن عبد الرحمن ابن ابي ليلى قال دخلت على عبد الله بن

---

[1] الجامع الصغیر ج:2، ص:175، مسند احمد ج:4، ص:154، مستدرک حاکم ج:4، ص:216۔

[2] الجامع الصغیر ج:2، ص:179۔

[3] مصنف ابن ابی شیبہ ج:8، ص:13۔

عكيم أبي معبد الجهني أعوده وبه حمرة فقلنا ألا تعلق شيئا قال الموت أقرب من ذلك قال النبي ﷺ من تعلق شيئا وكل إليه۔[1]

یعنی عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عکیم ابی معبد جہنی رضی اللہ عنہ کے پاس بیمار پرسی کیلئے گیا جو کسی تکلیف میں مبتلا تھے میں نے کہا کہ آپ کوئی تعویذ کیوں نہیں باندھ لیتے انہوں نے کہا موت یہ کام کرنے کے مقابلے میں زیادہ قریب (بہتر) ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کوئی چیز باندھی وہ اس کے سپرد کر دیا گیا۔

تشریح: یعنی اس کا توکل اور بھروسہ اللہ تعالیٰ پر نہ رہا بلکہ گردن میں لٹکی ہوئی اس چیز پر ہے اس سے بڑھ کر برا عقیدہ اور کیا ہوگا۔

۶۔ سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ:

عن زينب امرأة عبدالله عن عبدالله قال سمعت رسول الله ﷺ يقول إن الرقاع والتمائم والتولة شرك قالت قلت لم تقول هذا والله لقد كانت عيني تقذف وكنت أختلف إلى فلان اليهودي يرقيني فإذا رقاني سكنت فقال عبد الله إنما ذلك عمل الشيطان كان ينخسها بيده فإذا رقاها كف عنها إنما كان يكفيك أن تقولي كما كان رسول الله ﷺ يقول: ”أذهب البأس رب الناس واشف أنت الشافي لاشفاء إلا شفاءك شفاء لايغادر سقما“۔[2]

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دم، جھاڑ، تعویذ، گنڈے اور ٹونے شرک ہیں، میں نے کہا کہ آپ یہ کہہ رہے ہیں، جبکہ ایک مرتبہ مجھے آنکھ میں تکلیف تھی میں نے ایک یہودی سے دھاگہ لیکر باندھا تو وہ تکلیف ختم ہوگئی، ابن مسعود نے فرمایا یہ شیطانی عمل ہے کہ اس نے تیری آنکھ میں کچوکہ مارا اور جب تم نے تعویذ یا دھاگہ باندھا تو اس نے چھوڑ دیا،

---

(1) جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج:3، ص:171۔

(2) سنن ابوداؤد ج:2، ص:96۔

تمہارے لئے یہ دعا کافی ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

ترجمہ: اے لوگوں کے رب میری تکلیف دور کردے اور مجھے شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے سوا کسی کے پاس شفا نہیں ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کو باقی نہ رہنے دے۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کا عقیدہ خراب کرنے کیلئے تعویذ شیطان کا بہت بڑا حیلہ ہے لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اس گمراہی میں نہ پڑیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سلف صالحین تعویذ باندھنے کو برا سمجھتے تھے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ابراھیم نخعی سے روایت ہے:

كانوا يكرهون التمائم كلها من القرآن وغير القرآن۔ [1]

صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین ہر قسم کے تعویذ کو برا جانتے تھے خواہ وہ قرآن سے ہو یا غیر قرآن سے۔

اسی صفحہ پر حسن بصری سے روایت ہے:

إنه كان يكره ذلك۔ [2]

یعنی وہ بھی اسے برا سمجھتے تھے۔

اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کسی مریض کی عیادت کیلئے گئے اس نے بازو پر دھاگا یا تعویذ باندھا ہوا تھا تو انہوں نے اسے کاٹ ڈالا اور فرمایا:

لو مت وهذا في عضدك ما صليت عليك۔ [3]

یعنی اگر تم یہ تعویذ باندھے ہوئے اسی حالت میں فوت ہو جاتے تو میں تمہارا جنازہ نہ پڑھتا۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وضع التميمة من الانسان والطفل شرك۔

---

1) مصنف ابن ابی شیبہ ج:8، ص:16۔

2) حوالہ سابقہ۔

3) مصنف ابن ابی شیبہ ج:8، ص:15۔

یعنی انسان یا بچے کو تعویذ باندھنا شرک ہے۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انه رأى فى يد رجل حلقة من صفر فقال ما هذه قال من الواهنة قال لم تزيدك الا وهنا لو مت وانت تراها نافعتك لمت على غير الفطرة۔[1]

یعنی انہوں نے ایک شخص کے ہاتھ میں تانبے کا کڑا دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا کہ یہ بیماری کی وجہ سے ہے فرمایا یہ تجھے کوئی فائدہ نہ دے گا بلکہ تمہاری بیماری میں مزید اضافہ کر دے گا، اگر تم اسی حال میں اوراس سے فائدہ حاصل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے فوت ہو گئے تو تمہاری موت فطرتِ اسلام پر نہ ہوگی۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

دخل عبد الله على امراته وهى مريضة فاذا فى عنقها خيط معلق فقال: ما هذا؟ فقالت: شئ رقى لى فيه من الحمى، فقطعه فقال: ان آل ابراهيم اغنياء عن الشرك۔[2]

یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس آئے جو بیمار تھیں ان کی گردن میں ایک دھاگا بندھا ہوا تھا تو انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ دھاگہ میں نے بخار کی وجہ سے باندھا ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے کاٹ دیا اور فرمایا کہ ہمارا خاندان شرک سے بری ہے۔

اس روایت میں آل ابراھیم کے الفاظ ہیں مگر مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۲۰۸ اور ابن ماجہ صفحہ ۲۶۰ میں بھی آل عبداللہ کے الفاظ ہیں۔

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کو شرک سے بے نیاز جانتے تھے اور ابن ابی شیبہ میں دوسری روایت ہے:

رأى ابن مسعود على بعض اهله شيئا قد تعلقه فنزعه منه نزعا عنيفا

(1) مصنف ابن ابی شیبہ ج:8، ص:14۔

(2) مصنف ابن ابی شیبہ ج:8، ص:13۔

وقال ان آل ابن مسعود اغنیاء عن الشرك۔[1]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے کسی فرد کو کوئی چیز بندھی ہوئی دیکھی تو اسے سختی سے توڑ ڈالا اور فرمایا ابن مسعود کا خاندان تو شرک سے بیزار ہے۔

ابومجلز لاحق بن حمیر سے روایت ہے:

من تعلق علاقة وكل إليها۔[2]

یعنی جس نے کوئی تعویذ وغیرہ باندھا وہ اسی کے سپرد کر دیا گیا۔

اس معنی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے نیز سعید بن جبیر سے روایت ہے:

رأى انسانا يطوف بالبيت في عنقه خرزة فقطعها۔

یعنی انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور اس کی گردن میں کوڑی یا کھونگا بندھا ہوا تھا تو انہوں نے اسے توڑ ڈالا۔

دوسری روایت میں ہے:

من قطع تميمة عن انسان كان كعدل رقبة۔

یعنی جس نے کسی شخص کی گردن سے کوئی تعویذ توڑا تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

صفحہ نمبر ۱۶ میں مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال قلت لابراهيم أعلق في عضدي هذه الآية يانار كوني بردا وسلاما على ابراهيم من حمى كانت بي فكره ذلك۔

یعنی میں نے ابراھیم نخعی سے پوچھا کہ میں بخار کی وجہ سے یہ آیت

يَٰنَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ ﴿٦٩﴾[3]

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ج:8،ص:14۔

[2] مصنف ابن ابی شیبہ ج:8،ص:16۔

[3] سورۂ انبیاء:69۔

لکھ کر اپنے بازوں میں باندھوں؟ تو انہوں نے اس عمل کو برا سمجھا۔

ان روایات و آثار سے ثابت ہوا کہ سلف صالحین تعویذ، دھاگہ، کڑا یا گھونگا وغیرہ بطورِ شفا باندھنے کو برا سمجھتے تھے۔

تعویذات کے قائلین دلیل کے طور پر ایک روایت پیش کرتے ہیں اس کو نقل کر کے اس کی اصل حقیقت پیش کی جاتی ہے، چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ان رسول الله ﷺ قال إذا فزع احدكم في النوم فليقل أعوذ بكلمات الله التامات من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وأن يحضرون فإنها لن تضره وكان عبد الله بن عمر يعلمها من بلغ من ولده ومن لم يبلغ منهم كتبها في صك ثم علقها في عنقه.[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص نیند میں گبراہٹ کا شکار ہو جائے تو یہ دعا پڑھے:
ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے مکمل اور پاک کلمات کا واسطہ لے کر اس کے غصے و عذاب، لوگوں کی شرارتوں اور شیطان کی حرکتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بالغ اولاد کو یہ دعا سکھلاتے تھے اور نابالغ بچوں کو ایک صک میں لکھ کر گردن میں لٹکا دیا کرتے تھے۔

اولاً: یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں راوی محمد بن اسحاق ہیں، جو اگرچہ ثقہ ہیں مگر مشہور مدلس ہیں اور اپنے استاد، عمرو بن شعیب سے صیغہ عن کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ یہ روایت نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، کتاب الدعوات الکبیر للبیہقی میں بھی مروی ہے مگر تمام سندوں میں محمد بن اسحٰق عن سے روایت کرتے ہیں اور کہیں بھی سمعت، حدثنا یا اخبرنا کہہ کر سماع کی تصریح نہیں کرتے لہٰذا اصولِ حدیث کے مطابق یہ روایت ضعیف ہے، خصوصاً عقائد

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص:217، جامع ترمذی:3528۔

کے سلسلے میں اتنی کمزور روایت ناقابل قبول ہے۔

ثانیاً: اس روایت میں ''سک'' کو تعویذ کی نیت کے ساتھ باندھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ لفظ ''صک'' ہے جس کا معنی النھایۃ اور ابن کثیر میں اس طرح ہے:

وهو الكتاب وذلك ان الامراء كانوا يكتبون للناس بارزاقهم وأعطياتهم كتبا [1]

یعنی ''صک'' سے مراد وہ لکھی ہوئی کتاب، جس میں امراء و حکام لوگوں کو تنخواہیں وغیرہ لکھ کر دیا کرتے تھے۔

اسی طرح مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۲۵۶ میں بھی ہے، گویا کہ ایک یاداشت یا لکھت ہوا کرتی تھی جیسا کہ آج کل دستاویزات وغیرہ ہوا کرتے ہیں۔

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے نابالغ بچوں کو کسی تختی یا کاغذ میں لکھ کر گردن میں لٹکا دیا کرتے تھے تاکہ وہ ضائع نہ ہو اور بچے آسانی سے وہ دعائیں یاد کرلیں، مگر اس میں تعویذ کی کوئی نیت یا ارادہ نہ تھا اس روایت سے تعویذ کیلئے دلیل لینا صحیح نہیں ہے۔

ذیل نمبر ۱

اوپر بعض احادیث میں گذرا کہ دم، جھاڑ بھی شرک ہے مگر اس سے مراد شرکیہ دم جھاڑ ہیں یا ایسے جن کا کوئی مطلب سمجھ میں نہ آتا ہو لیکن اگر قرآنی آیات اور احادیث میں مذکور ادعیہ پر مشتمل ہوں تو ایسے دم، جھاڑ کی منع نہیں ہے کئی احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے اس کا اذن (اجازت) مروی ہے۔ مسلم و ابوداؤد میں عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اعرضوا على رقاكم لا بأس بالرقى مالم يكن فيه شرك۔ [2]

---

[1] النہایہ ص:19، تفسیر ابن کثیر ج:3، ص:43۔

[2] الجامع الصغیر ج:1، ص:45۔

تم اپنے دم وجھاڑ میرے سامنے پیش کرو، ایسے دم وجھاڑ میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں کوئی شرکیہ بات نہ ہو۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس دم وجھاڑ میں شرک کا شائبہ نہ ہو وہ جائز ہے بلکہ کم علم والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دم، جھاڑ اہل علم کو دکھائیں ان کی تصدیق کرائیں کہ کہیں اس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں، خصوصاً وہ دم، جھاڑ جس کے الفاظ مسنون ہوں وہ زیادہ بہتر ہیں جیسا کہ اس فصل میں حدیث نمبر ۶ میں ''اذهب البأس...... الخ'' گذرا سورۃ الفاتحہ کو بطورِ دم کے پڑھا جائے جیسا کہ الدر المنثور ج ۱ ص ۴ میں بخاری ومسلم وغیرہ کے حوالے سے سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک نے بچھو کے ڈسے ہوئے شخص پر سات مرتبہ سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا جس سے وہ صحت یاب ہو گیا رسول اللہ ﷺ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے اسے برقرار رکھا اور فرمایا کہ یہ سورۃ دم وجھاڑ ہے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ مسنون دم وجھاڑ کو کافی سمجھیں اور جاہلوں کے دم وجھاڑ سے اجتناب کریں، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صحیح عقیدہ عطا فرمائے (آمین)

ذیل نمبر ۲

کھانے کی اشیاء اور پانی وغیرہ پر بعض مولوی اور پیر دم کر کے پھونکتے ہیں اور بعض تھوک بھی ڈال دیتے ہیں جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، یہ انہیں مولویوں اور پیروں کی ایجاد کردہ بدعت ہے، رسول اللہ ﷺ سے مریضوں پر صرف دم کرنا اور پھونکنا ثابت ہے، آپ نے نہ کسی کو پانی پڑھ کر دیا ہے اور نہ مٹھائی پر اور نہ ہی کسی کو فصل میں ڈالنے کیلئے ریت یا مٹی پڑھ کر دی ہے اور نہ ہی گتوں یا پلیٹوں پر کچھ لکھ کر دیا ہے یا جسے پانی میں گھول کر پیا جائے۔ یہ سب کچھ بعد میں آنے والے لوگوں کی ایجاد کردہ بدعات ہیں شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بلکہ برتن وغیرہ میں پھونکنا منع ہے اس بارے میں مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۱ سے چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

۱۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال نهى رسول الله ﷺ أن يتنفس في

الإناء أو ينفخ فيه۔ [1]

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا۔

۲۔ عن ابی سعيد الخدری أن النبی ﷺ نهی عن النفخ فی الشراب فقال رجل القذاة اراها فی الإناء قال اهرقها قال فإنی لا اروی من نفس واحد قال فابن القدح عن فيك ثم تنفس۔ [2]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے کسی شخص نے کہا مجھے پانی میں تنکا وغیرہ نظر آئے تو؟ آپ نے فرمایا اسے گرادو، اس نے عرض کی کہ میں ایک سانس میں پانی نہیں پی سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برتن کو اپنے منہ سے دور کر کے سانس لیا کرو۔

۳۔ وعنه قال نهی رسول الله ﷺ عن الشرب من ثلمة القدح وان ينفخ فی الشراب۔ [3]

یعنی اور انہی (یعنی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹوٹے ہوئے حصے کی طرف سے پینے اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی برتن یا پانی میں دم کرنا یا پھونک مارنا ناجائز ہے، یہ وہی بات ہے جو ڈاکٹروں نے سالہا سال کی ریسرچ اور تحقیق کے بعد بتائی ہے کہ برتن میں پھونک مارنے یا تھوک ڈالنے سے وہ پانی جراثیم آلودہ ہوجائے گا جس سے کئی بیماریوں کے

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الاشربۃ، باب فی النفخ فی الشراب والتنفس فیہ، ح:3728، سنن ابن ماجہ کتاب الاشربۃ، باب التنفس فی الاناء، ح:3428، جامع ترمذی ابواب الاشربۃ، باب ماجاء فی کراہیۃ النفخ فی الشراب، ح:1888۔

[2] جامع ترمذی ابواب الاشربۃ، باب ماجاء فی کراہیۃ النفخ فی الشراب، ح:1887۔

[3] سنن ابوداؤد کتاب الاشربۃ، باب فی الشرب من ثلمۃ القدح، ح:3722۔

پھیلنے کا خطرہ ہے۔ مگر یہی بات رسول اللہ ﷺ نے کئی صدیاں پہلے فرمائی جس زمانے میں نہ کوئی ڈاکٹر تھا نہ ریسرچ یا تحقیق کرنے والا یہ آپ کی نبوت کی صداقت کیلئے بڑی دلیل ہے۔

الغرض: اس طرح پانی یا کھانے وغیرہ کی اشیاء میں پھونک مارنا طبی لحاظ سے بھی بڑا خطرناک ہے۔

چوتھی فصل: شرکیہ نعروں کے بارے میں

کئی قسم کے شرکیہ نعرے لوگوں میں مشہور و معروف ہیں مثلاً نعرۂ رسالت یا رسول اللہ، نعرۂ حیدری یا علی، نعرۂ غوثیہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ وغیرہ۔ یہ تمام نعرے غیر اسلامی ہیں نہ رسول اللہ ﷺ نے سکھائے ہیں، نہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں ان کا کوئی رواج تھا اور نہ ہی خیر القرون اور سلف صالحین کے زمانے میں اس طرح کی کسی نعرہ بازی کا وجود تھا بلکہ یہ بعد میں آنے والے لوگوں کی ایجاد اور دین میں زیادتی ہے، یہ ایک نیا عمل ہے جسے شرعی اصطلاح میں بدعت کہا گیا ہے اور فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق " کل بدعة ضلالة" ہر بدعت گمراہی ہے۔ معلوم ہوا کہ اس قسم کی نعرہ بازی گمراہ لوگوں کا طریقہ کار ہے اس کے علاوہ اس میں غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے جو کہ صریح شرک اور قرآن وحدیث کے مطابق ناجائز اور حرام ہے۔ جیسا کہ باب نمبر ۹ کی فصل نمبر ا میں ذکر ہوا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں صرف اللہ اکبر کا نعرہ مروج تھا چنانچہ صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

کنا إذا صعدنا کبرنا وإذا نزلنا سبحنا۔[1]

یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دورانِ سفر جب کسی بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہا کرتے۔

بخاری ومسلم میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال کنا مع رسول الله ﷺ فی سفر فجعل الناس یجهرون بالتکبیر فقال

[1] مشکوۃ المصابیح ص:216، صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر، باب التسبیح اذا ھبط وادیا، ح:2993۔

رسول اللہ ﷺ یا ایھا الناس اربعوا علی انفسکم انکم لیس تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا بصیرا۔ [1]

یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ لوگ بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو یعنی خود کو مشقت میں نہ ڈالو کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ سننے والے اور دیکھنے والے کو پکار رہے ہو۔

تشریح: ثابت ہوا کہ زمانہ نبوی میں صرف اللہ اکبر کا نعرہ مروج تھا جس سے آپ ﷺ نے صحابہ کو منع نہیں فرمایا بلکہ بہت بلند آواز سے کہنے کی مشقت میں پڑنے سے روکا اور یہ آپ ﷺ کی انتہائی رحمدل اور شفیق طبیعت کا اثر تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ خیبر کے میدان میں داخل ہوئے تو اللہ اکبر کہا۔ [2]

مگر ان (مذکورہ) مروجہ مصنوعی نعرہ کا کوئی وجود نہ تھا بلکہ آپ ﷺ تو شرکیہ رسوم ورواج کے خاتمے کیلئے مبعوث ہوئے تھے اسی طرح اگر یا علی کا نعرہ لگانا صحیح یا سودمند ہوتا تو سب سے پہلے ان کے فرزند حسین رضی اللہ عنہ یہ نعرہ لگاتے، جب کوفی آپ کو شہید کر رہے تھے۔ نیز نعرۂ غوثیہ کے شرک اور کفر ہونے میں بھی کوئی شک نہیں کیونکہ اس میں شیخ عبدالقادر جیلانی کو غوث کہا گیا ہے جس کا معنی فریادرس ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو فریادرس سمجھنا شرک ہے جیسا کہ باب نمبر ۹ فصل ۶ اور ۷ میں بیان ہوا بلکہ بعض لوگ تو انہیں غوث العالمین یعنی تمام جہانوں والوں کیلئے فریادرس کہتے ہیں یہ کھلم کھلا کفر اور شرک ہے کیونکہ اس جملہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کو اللہ تعالیٰ کا درجہ دے دیا گیا ہے حالانکہ یہ صفت خاص اللہ تعالیٰ کی ہے جس میں کوئی دوسری مخلوق اس کی شریک نہیں بلکہ اسی طرح غیر اللہ کے نعرے لگانا تو فرعونیوں کی سنت ہے کہ جب اس کے

---

1. مشکوٰۃ المصابیح ص:201، صحیح بخاری کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا علا عقبۃ، ح:6384، صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب استحباب خفض الصوت بالذکر، ح:2704۔
2. صحیح بخاری ج:2، ص:604 بروایت انس رضی اللہ عنہ۔

جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو کہا کہ

بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

یعنی ''جیئے فرعون۔ بھیج فرعون اس کی عزت اور غلبہ کی وجہ سے ہم ضرور کامیاب ہونے والے ہیں''۔

لہٰذا جاہل اور مشرک، فرعونیوں کی پیروی کرتے ہوئے غیر اللہ کے نعرے لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس قسم کے شرکیہ عقیدے سے محفوظ رکھے اور خالص توحید پر استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

(1) سورۂ شعراء:44۔

گیارہواں باب
شرکیہ نعتوں نظموں اور اشعار
کے بارے میں

گیارھواں باب

شرکیہ نعتوں، نظموں اور اشعار کے بارے میں

شرک کی نشر واشاعت میں شیطان نے شعراء سے بڑا کام لیا ہے، جاہل قسم کے لوگ جو شعراء کے معتقد ہوتے ہیں ان کے کلام کو اپنے لئے سند تصور کرتے ہیں اور صوفیوں نے انہیں ایک حدیث بھی بنا کر دی ہے کہ:

الشعراء تلامیذ الرحمان

یعنی ''شعراء، اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں''

لیکن اس حدیث کا کسی بھی حدیث کی کتاب میں وجود نہیں ہے، کتنے ہی بے علم لوگ شعراء کے پیچھے لگ کر شرک میں گرفتار ہو جاتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ [1]

''شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں''

لیکن ہدایت یافتہ لوگ صرف قرآن وسنت کی پیروی کرتے ہیں، اگرچہ بعض اشعار اچھے اور لائق تعریف ہوتے ہیں مگر انہیں سند کا درجہ نہیں دیا جا سکتا، بلکہ نظم خواہ نثر کیلئے کسوٹی اور معیار قرآن وحدیث ہے جو کلام اس کے موافق ہو وہ حق ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔

آئندہ پانچ فصلوں میں پانچ مختلف زبانوں: عربی، فارسی، اردو، ملتانی (سرائیکی) اور سندھی میں چند اشعار بطورِ مثال پیش کیئے جاتے ہیں:

پہلی فصل: عربی اشعار کے بارے میں:

① دیوبندی مسلک کے ''حکیم الامت'' مولوی اشرف علی تھانوی نے کتاب ''نشر الطیب

---

[1] سورۂ شعراء: 224۔

فی ذکر النبی الحبیب'' ص ۱۹۴ میں مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے حوالے سے چند اشعار مع ترجمہ ذکر کیے ہیں جو پیش کیے جاتے ہیں

یا شفیع العباد خذ بیدی انت فی الاضطرار معتمدی
دستگیری کیجئے میرے نبی کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

لیس لی ملجأ سواك اغث مسنی الضر سیدی سندی
بجز تمہارے ہے کہاں میری پناہ فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی

غشنی الدھر یا ابن عبدالله کن مغیثا فانت لی مددی
ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف اے میرے مولا خبر لیجئے مری

لیس لی طاعة ولا عمل بید حبیبك فھو لی عندی
کچھ عمل ہے نہ طاعت میرے پاس ہے مگر دل میں محبت آپ کی

یا رسول الله بابلی من غمام الغموم ملتحدی
میں ہوں بس آپ کا یا رسول اللہ اب غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

جد بلقیاك فی المنام وکن ساتراً للذنوب والفند
خواب میں چہرہ دکھا دیجئے مجھے اور میرے عیبوں کو کر دیجئے خفی

انت عاف ابر خلق الله ومقیل العثار واللدد
درگذر کرنا خطا وعیب سے سب سے بڑھ کر ہے خصلت آپ کی

ناظرین: ان اشعار میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرح خطاب کیا گیا ہے جیسا کہ عیوب کی ستر پوشی کرنا، مصیبت و تکلیف میں مبتلا شخص کو پناہ دینا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے، ان امور کو کسی مخلوق کی طرف منسوب کرنا شرک ہے۔

② ''حدائق بخشش'' مرتبہ محب الرضا محمد محبوب علی قادری برکاتی، میں بریلوی فرقہ کے بانی مولوی احمد رضا بریلوی کے اشعار جمع شدہ ہیں اس کے حصہ سوئم ص ۹۳ میں یہ اشعار ہیں کہ:

رسول الله انت المستجار ولا' خشی الا عادی کیف جاروا

بفضلك ارتجي ان عن قريب تمزق كيدهم والقوم بادوا

یعنی اے اللہ کے رسول (ﷺ) دشمنوں نے ہم پر بڑے مظالم ڈھائے ہیں مگر ہماری جائے پناہ آپ کے پاس ہے لہٰذا ہمیں کوئی پروا نہیں ہے آپ عنقریب اپنی مہربانی سے ان کے مکر دور کر دیں گے۔

یہ بھی صریح شرک ہے اسی مقام پر یہ اشعار بھی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

تخوفني العدى كيدا متينا اجرني يا امان الخائفينا

دشمن میرے خلاف طرح طرح کی تجاویز کر کے مجھے ڈراتے ہیں آپ مجھے پناہ دے دیں اے تمام خائف لوگوں کیلئے جاہ پناہ!

اسی صفحہ پر یہ شعر بھی ہے:

وكل خير من عطاء المصطفى صلى الله عليه وسلم مع من يصطفى

یعنی جو بھی خیر و بھلائی ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔

حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ:

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ [1]

یعنی تمہارے اوپر جو بھی نعمت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

لہٰذا اس قسم کے اشعار شرکیہ ہیں۔

③ رسالہ قصیدہ غوثیہ، مترجم میاں نور محمد انور خالدی نقشبندی میں ایک قصیدہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف منسوب ہے ص ۱۵ سے ایک شعر ترجمہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے:

نظرت إلى بلاد الله جمعا كخردلة على حكم التصالى

شاعر نور خالدی نے اس کا منظوم ترجمہ اس طرح کیا ہے:

---

[1] سورۃ نحل:53۔

خدا کے ملک سب دیکھے ہیں ہم نے نظر آئے، نہ دیکھا ان کو تم نے

کہ اک رائی کے دانے کے برابر نہیں ہے حکم سے میرے وہ باہر

یہ شان تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ ہر چیز اس کے حکم کے تابع ہے خود فرماتا ہے کہ:

بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ[1]

ہر چیز کی بادشاہی اور اختیار ایک اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

مگر یہ صفت کسی مخلوق کیلئے سمجھنا اور ایسا عقیدہ رکھنا شرک وکفر ہے، اور ہمیں یہ یقین ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا بلکہ ان کی تصنیف کردہ کتب اس چیز پر گواہ ہیں کہ وہ اس عقیدہ کے حامل نہ تھے اور نہ ہی اس طرح کا بے جا دعویٰ کرنے والے تھے بلکہ یہ فاسد عقیدہ ان کے مرید کہلوانے والوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے ان کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔

مذکورہ چند اشعار بطورِ نمونہ پیش کیئے گئے ہیں ورنہ تلاش کرنے سے لاتعداد ایسے شرکیہ اشعار مل سکتے ہیں۔

④ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی حاجی امداد اللہ شاہ کے بارے میں کہتے ہیں:

یامرشدی یا موئلی یا مفزعی یاملجائی فی مبدأی ومعادی

ارحم علی یاغیاث فلیس لی کهفی سوی حبکم من زاد

یعنی اے میرے مرشد تو ہی میری پناہ گاہ اور بچاؤ کی جگہ ہے میرے لئے اول وآخر جائے پناہ تو ہی ہے، میرے فریادرس مجھ پر رحم کر تیری محبت کے سوا میرے لئے کوئی پناہ نہیں ہے۔

ناظرین: بندہ اس طرح سے عاجزانہ خطاب اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے، مگر افسوس ہے ان شعراء پر جو اپنے بزرگوں اور پیروں کو اللہ تعالیٰ کے برابر تصور کر لیتے ہیں، حالانکہ یہی لوگ قیامت کے دن اپنے پیشواؤں سے کہیں گے کہ:

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٩٧

---

[1] سورۂ یٰس:83۔

اللہ کی قسم ہم تو ظاہر گمراہی میں تھے کہ

إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعَٰلَمِينَ ﴿٩٨﴾ [1]

ہم نے تمہیں جہانوں کے پروردگار کے برابر کرلیا تھا۔

دوسری فصل: فارسی زبان میں شرکیہ اشعار:

حدائق بخشش حصہ سوئم ص ۲۹ میں مولوی احمد رضا خان بریلوی کا رسول اللہ ﷺ کے روضہ کے بارے میں اس طرح ہے کہ:

بے ادب پا منہ اینجا کہ عجب درگاہ ست　　سجدہ گاہ ملک وروضہ شہنشاہ ست

بے ادب یہاں پاؤں نہ رکھو کہ یہ عجیب درگاہ ہے یہ فرشتوں کے سجدہ کرنے کی جگہ، شہنشاہ کا روضہ ہے۔

یہ صریح طور پر شرکیہ شعر ہے کہ اس میں قبر رسول ﷺ کو سجدہ گاہ قرار دیا گیا ہے حالانکہ قبروں کو سجدہ کرنا شرک ہے، جیسا کہ باب نمبر ۹ فصل ۱۱ میں گذر چکا ہے، اور فرشتے جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور ہر وقت اس کی عبادت کرنے والے اور عاجزی کرنے والے ہیں شاعر نے انہیں بھی مشرک بنادیا، اور رسول اللہ ﷺ کو شہنشاہ کا لقب دے دیا حالانکہ یہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَٰكِمِينَ ﴿٨﴾ [2]

یعنی کیا اللہ تعالیٰ حاکموں کا حاکم اور شہنشاہوں کا شہنشاہ نہیں ہے؟

لہٰذا یہ لقب کسی اور کو دینا اسے اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا ہے۔

② محمد یار فریدی دیوان، انوارِ فریدی ص ۲۶ میں اپنے پیر سے خطاب کرتا ہے:

السلام اے قبلہ حاجات ما　　السلام اے کعبہ طاعات ما

---

(1) سورۂ شعراء: 97-98۔

(2) سورۂ التین: 8۔

السلام اے بادشاہ کن فکان السلام اے شاہباز لامکان

یعنی اپنے پیر کو حاجات کیلئے قبلہ، عبادات کیلئے کعبہ اور کلمہ ''کن'' کا بادشاہ اور مالک قرار دیتا ہے یعنی سب کچھ اسی کے حکم سے ہوتا ہے وہ لامکان بادشاہ ہے، اسے صاف الفاظ میں اللہ کہا ہے۔ اور ص ۴۰ میں ہے کہ:

اے فخر ہر نبی و ولی یا علی مدد غلام ہر خفی و جلی یا علی مدد

ہر مشکلے کہ حل نہ شود از تو حل شود حلال مشکلات کلی یا علی مدد

دلہائے اہل دل بسجود تو شاغل اند مسجود قلیب اہل ولی یا علی مدد

ان اشعار میں علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا سمجھتے ہوئے پکار رہا ہے اور انہیں ہر پوشیدہ چیز کو جاننے والے کہہ رہا ہے اور تمام اہل دل کو ان کے سامنے سجدہ ریز ہونے والے قرار دے رہا ہے اس سے بڑھ کر شرک اور کیا ہوگا؟ ص ۱۰۰ میں یہ اشعار بھی ہیں کہ:

یکے بینم خدا و مصطفی را فاش می گویم کہ بیروں رفتہ ام ز اقلیم فرق و امتیاز ایں کجا

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ اور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی نظر آتے ہیں ہم تو ان کے درمیان فرق کرنے والے میدان سے نکل چکے ہیں۔

③ شاعر نور خالدی نے شیخ عبدالقادر جیلانی کی شان میں ایک قصیدہ اپنے رسالے قصیدۂ غوثیہ ص ۱۳ میں لکھا ہے اس میں یہ شعر بھی ہے کہ:

مطاف شیر مرداں طریقت کعبہ کوئیش سری گرداں فراراں حقیقت گوئے میدانش

یعنی اہل طریقت کا کعبہ اور جائے طواف ان کی گلی ہے اور حقیقت والوں کے دماغ انہی کے میدان میں سرگرداں رہتے ہیں۔

④ دیوانِ گرامی ص ۲۱۰ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی شان میں ہے:

یک جہاں آمد زمیں بوس حضور حجرہ محبوب سبحانی ست ایں

محی الدین اینجا در آمد جلوہ زیر یادگار قطب ربانی ست ایں

جن وانسان ہر دو سرگرم طواف　　الله الله کعبہ ثانی ست ایں

تمام جہان والے اس زمین کو چومنے کیلئے آئے جو محبوبِ سبحانی کا حجرہ ہے جہاں محی الدین ظاہر ہوئے، یہ قطب ربانی کی یادگار ہے جن وانس کے لئے دوسرا کعبہ ہے جس کے ارد گرد وہ طواف کرتے رہتے ہیں۔

⑤ شمائم امدادیہ ص ۵۳ میں ہے کہ

من آں وقت کردم خدارا سجود　　کہ ذات وصفات ہم نہ بود

یعنی میں نے اللہ کو اس وقت سجدہ کیا جب نہ اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور نہ ہی اس کی کوئی صفت۔

اس سے بڑا شرک اور کفر کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو حادث بنا دیا یعنی وقت ایسا بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ موجود نہ تھا (نعوذ باللہ) جب وہ موجود نہ تھا تو سجدہ کس کو کیا؟

اللہ تعالیٰ اس طرح کی صوفیت سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے اس طرح کی اور بھی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

⑥ فقیر الٰہی بخش غفاری نے قوۃ السالکین ص ۹۴ میں یہ اشعار ذکر کئے ہیں:

ازاں چشمیکہ روئی تست احوال　　کہ معبود تو پیر تست ول

اور خود ہی ترجمہ لکھا ہے:

وہ آنکھ جو تیرے چہرے میں ہے وہ بھینگی ہے کیونکہ تیرا پہلا معبود کامل پیر ہے۔

تیسری فصل: اردو اشعار کے بیان میں:

① انوار فریدی ص ۱۲۴ میں ہے کہ:

بس یا فرید کہتے ہیں جنت ملی ہمیں　　اللہ ڈھونڈتا ہے بہانہ فرید کا

صفحہ ۱۳۱ میں ہے کہ:

خدا کی پاک صورت کو محمد میر کہتے ہیں　　محمد بے کدورت کو خدا یا پیر کہتے ہیں

صفحہ ۱۳۶ میں ہے کہ:

دفتر محو و یثبت پر ہے تیرا اقتدار ۔ گل بنا بلبل کو اے تقدیر میرے پیر کی
کھلے جلوے ہیں اس در پر فقط اللہ اکبر کے ۔ نہیں سجدے روا ہیں خواجہ اجمیر کے در کے

صفحہ ۱۶۴ میں ہے کہ:

محمد عربی کا شراب مستوں کو ۔ بجز عبادت روئے صنم نہیں ملتا

ناظرین: غور کیجئے کہ لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے ان اشعار میں کس قدر شرک بھر دیا گیا ہے۔

② حدائق بخشش ص ۶۲ میں مولوی احمد رضا خان بریلوی نے شیخ عبدالقادر جیلانی کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں:

منبع جود و سخا حضرت غوث الثقلین ۔ مجمع علم و حیا حضرت غوث الثقلین
قبلہ ہر دو سرا حضرت غوث الثقلین ۔ بادشاہ عرفا حضرت غوث الثقلین
بھر گیا دامن امید گل رحمت سے ۔ جس نے اک بار کہا حضرت غوث الثقلین
یہ رضا آپکا ادنیٰ سگ در ہے واللہ ۔ اس پہ ہو تکلف و رضا حضرت غوث الثقلین

ناظرین:۔ ان اشعار میں ایک طرف غیر اللہ کو پکارا گیا ہے اور دوسری طرف شیخ جیلانی کو غوث الثقلین یعنی تمام جن وانس کا فریادرس قرار دیا گیا ہے جو کہ صریح شرک ہے کیونکہ فریادرس اور مشکل کشا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ باب ۹ کی فصل ۶ اور ۷ میں مذکور ہوا، اسی کتاب کے حصہ سوئم صفحہ ۸۶ میں علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتا ہے کہ:

علی مرتضیٰ تو ہے وصی مصطفیٰ تو ہے ۔ مرا حاجت روا تو ہے مرا مشکل کشا تو ہے

یہ بھی کھلم کھلا شرک ہے جیسا کہ ابھی ذکر ہوا۔

③ دیوبندی مسلک کے بڑے بزرگ المعروف شیخ الھند محمود حسن اپنے بزرگ مولوی رشید احمد گنگوہی کیلئے مرثیہ لکھتے ہیں کہ:

نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا ۔ اس کا جو حکم تھا سیف قضائے مبرم

ان اشعار میں اپنے بزرگ کے حکم کو لامحالہ ہر صورت میں واقع ہونے والا کہتا ہے حالانکہ یہ شان اللہ تعالیٰ کی ہے اور صفحہ ۲۴۳ میں لکھا ہے کہ:

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

③ کلیات امدادیہ ص ۱۸۰ میں حاجی امداد اللہ کے رسالہ گلزار معرفت میں یہ اشعار ہیں کہ:

کریئے نہ میرے فعل بروں پر نگاہ تم کیجیو نظر کرم بس اک بار یارسول اللہ

تم نے گر نہ لی خبر اس حال زار کی اب جائیے کہاں بتاؤ یہ ناچار یارسول اللہ

کیا ڈر ہے اس کو لشکر عصیاں وجرم سے تم سا شفیع ہو جس کا مددگار یارسول اللہ

ہو آستانہ آپکا امداد کی جبیں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یارسول اللہ

پھنسا ہوں بری طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر میری کشتی کنارے پر لگاؤ یارسول اللہ

ایسے شرکیہ اشعار سے کتابیں بھری پڑی ہیں باب ۹ فصل ۶ میں مولوی حسین احمد مدنی کی کتاب سلاسل طیبہ سے اشعار نقل کیئے گئے جن میں اس نے علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہا ہے نیز فصل ۷ میں بھی حاجی امداد اللہ کے شعر ذکر ہوئے جن میں اس نے اپنے پیر نور محمد کو شرکیہ انداز میں خطاب کیا ہے۔

چوتھی فصل: ملتانی (سرائیکی) زبان کے شرکیہ اشعار:

انوار فریدی ص ۱۸۱ میں ہے کہ:

اساں در محمد دے سجدے کریسوں جوہیں درتوں سر ساڈا چا کوئی نئیں سگدا

صفحہ ۱۸۵ میں ہے کہ:

احد نال احمد رلا کیوں نہ ڈیکھاں حبیب خدا کوں خدا کیوں نہ ڈیکھاں

اسی طرح صفحہ ۱۸۷ میں لکھتا ہے کہ:

محمد دی صورت خدا کیوں نہ ڈیکھاں خدا ڈیکھ ڈیں مصطفی کیوں نہ ڈیکھاں

④ بلھا شاہ اپنی ایک کافی (شعر) میں کہتا ہے کہ:

باطن ہوکے ظاہر دھایو گھونگھٹ کوں جمال دکایو

شاہ عنایت بن کر آیو اتے بُلھا دھرایوئی

(بُلھا شاہ کی کافیاں ص ۱۵)

پانچویں فصل: سندھی زبان کے شرکیہ اشعار:

① سچل سرمست کہتا ہے کہ:

آهيان پاڻ الله پر عشق ڪنان تهو عبد سڏايان

یعنی درحقیقت تو میں خود اللہ ہوں لیکن عشق کی وجہ سے بندہ کہلاتا ہوں۔

حوالہ: سندھ جی ساجاہ ص: 333، مصنف جی ایم سید

نیز ص ۳۹۰ میں اسی کا ایک اور شعر ہے کہ:

صورت جو سبحان پاڻ ڏسڻ آيو پنهنجو تماشو

یعنی انسانی شکل میں جو نظر آتا ہے وہ حقیقت میں خدا ہے جو اپنا ہی تماشہ دیکھنے کیلئے آیا ہے۔

② مشہور شاعر حمل فقیر کا شعر ہے کہ:

اهڙی رنگ مـاچی تهوان جی فیض کنا عابد ء معبود جو وجی فرق وچا

یعنی اللہ تعالیٰ اس رنگ میں آتا ہے کہ جس کے فیض کی وجہ سے عابد اور معبود کے درمیان فرق ہی مٹ جاتا ہے۔

صفحہ ۱۴۴ میں اپنے پیر لواری (ضلع بدین سندھ میں ایک درگاہ کا نام ہے) والے کی شان میں کہتا ہے کہ:

پاڻ اندر ء پاڻ آ باهر يعني اهو باطن ظاهر

وہی اندر اور وہی باہر ہے وہی ظاہر اور وہی باطن ہے۔

اسی صفحہ پر لکھتا ہے کہ:

ذات احمد جی سمجھ خدا موں کھان سمجھ ستی دل لاء

یعنی میری اس بات کو خوب غور اور دھیان سے سمجھ کر اپنے دل میں بٹھالو کہ نبی کی ذات کو خدا ہی سمجھو۔

ص ۱۶۵ میں لکھتا ہے کہ:

سر صوفی مخلوق نہ جاٹو الصوفی الله جا ٹو

صوفیوں کی ذات کو مخلوق نہ جانو بلکہ الصوفی کو تو اللہ ہی جانو۔

③ سندھ کے مشہور و معروف شاعر عبداللطیف بھٹائی کے اشعار بھی عجیب ہیں چنانچہ ''شاہ جو رسالو (کلیان آڈوانی ایم۔ای) صفحہ ۲۰ سر سریراگ داستان ۲ میں ہے کہ:

سی پو جارا پر تھیا سمنڈ سیر یو جن
آنداؤن عمیق مان جوتی جواهرن
لدھاؤن لطیف چئی لاؤن مان لهرون
کانھی قیمت تن ملھ مھا نگو ان جو

یعنی سمندر کے پوجاریوں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا کہ انہیں اس کی گہرائی سے ہیرے وجواہرات کے ایسے خزانے مل گئے جن کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے۔

سمندر کی سیوا اور پوجا کرنا ہندوؤں کا مذہب ہے مسلمان تو صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والے ہوتے ہیں۔

صفحہ ۳۲۰ داستان سر کیڈارو ۳ میں ہے:

کوفی کربلا م پاٹی نہ پیارین
اتی علی شاہ کھی سارین
نکریو نھارین چڑھ میر محمد عربی

جب حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے قافلے والوں کا میدان کربلا میں پانی بند کر دیا گیا تو انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشائی کیلئے پکارا اور بار ہا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کیلئے راہ تکتے رہے۔

حالانکہ اس طرح پکارنا صریح شرک ہے۔

صفحہ ۴۰۳ داستان سرار مکلی ۵ میں بھٹائی کا شعر ہے کہ:

منهن محراب پرين جو جامع سبھ جهان
فرهي تان فرقان جي كاٺياؤن قرآن
اڏامي ات ويو عقل ء عرفان
سبھوئي سبحان كاڏي وڃي نيتان

اللہ تعالیٰ کی ذات پورے جہان کی کیلئے مظہر و جامع ہے،..............

ان اشعار میں ہر چیز کو اللہ کہا گیا ہے اس سے بڑا شرک اور کیا ہوگا؟

نیز صفحہ ۳۰۳ سر سورٹھ داستان ۲ میں ہے کہ:

راز كيائين لاء سين كنهن موچاري مهل
" انا احمد بلا ميم " سين هنئي سائل
كنهن كنهن پيئي كل تهه هردوئي هيك تهيا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص اور بہتر وقت میں ''اَنا احمد بلا میم'' (میں بغیر میم کے احمد یعنی ''احد'' ہوں) اس بات کا علم کسی کسی کو ہے کہ اللہ اور محمد ایک ہی ہیں۔

اسی طرح کے شرکیہ اشعار اور مزید بھی ہیں۔

④ فقیر الٰہی بخش غفاری ''قوۃ الساکین'' صفحہ ۶۷ میں لکھتا ہے:

پيرا هڏو وڃي گول جيئن گهوٽ غفاري
جو ميٺي مريون مريدن جون لا تائين بهاري
آٽي در الله جي ڏسپائين بولي باجهاري

الھی بخش ستاری اجاتھیندی ڈینھن قیام جی

''غفاری'' جیسا کوئی پیر جا کر تلاش کرو جس نے مریدوں کی برائیاں بھی مٹا کر رکھ دیں اور انہیں خصوصی لب ولہجہ سکھلا کر اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیا اور وہ آخرت میں بھی ان کے عیوب کی مزید پردہ پوشی کریگا۔

⑤ ''مجموعہ خطب ملاح'' صفحہ ۴۴ میں ہے کہ:

محمد جام محشر اچی　　احمدؐ کی احمد ڈج آدھر

اسان جھڑن اڑین انور　　انھی ویلی وسارین چھو

یعنی اے محمد روزِ قیامت مجھے تسلی دیکر میری مدد کرنا، ہم جیسے لوگوں کو مصیبت کے وقت آپ کیسے بھولیں گے۔

دیوانِ احمد صفحہ ۷۵ میں ہے:

مٹھا میر مرسل مدینی جاگھوٹ　　متھم ویل مشکل جی محبوب موٹ

نظر سان کرین پنھنجی نرمل نرم　　کٹھٹ قلب کا رو سندم سخت سوٹ

کندین کنھن کمینی تی جیکو کرم　　تہ پوندی پریم چھا خزانی م کھوٹ

اچی وقت اھکی جی " احمد " متھی　　تون کج پاک کلمی جو قائم کو کوٹ

یعنی اے نبی مشکل وقت میں مجھ پر نظر کرم فرماتے ہوئے میری مدد کرنا، مجھ جیسے کمینے شخص پر اگر آپ نے نوازش کردی تو آپ کے خزانے میں کیا کمی آئے گی؟ مشکل گھڑی میں میرے گرد ''کلمہ'' کی حفاظتی دیوار یا حصار قائم کر دینا۔

اور صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں کہ:

یا محمد مصطفیٰ مٹ پنھنجو آھی میر خود

ویل اھکی جی ورین واکن تي منھنجي ویر خود

ویرو یرون سرتی ورینم وات واگون تھووجان

تارم کانھی ترٹ جی توبنان تدبیر خود

جی کری بھانیم کسیون، تھینم کارو نپھارن کن

ساھ م سیرون پینم ثابت لنگھائی سیر خود

محمد ﷺ آپ تو اپنی مثل آپ ہیں جب میں مشکل میں فریادرسی کیلئے آپ کو پکاروں تو ضرور مدد کیجئے گا، کیونکہ آفات میں میری جائے پناہ اور تدبیر آپ کے سوا کوئی نہیں ہے، ایک طرف میں اپنی برائیوں کو دیکھتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ یقیناً میں غرق ہو جاؤں گا لیکن انتہائی عاجزی اور انکساری سے اس مشکل میں آپ کے در کا سوالی ہوں۔

ناظرین: اس طرح مختلف زبانوں میں لاتعداد ایسے اشعار ملتے ہیں جنہیں پڑھ کر ایک موحد مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لوگ جہالت کی وجہ سے اس شرک اور بدترین گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، لہٰذا ان شاعروں کے پیچھے اپنی عمر گنوا دینے سے بہتر ہے کہ بندہ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کے تراجم پڑھے جن سے توحید اور راہِ حق معلوم ہو سکے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بارھواں باب

ریاکاری اور دکھلاوے کے بارے میں

بارھواں باب

ریاکاری اور دکھلاوے کے بارے میں

جاننا چاہئے کہ ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے بندے کو اعمال کا بدلہ نیت کے مطابق ہی ملتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿٨٤﴾ [1]

یعنی: ''اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیں کہ ہر شخص اپنی نیت اور طریقے پر عمل کرتا ہے اور تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ سیدھی راہ پر کون ہے؟

اس بارے میں کئی احادیث ہیں، الترغیب والترھیب ج ا ص ۵۶، ۵۷ سے چند نقل کی جاتی ہیں:

۱۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول انما الاعمال بالنية وفی رواية وانما لكل امرئ مانوى فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله فمن كانت هجرته الى دنيا اوامرأة ينكحها فهجرته الى ماهاجر اليه۔ [2]

یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر کسی کیلئے وہی کچھ ہے جو وہ نیت کریگا پھر جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے لکھ دی جائے گی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کیلئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کیلئے ہو تو اس کی ہجرت اسی طرح لکھی جائے گی جو اس نے نیت کی۔

---

(1) سورۂ بنی اسرائیل:84۔

(2) صحیح بخاری کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، ح:1، 54، 6953، صحیح مسلم کتاب الامارۃ، باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: انما الاعمال بالنیۃ، ح:1907۔

۲۔ عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یغزو جیش الکعبة فإذا کانوا ببیداء من الأرض یخسف بأولهم وآخرهم قالت قلت یا رسول الله کیف یخسف بأولهم وآخرهم وفیهم أسواقهم ومن لیس منهم قال یخسف بأولهم وآخرهم ثم یبعثون علی نیاتهم۔ [1]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک لشکر بیت اللہ پر حملہ کریگا جب وہ بیداء مقام پر پہنچیں گے تو ان کے اول و آخر سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا میں نے عرض کی یا رسول اللہ سب کو کیسے زمین نگلے گی حالانکہ ان میں بعض تجارت کی غرض سے نکلنے والے بھی ہونگے جو ظالموں میں سے نہ ہونگے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سب زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے لیکن پھر قیامت کے دن اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ انما یبعث علی نیاتهم رواه ابن ماجه باسناد حسن ورواه ایضاً من حدیث جابر إلا إنه قال یحشر الناس علی نیاتهم۔ [2]

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

تشریح: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ہر عمل کا اجر نیت کے مطابق ملے گا۔ اس لئے ہر عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کیا جائے اسی کی رضامندی اور خوشنودی مقصود ہو نہ کہ کسی اور کی۔ اس مضمون کو تفصیل سے بیان کرنے کیلئے دو فصلیں قائم کی گئیں ہیں۔

پہلی فصل: اخلاص کے بارے میں

اخلاص کا معنی یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت، خواہ مالی ہو یا بدنی صرف ایک اللہ تعالیٰ کیلئے کی

---

(۱) صحیح بخاری کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الاسواق، ح:2118، صحیح مسلم کتاب الفتن واشراط الساعة، باب الخسف بالجیش الذی یؤم البیت، ح:2884۔

(۲) سنن ابن ماجہ کتاب الزھد، باب النیة، ح:4229، 4230۔

جائے۔ لسان العرب میں ہے کہ:

اخلصوا لله دينه امحضه .. يعنى بالمخلصين الذين اخلصوا لعبادة الله تعالىٰ... الاخلاص فى الطاعة ترك الرياء وقد اخلصت لله الدين.[1]

یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے دین کو خالص کرنا اور عبادت میں ریا کاری سے بچنا اور مخلصین وہ لوگ ہیں جو خالص اللہ تعالیٰ کیلئے عبادت کریں۔

المفردات للراغب میں ہے کہ

الخالص كالصافى الا ان الخالص هو مازال عنه شوبه بعد ان كان فيه والصافى قد يقال لما لا يشوب فيه .. فاخلاص المسلمين انهم قد تبرأ مما يدعيه اليهود من التشبيه والنصارى من التثليث ....فحقيقة الاخلاص التبرئ عن كل مادون الله.[2]

یعنی خالص اور صاف ہم معنی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ خالص اس چیز کو کہتے ہیں جسے ملاوٹ وغیرہ سے صاف کیا جائے اور صاف وہ چیز ہے کہ اس میں سرے سے ملاوٹ نہ ہو، اور مسلمانوں کا اخلاص یہ ہے کہ یہودیوں کی تشبیہ اور نصاریٰ کی تثلیث (تین الٰہ) سے اعلان برأت کریں اور اللہ تعالیٰ کو بے مثل، اکیلا اور ہر تشبیہ سے پاک جانیں لہٰذا اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کی پوجا کی جاتی ہے ان سے بیزاری کا اعلان کرنا۔

تعریفاتِ جرجانی میں ہے کہ:

الاخلاص فى اللغة ترك الرياء فى الطاعات وفى الاصطلاح تخليص القلب عن شائبة الشوب المكدر لصفائه وتحقيقة ان كل شئ يتصور ان يشوبه غيره فاذا صفا عن شوبه وخلص عنه يسمى خالصا ويسمى الفعل المخلص اخلاصا

---

(1) لسان العرب ج:7، ص:26۔

(2) المفردات از راغب ص:154۔

قال اللہ تعالیٰ من بین فرث ودم لبنا خالصا فانما خلوص اللبن ان لا یکون فیہ شوب من الفرث والدم وقال الفضیل بن عیاض ترک العمل لاجل الناس ریاء والعمل لاجلھم شرک الاخلاص الخلاص من ھذین۔[1]

اخلاص کا معنی یہ ہے کہ عبادت میں ریا کاری سے کام نہ لیا جائے اصطلاح میں دل کو ہر ملاوٹ سے صاف کرنا یعنی ہر وہ چیز جس میں ملاوٹ ہو سکتی ہو اسے ملاوٹ سے پاک وصاف رکھنا اسی لئے مخلص انسان کے عمل کو اخلاص کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

ترجمہ: ''تمہیں جانور کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ پلایا اس کا خالص ہونا اس طرح سے ہے کہ دونوں چیزوں کا اثر یا ملاوٹ اس میں نہیں ہوتی۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے لوگوں کے دکھلانے کیلئے کسی کام کو چھوڑنا ریا کاری ہے اور لوگوں کو دکھلانے کیلئے عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص ان دونوں چیزوں سے بچنے کا نام ہے یعنی کوئی نیک عمل کیا جائے یا کسی برائی کو چھوڑا جائے تو اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو۔

اخلاص کے بارے میں چند آیات ذکر کی جاتی ہیں:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾[2]

یعنی ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید ہو تو وہ نیک وصالح اعمال بجا لائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے بلکہ خالص اللہ تعالیٰ ہی کیلئے عبادت کرے۔''

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ کی زیارت اسے نصیب ہو گی جس کے اعمال صالح ہوں اور خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کیلئے ہوں کسی دوسرے کو بتلانے، دکھلانے اور ریا کاری کیلئے قطعاً نہ ہوں۔

---

(۱) تعریفاتِ جرجانی ص:8۔

(۲) سورۂ کہف:110۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۱ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝۲ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ[1]

یعنی ''اس کتاب کو نازل کرنا غالب حکمت والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بلاشبہ ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف سچ کے ساتھ نازل فرمایا لہٰذا اللہ تعالیٰ کیلئے اپنی عبادت کو خالص کرتے ہوئے خاص اسی کی عبادت کرو خبردار! خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔''

تشریح: ثابت ہوا کہ ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کیلئے خالص ہونا چاہیئے اس کے سوا کوئی بھی عبادت قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین بھی بالکل خالص نازل فرمایا ہے لہٰذا اس پر عمل بھی بالکل خالص ہونا چاہیے۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڏ حُنَفَاۗءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵[2]

یعنی ''انہیں تو صرف یہی حکم دیا گیا کہ دین میں مخلص ہو کر (یعنی باطل سے منہ موڑ کر) صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں یہی سیدھی راہ ہے''

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو یہی حکم ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ عبادت کریں، نماز خواہ زکاۃ وغیرہ کی قبولیت کیلئے سیدھی راہ یہی ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِيْرًا ۝۱۴۵ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَھُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۴۶[3]

یعنی ''بے شک منافق جہنم کے نچلے طبقے میں ہونگے اور ان کیلئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی اور اللہ کے در کو مضبوط پکڑ لیا اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کیلئے

---

[1] سورۂ زمر: 1-3۔
[2] سورۂ بینہ: 5۔
[3] سورۂ نساء: 145-146۔

خالص بنایا ایسے لوگ مؤمنوں کے ساتھ ہونگے اور مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ بڑا اجر عطا فرمائے گا۔"

تشریح: ثابت ہوا کہ توبہ کیلئے یہ شرط ہے کہ اخلاص کے ساتھ اعمال کیئے جائیں اور مؤمن اور منافق کے درمیان امتیاز اخلاص ہی ہے۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿١٣٩﴾ [1]

یعنی "(اے پیغمبر ﷺ) آپ کافروں سے کہیں کیا تم اللہ کے دین کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ (درحقیقت) وہی ہمارا اور تمہارا رب ہے ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے کرتوت ہیں اور ہم اخلاص والے لوگ ہیں"

تشریح: یعنی انبیاء کرام کا دین اخلاص والا ہے اور یہی مسلمانوں کا دین اور طریقہ ہے۔

اس کے بعد چند احادیث لکھی جاتی ہیں:

۱۔ عن انس بن مالك عن رسول الله ﷺ قال من فارق الدنيا على الاخلاص لله وحده لاشريك له وأقام الصلوة وآتى الزكاة فارقها والله عنه راض۔ [2]

یعنی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اس دنیا کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کرتے ہوئے، اور نماز پڑھتے ہوئے اور زکاۃ دیتے ہوئے ترک کیا تو وہ اس حال میں دنیا کو چھوڑے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ انسان کے اعمال کتنے ہی نیک اور اچھے کیوں نہ ہوں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا باعث اسی وقت ہونگے جب انہیں اخلاص، اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کیلئے ہی انجام دیا جائے۔

۲۔ عن ابى سعيد الخدرى عن النبى ﷺ قال فى حجة الوداع نضر الله امرأ سمع مقالتى فوعاها فرب حامل فقه ليس بفقيه ثلاث لا يغل عليهن قلب امرء

[1] سورۂ بقرہ:139۔

[2] سنن ابن ماجہ المقدمۃ، باب فی الایمان، ح:70، مستدرک حاکم ج:1 ص:332، ح:3235۔

مؤمن إخلاص العمل لله والمناصحة لائمة المسلمين ولزوم جماعتهم فإن دعائهم محيط من ورائهم. (1)

یعنی سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ اور خوش رکھے جس نے میری حدیث سنی اور اسے یاد کرلیا پھر نقل کرنے والوں میں سے کئی ایک پوری طرح سمجھدار نہیں ہوتے۔ تین اوصاف والے شخص پر خیانت اور دھوکے کی برائی نہ ہوگی۔

۱۔ خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہر عمل کرنے ولا۔ ۲۔ مسلم حکمرانوں کی خیر خواہی کرنے والا۔

۳۔ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنے والا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخلاص کے ساتھ اعمال کرنا دعاؤں کی قبولیت کا باعث ہے۔

۳۔ عن ابی امامة t قال جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال ارأيت رجلا غزا يلتمس الاجر والذكر ماله ؟ فقال رسول الله ﷺ لا شيء له فأعاد ثلاث مرات ويقول رسول الله ﷺ لاشيء له ثم قال ان الله لا يقبل من العمل إلا ما كان له خالصًا وابتغاء وجهه. (2)

یعنی ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگا کہ مجھے بتلایئے کہ ایک شخص جہاد کرتا ہے اور اس کا ارادہ اجر اور شہرت حاصل کرنے کا ہوتا ہے اس کیلئے کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے شخص کیلئے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں دفعہ فرمایا اس کیلئے کوئی چیز نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول کرتا ہے جو صرف اس کی رضامندی کیلئے ہو۔

---

(1) مسند بزار ح:3417،2897، سنن ابن ماجہ المقدمۃ، باب من بلغ علما، ح:230۔

(2) سنن نسائی کتاب الجہاد، باب من غزا یلتمس الاجر والذکر، ح:3142، سنن ابوداؤد کتاب الجہاد، باب فی من یغزو ویلتمس الدنیا، ح:2517،2516۔

فائدہ: مندرجہ بالہ تینوں احادیث الترغیب والترھیب ج۱ص ۵۳ تا ۵۵ سے نقل کی گئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر عمل کیلئے ضروری ہے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے ہو ورنہ قابل قبول نہ ہوگا اور نہ ہی ایسے لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

دوسری فصل: ریاکاری کی مذمت میں:

ریاء کا معنی یہ ہے کہ کوئی بھی چھوٹا یا بڑا عمل لوگوں کو بتلانے یا دکھلانے کیلئے کیا جائے تاکہ اس کی نیک نامی اور شہرت ہو ایسا عمل اللہ تعالیٰ کے پاس ناقابل قبول، باطل اور مردود ہوگا۔

لسان العرب میں ہے کہ:

ورأيت الرجل مراآة ورياء :اريته اني على خلاف ماأنا عليه ... وفلان مراء وقوم مراؤون والاسم الرياء يقال فعل ذلك رياء وسمعة ... عن ابي عمرو يقال راءى فلان الناس يرائيهم مراآة ورا اياهم مراياة على القلب۔[1]

یعنی لوگوں کے سامنے اپنی ایسی حالت کا اظہار کرنا جو خلافِ واقع ہو ریاکاری کرنے والے کو "مراء" اور اس کی جمع "مراؤون" اور اسم "الرياء" ہے، "رأى فلان الناس يرائيهم مراآة" اور اس سے مقلوب "وراياهم مراياة" اس کا معنی بھی وہی ریاکاری اور دکھلاوا ہے۔

اسی طرح تاج العروس اور التعریفات للجرجانی میں ہے کہ:

الرياء ترك الاخلاص في العمل بملاحظة غير الله فيه۔[2]

ریاکاری کا معنی اخلاص چھوڑنا اور اپنے عمل میں غیر اللہ کی خوشنودی اور دکھلاوے کا لحاظ رکھنا۔

ریاکاری کی مذمت میں چند آیات لکھی جاتی ہیں:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُبْطِلُوا۟ صَدَقَٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ كَٱلَّذِى يُنفِقُ مَالَهُۥ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۖ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ

(۱) لسان العرب ج:14، ص:296۔

(۲) تاج العروس ج:10، ص:139، تعریفاتِ جرجانی ص:100۔

عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴿١﴾

یعنی "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے صدقات و خیرات کو احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے کے ساتھ اس آدمی کی طرح ضائع مت کرو جو لوگوں کو دکھلانے کیلئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا (یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور قیامت کے دن اجر کی نیت سے وہ صدقات نہیں کرتا) ایسے شخص کی مثال یوں ہے جیسے ایک صاف اور چکنا پتھر ہو جس پر مٹی کی تہہ جمی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑی تو مٹی بہہ گئی اور پتھر صاف باقی رہ گیا اس طرح خرچ کرنے سے اگر وہ کچھ (ثواب) کماتے بھی ہیں تو بھی ان کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا اور اللہ کافروں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔"

تشریح: اس آیتِ کریمہ سے چند مسائل معلوم ہوئے:

(الف) ریاکاری کیلئے کیا گیا کوئی بھی عمل قابل قبول نہ ہوگا بلکہ وہ ملکیت، اور کیا گیا خرچہ ضائع و برباد ہوگا اس میں، عرس، گیارہویں، رجبی کونڈے، غیر اللہ کی نذر و نیاز جنہیں شہرت کی خاطر کیا جاتا ہے، شامل ہیں۔

(ب) اس کی مثال اس مٹی کی طرح ہے جسے بارش غائب کر دیتی ہے، سے معلوم ہوا کہ ریاکاری، دکھلاوے اور شہرت کی خاطر کیئے جانے والے اعمال، گویا اللہ تعالیٰ کا عذاب ہیں جن کی وجہ سے دولت و مال اور ملکیت ضائع ہوتے رہتے ہیں۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے اپنے اعمال و صدقات کو باطل کرنے سے منع فرمایا ہے، جو ریاکاری سے منع کو بھی شامل ہے۔

(د) ریاکاری اور دکھلاوا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔

---

[1] سورۂ بقرہ: 224۔

(ھ) ریا کاری کافروں کا عمل ہے نہ کہ مسلمانوں کا۔

(و) ریا کار شخص کو راہِ ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ [1]

یعنی ”منافق (اپنے خیال میں) اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں اور (درحقیقت) اللہ انہیں دھوکہ دیتا ہے (یعنی ان کے دھوکے کا وبال انہی کی گردنوں پر ڈال دیتا ہے) اور وہ نماز کی طرف سستی اور کاہلی سے اٹھتے ہیں (وہ بھی) محض لوگوں کو دکھلانے کیلئے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت قلیل کرتے ہیں۔“

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ ریا کاری منافقوں کی صفت ہے نہ کہ مؤمنوں کی، نیز ریا کار شخص اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتا ہے لیکن درحقیقت وہ اپنے آپ سے دھوکہ کر رہا ہے کیونکہ وہ اس غرور و گھمنڈ میں ہے کہ مجھے بڑا عابد سمجھا جا رہا ہے مگر حقیقت میں وہ خود بھی برباد اور اس کے اعمال بھی باطل اور برباد ہو رہے ہوتے ہیں۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ [2]

یعنی ”اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے وطن سے تکبر کے ساتھ لوگوں کو دکھلانے کیلئے نکلے اور اللہ کے راستے سے روکنے لگے وہ جو بھی اعمال کرتے ہیں اللہ ان کا گھیراؤ کرنے والا ہے“۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم سے کوئی بھی عمل خارج نہیں ہے وہ اخلاص پر مبنی ہو یا ریا کاری پر اور اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور کرنے والے کی نیت کے مطابق ہی اسے بدلہ ملے گا، جہاد فی سبیل اللہ جیسا عظیم عمل جو مالی اور جانی قربانی پر مشتمل ہے لیکن ریا کاری کی صورت میں بالکل باطل ہو جائے گا تو اور کونسا عمل ہے جو قابل قبول ہو؟

---

(۱) سورۂ نساء:142۔

(۲) سورۂ انفال:47۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ [1]

یعنی ''پھران نمازیوں کیلئے ویل ہے جواپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں اور ریاکاری سے کام لیتے ہیں''۔

تشریح: ''ویل'' کا معنی ہلاکت، عذاب، برائی، خواری اور مصیبت ہے (لسان العرب، ج ۱۱ ص ۷۳۶ تا ۷۳۸)

اور ویل جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ہے جیسا کہ الدر المنثور ج ۱ ص ۸۲ میں بحوالہ ترمذی، کتاب التفسیر سورہ الانبیاء، حدیث نمبر ۳۱۶۴، احمد ج ۳ ص ۷۵، ابو یعلیٰ، ابن جریر، الطبرانی، ابن حبان حاکم وغیرہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ویل'' جہنم میں ایک وادی ہے۔

ثابت ہوا کہ ریاکار کو اس کے عمل کا کوئی اجر نہیں ملے گا بلکہ اس کیلئے مصیبت، غم اور عذاب ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

اس کے بعد چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں، پہلی فصل میں اخلاص کے بارے میں مذکور احادیث سے ریاکاری کی برائی اور مذمت ظاہر ہو جاتی ہے۔

۱۔ عن أبي هريرة فقال له ناتل أهل الشام أيها الشيخ حدثنا حديثا سمعته من رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال نعم سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يقول إن أول الناس يقضى يوم القيامة عليه رجل استشهد فأتي به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها قال قاتلت فيك حتى استشهدت. قال كذبت ولكنك قاتلت لأن يقال جريء. فقد قيل. ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار ورجل تعلم العلم وعلمه وقرأ القرآن فأتي به فعرفه نعمه

---

[1] سورۃ ماعون: 4-6۔

فعرفها قال فما عملت فيها قال تعلمت العلم وعلمته وقرأت فيك القرآن. قال كذبت ولكنك تعلمت العلم ليقال عالم. وقرأت القرآن ليقال هو قارئ. فقد قيل ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار. ورجل وسع الله عليه وأعطاه من أصناف المال كله فأتي به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها قال ما تركت من سبيل تحب أن ينفق فيها إلا أنفقت فيها لك قال كذبت ولكنك فعلت ليقال هو جواد. فقد قيل ثم أمر به فسحب على وجهه ثم ألقي في النار.[1]

یعنی سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے رہے تھے کہ: قیامت کے دن سب سے پہلے (تین لوگوں کا) فیصلہ کیا جائے گا:

① شہید کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں جتلائے گا وہ اقرار کرے گا پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو تم نے کیا عمل کیا؟ وہ جواب دے گا کہ میں تیری راہ میں لڑتا رہا حتی کہ شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بول رہا ہے (میری رضامندی کیلئے نہیں) بلکہ تو اس لئے لڑا کہ تمہیں طاقتور اور پہلوان کہا جائے تو اس طرح کہا جا چکا (یعنی تیری پہلوانی کی تعریف دنیا میں کی جا چکی) پھر حکم ہوگا کہ اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں داخل کر دیا جائے۔

② دوسرے اس شخص کو لایا جائے گا جس نے علم سیکھا اور دوسروں کو تعلیم دی قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں بتائے گا وہ اقرار کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم سیکھا دوسروں کو سکھایا اور تیری راہ میں قرآن پڑھتا رہا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بول رہا ہے تو نے علم اس لئے سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا تا کہ تجھے قاری کہا جائے تو اس طرح کہا جا چکا (یعنی تمہاری نیت اور مراد پوری ہو چکی) اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

③ اس شخص کو لایا جائے گا جسے کشادہ رزق اور ہر طرح کے مال و دولت سے نوازا گیا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق فی النار، ح:4923۔

اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا وہ اقرار کرے گا اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو پھر تم نے کونسا عمل کیا؟ وہ جواب دے گا کہ جس راہ اور سبیل میں خرچ کرنا تجھے پسند تھا میں نے وہاں اپنا مال خرچ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے خرچ کیا کہ تجھے سخی کہا جائے تو اس طرح کہا جا چکا (یعنی تیری سخاوت کی خوب تعریف کی جا چکی) پھر اس کیلئے بھی حکم دیا جائے گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

ناظرین: یہ تینوں اعمال بڑے مرتبے اور اجر کا باعث ہیں۔ شہادت، تلاوت اور سخاوت جیسے اعمال میں بھی شہرت اور ریا کاری کی نیت ہو تو وہ باطل اور برباد قرار پاتے ہیں ان کیلئے کوئی اجر اور ثواب نہیں ہو گا بلکہ اس طرح کے شہید، عالم، قاری یا سخی کیلئے شدید عذاب اور بڑی ذلت ہو گی تو پھر اخلاص کے بغیر دیگر اعمال کا کیا فائدہ ہو گا۔

۲۔ عن جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ من سمع سمع اللہ به ومن یرائی یرائی اللہ به۔[1]

یعنی جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے عمل میں شہرت کا قصد کیا تو اللہ اس کی شہرت کر دے گا اور جس نے دکھلانے کیلئے عمل کیا اللہ اسے لوگوں میں ظاہر کر دے گا۔

تشریح: یعنی جس کی جو نیت ہو گی اسے وہی ملے گا، حافظ منذری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ومعناہ من اظهر عمله للناس ریاء اظهر اللہ نیته الفاسدة فی عمله یوم القیامة وفضحه علی رؤس الاشهاد۔

یعنی جس نے لوگوں کو دکھلانے اور ریا کاری کے خاطر اپنا عمل ظاہر کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے سامنے اس کی فاسد اور بری نیت کو ظاہر کر کے اسے ذلیل و رسوا کر دے گا، اس کی تائید مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

---

(1) صحیح بخاری کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، ح: 6499، صحیح مسلم کتاب الزهد والرقائق، باب تحریم الریاء، ح: 2986، 2987۔

۳۔عن معاذ بن جبل عن رسول اللہ ﷺ قال مامن عبد یقوم فی الدنیا مقام سمعۃ ورياء الا سمع اللہ به علی رؤس الخلائق یوم القیامة.[1]

یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دنیا میں ریاکاری، اور لوگوں کو بتلانے کیلئے عمل کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے اس کا عمل بتلا اور دکھلا دے گا یعنی اس کیلئے کوئی اجر نہ ہوگا۔

۴۔عن محمود بن لبید قال خرج النبی ﷺ فقال یاایھا الناس ایاکم وشرك السرائر قالوا یا رسول اللہ وما الشرك السرائر؟ قال یقوم الرجل فیصلی فیزین صلواته ویجاهد لما یری من نظر الناس إلیه وذالك شرك السرائر.[2]

یعنی محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے اور فرمایا کہ اے انسانو! خفیہ اور اندرونی شرک سے بچو لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ خفیہ شرک کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بندہ نماز پڑھنے کیلئے اٹھے اور دیکھے کہ اگر لوگ اسے دیکھ رہے ہیں تو (اطمینان اور سکون سے ٹھہر ٹھہر کر) مزین کر کے پڑھے یہ خفیہ اور اندرونی شرک ہے۔

تشریح: مومن کو چاہئے کہ ظاہر اور باطن میں عبادت کو بہتر اور اچھے انداز سے ادا کرے یہی اخلاص والے اور موحدین کا طریقہ کار ہے۔

۵۔عن زید بن أسلم عن أبیه عن عُمر بن الخطاب أنه خرج یوما إلی مسجد رسول اللہ ﷺ فوجد معاذ بن جبل قاعدا عند قبر النبی ﷺ یبکی فقال ما یبکیك؟ قال: حدیث سمعته من رسول اللہ ﷺ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول إن یسیر الریاء شرك.. الحدیث[3]

---

(۱) معجم طبرانی کبیر ج:20، ص:119۔

(۲) صحیح ابن خزیمہ ج:2، ص:67، ح:937۔

(۳) سنن ابن ماجہ کتاب الفتن، باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن، ح:3989، مستدرک حاکم ج:1، ص:44، ج:4، ص:364، ح:7933، 4، قال الحاکم صحیح ولا علۃ لہ ووافقہ الذہبی۔

یعنی امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف نکلے تو معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس روتا ہوا پایا دریافت کرنے پر انہوں نے بتلایا کہ میں ایک حدیث کی وجہ سے رو رہا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معمولی نوعیت کی ریاکاری بھی شرک ہے۔

تشریح: یہ اس لئے کہ نیک اعمال سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی مطلوب ہوتی ہے پھر اس میں کسی اور کو اس طرح شریک کرنا کہ اُس کی رضامندی اور خوشنودی بھی تلاش کرنا شرک نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا؟

۶۔ عن محمود بن لبيد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر قالوا وما الشرك الأصغر يا رسول الله قال الرياء يقول الله عز وجل لهم يوم القيامة إذا جزى الناس بأعمالهم اذهبوا إلى الذين كنتم تراءون في الدنيا فانظروا هل تجدون عندهم جزاء.[1]

یعنی محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر (شرکِ اصغر) سب سے چھوٹے شرک کا ڈر اور خطرہ ہے، صحابہ نے پوچھا (شرک اصغر) چھوٹا شرک کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریاکاری (قیامت کے دن) جب اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو ریاکاروں سے کہے گا تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہیں دکھلانے کیلئے تم نے اعمال کیئے پھر دیکھو کہ تمہیں ان کے پاس کوئی بدلہ ملتا ہے یا نہیں؟

تشریح: یعنی جن کو خوش کرنے کیلئے تم نے اعمال کیئے اجر بھی انہی سے طلب کرو جبکہ ان کے پاس نہ کوئی اجر ہوگا نہ ثواب بلکہ وہ تو اس کی طاقت ہی نہیں رکھتے تو پھر کسی کو دکھلانے یا بتلانے کیلئے اعمال کیوں کئے جائیں۔

فائدہ: مذکورہ احادیث الترغیب والترھیب ج ۱ ص ۶۱ تا ۶۹ سے نقل کی گئی ہے۔

خلاصہ: ان آیات و احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اعمال میں اخلاص کا حکم دیا گیا

---

[1] مسند احمد ج:5،ص:428، شعب الایمان ج:5،ص:333، ح:6831۔

ہے، مسلمانوں کیلئے اخلاص واجب ہے اسی سے اعمال قابل قبول ہونگے اور اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی، دعاؤں کی قبولیت کیلئے بڑا سبب اخلاص ہے، اخلاص اہل اسلام کا طریقہ اور نشانی ہے اس کے مقابلے میں ریاکاری کافروں اور منافقوں کا کام ہے ریاکار کا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوتا خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور اچھا نظر آئے اس کیلئے کوئی اجر وثواب نہیں ہے بلکہ سخت عذاب، ذلت اور ویل کا باعث ہے قیامت کے دن اس کی نیت بد کو ظاہر کرکے اسے رسوا اور خوار کردیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جن کی رضامندی کیلئے تم نے عمل کیا اجر بھی ان ہی کے پاس تلاش کرو۔

تیرھواں باب
اہلِ توحید کے عقیدے
کے بارے میں

تیرہواں باب

اہل توحید کے عقیدے کے بارے میں

جاننا چاہیے کہ موحدین کا عقیدہ، کلمہ لا الہ الا اللہ ہے لیکن بظاہر وہ لوگ بھی اسے تسلیم کرتے ہیں جو سرتاپا شرکیہ عقائد میں غرق ہیں مگر یہ لوگ کلمہ توحید کو اس کی حقیقت کے مطابق تسلیم نہیں کرتے چنانچہ مشرکین کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ [1]

یعنی: ''جب انہیں کلمہ لا الہ الا اللہ (اللہ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے) بتایا جاتا ہے تو وہ سرکشی کرتے ہوئے انکار کر دیتے ہیں''

یہاں چند فصلوں کے تحت کلمہ توحید کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔

پہلی فصل: لا خالقَ الا اللہ

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق اور پیدا کرنے والا نہیں ہے جیسا کہ باب نمبر ۷ فصل ۴ میں سورۂ فاطر کی آیت ہے کہ:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ ٱللَّهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ [2]

''کیا اللہ کے علاوہ اور کوئی خالق ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق مہیا کرتا ہو اس (اللہ) کے سوا کوئی الہ نہیں ہے''

ثابت ہوا کہ لا الہ الا اللہ کا یہ معنی بھی ہے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں ہے اس کی تائید مندرجہ ذیل آیت بھی کرتی ہے:

---

[1] سورۂ صافات: 35۔

[2] سورۂ فاطر: 3۔

اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿16﴾ [1]

کیا جنہیں یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں انہوں نے بھی اللہ کی طرح مخلوق پیدا کی ہے کہ ان کی نظر میں پیدائش مشتبہ ہوگئی ہو، کہہ دیجئے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے۔

تشریح: اس آیت سے صاف ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی، کسی چیز کا خالق نہیں ہے وہ مخلوق کو پیدا کرنے میں اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، لہٰذا کلمۂ توحید کا یہ معنی بھی درست ہے کہ: لا خالق الا اللہ۔

دوسری فصل: لا مالک الا اللہ

یعنی اللہ کے علاوہ کوئی بھی حقیقی مالک نہیں ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿6﴾ [2]

یعنی ''وہی اللہ تمہارا رب ہے ساری مملکت اور بادشاہت اسی کی ہے (وہی مالک ہے) اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ہے تو پھر تم کہاں پھیر دیئے جاتے ہو''

تشریح: یعنی ہر چھوٹی بڑی، ظاہر اور پوشیدہ چیز کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مالک حقیقی، مندرجہ ذیل آیت اس کی تائید کرتی ہے:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿13﴾ [3]

یعنی ''وہی اللہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا تم جن کو پکارتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی پر چڑھی ہوئی باریک جھلی کی بھی قدرت نہیں رکھتے''۔

---

[1] سورۂ رعد:16۔

[2] سورۂ زمر:6۔

[3] سورۂ فاطر:13۔

تشریح: اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی حقیقی مالک نہیں ہے یہی مضمون آیۃ الکرسی میں بھی ہے جیسے آئندہ فصل میں بیان ہوگا، ان شاءاللہ تعالیٰ۔ کلمۂ توحید کا یہ معنی بالکل درست ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی حقیقی مالک نہیں ہے۔

تیسری فصل: لاحی ولاقیوم الااللہ

یعنی اللہ کے علاوہ نہ کوئی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور نہ ہی دنیا کو قائم رکھنے والا اور اس کا نظام سنبھالنے والا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ[1]

''اللہ (وہ ہے) جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے (وہ ہمیشہ) زندہ ہے (جہانوں کو) قائم رکھنے والا ہے اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے وہ سب کچھ اسی کی ملکیت ہے''

تشریح: یعنی ہمیشہ زندہ رہنے والا ایک اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، آئندہ آیت بھی اس کی تائید کرتی ہے:

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ[2]

''وہی اللہ ہمیشہ سے زندہ رہنے والا ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے''

تشریح: ثابت ہوا کہ ہمیشہ زندہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے اس مضمون سے متعلق چند آیات باب نمبر ۷ کی فصل ۱ میں گذریں ان میں یہ آیت بھی ہے کہ:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ[3]

---

۱) سورۂ بقرہ: 255۔

۲) سورۂ مؤمن: 65۔

۳) سورۂ قصص: 88۔

یعنی: ''اللہ کے علاوہ کوئی بھی الہٰ نہیں ہے اس کے سوا ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے''
لہٰذا کلمہ توحید کا یہ معنی بھی ہے کہ: لاحی الا اللہ۔

چوتھی فصل: لامحی ولا ممیت الا اللہ

یعنی اللہ کے سوا کوئی زندہ کرنے والا اور مارنے والا نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧ [1]

''اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے وہی تمہارا اور تمہارے آباء واجداد کا رب ہے''

تشریح: ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو زندہ کرنے والا یا مارنے والا سمجھنا شرک ہے لہٰذا کلمہ توحید کا یہ معنی برحق ہے کہ: لامحی ولاممیت الا اللہ۔

پانچویں فصل: لارازق الا اللہ

یعنی اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا رزق دینے والا نہیں ہے اس بارے میں باب ۷ کی فصل ۴ میں سورۂ فاطر کے پہلے رکوع کی آیت گذری پہلی فصل میں بھی اس طرف اشارہ کیا گیا یہ آیت زبردست شاہد ہے۔ مزید مندرجہ ذیل آیت بھی اس کی تائید کرتی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑰ [2]

''بلاشبہ جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کا اختیار بھی نہیں رکھتے اس لئے اللہ سے رزق طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور شکر ادا کرو تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے''۔

تشریح: ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی رزق دینے والا نہیں ہے لہٰذا یہ معنی حق وسچ ہے کہ: لارازق الا اللہ۔

---

(۱) سورۂ دخان: 8۔
(۲) سورۂ عنکبوت: 17۔

چھٹی فصل: لاحاکم الااللہ

اللہ کے علاوہ کوئی حاکم حقیقی نہیں ہے اس بارے میں باب ۷ کی فصل ا میں سورۃ القصص کے آخری رکوع کی آیت گذری جس میں ہے کہ:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝[1]

''اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں ہے اس کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے ہر امر و حکم اسی کا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے''

اس معنی میں دیگر آیات بھی ہیں:

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝[2]

''اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے دنیا و آخرت میں اسی کی تعریف ہے، حکومت اسی کی ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے''

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ[3]

''حکم صرف اللہ ہی کا ہے''

وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ۝[4]

''اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا''

تشریح: ان آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی حاکم حقیقی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اس صفت حاکمیت میں شریک ہے اور نہ ہی کوئی اس کے حکم کے بعد کوئی دوسرا حکم چلا سکتا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

---

۱ سورۂ قصص:88۔
۲ سورۂ قصص:70۔
۳ سورۂ انعام:57۔
۴ سورۂ کہف:26۔

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ[1]

''اللہ تعالیٰ حکم کرے تو اس کے حکم کو کوئی روکنے والا نہیں ہے''

ثابت ہوا کہ کلمہ توحید کا یہ معنیٰ بھی درست ہے کہ: لا حاکم الا اللہ۔

ساتویں فصل: لا قاضی الا اللہ

یعنی دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کرنے والا نہیں ہے، تمام فیصلے وہ اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۲۰[2]

''اور اللہ انصاف کے ساتھ فیصلے کرتا ہے اور اللہ کے علاوہ جن کو پکارتے ہیں وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے بے شک اللہ ہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے''

تشریح: ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی فیصلے کرنے والا نہیں ہے دنیا میں مشکل کشائی کے اسباب وہی بناتا ہے اور آخرت میں وہی حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا، اس میں کسی دوسرے کو دخل اندازی کا کوئی حق نہیں ہے، جو لوگ فیصلے کیلئے یا آخرت میں نجات کیلئے دوسروں کو پکارتے ہیں وہ صریح طور پر شرک کر رہے ہیں کیونکہ ایسا دعویٰ تو خود رسول اللہ ﷺ نے بھی نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَاۗءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۵۶ قُلْ اِنِّىْ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۝۵۷ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ

---

[1] سورۂ رعد:41۔

[2] سورۂ مومن:20۔

چھٹی فصل: لاحاکم الا اللہ

اللہ کے علاوہ کوئی حاکم حقیقی نہیں ہے اس بارے میں باب ۷ کی فصل ۱ میں سورۃ القصص کے آخری رکوع کی آیت گذری جس میں ہے کہ:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٨﴾ [1]

''اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں ہے اس کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے ہر امر و حکم اسی کا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے''

اس معنی میں دیگر آیات بھی ہیں:

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ [2]

''اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے دنیا و آخرت میں اسی کی تعریف ہے، حکومت اسی کی ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے''

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ [3]

''حکم صرف اللہ ہی کا ہے''

وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٦﴾ [4]

''اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا''

تشریح: ان آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی حاکم حقیقی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اس صفت حاکمیت میں شریک ہے اور نہ ہی کوئی اس کے حکم کے بعد کوئی دوسرا حکم چلا سکتا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

---

۱) سورۂ قصص:88۔

۲) سورۂ قصص:70۔

۳) سورۂ انعام:57۔

۴) سورۂ کہف:26۔

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ [1]

''اللہ تعالیٰ حکم کرے تو اس کے حکم کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے''

ثابت ہوا کہ کلمہ توحید کا یہ معنی بھی درست ہے کہ: لا حاکم الا اللہ۔

ساتویں فصل: لا قاضی الا اللہ

یعنی دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کرنے والا نہیں ہے، تمام فیصلے وہ اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ [2]

''اور اللہ انصاف کے ساتھ فیصلے کرتا ہے اور اللہ کے علاوہ جن کو پکارتے ہیں وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے بے شک اللہ ہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے''

تشریح: ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی فیصلے کرنے والا نہیں ہے دنیا میں مشکل کشائی کے اسباب وہی بناتا ہے اور آخرت میں وہی حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا، اس میں کسی دوسرے کو دخل اندازی کا کوئی حق نہیں ہے، جو لوگ فیصلے کیلئے یا آخرت میں نجات کیلئے دوسروں کو پکارتے ہیں وہ صریح طور پر شرک کر رہے ہیں کیونکہ ایسا دعویٰ تو خود رسول اللہ ﷺ نے بھی نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ

[1] سورۂ رعد:41۔

[2] سورۂ مؤمن:20۔

بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِالظّٰلِمِيۡنَ ۝۵۸ [1]

''اے پیغمبر ﷺ ان سے) کہہ دیں کہ تم جن کو اللہ کے علاوہ پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت کرنے سے منع کر دیا گیا ہے، آپ کہہ دیں کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرونگا (اگر میں نے تمہاری خواہشات کی پیروی کی تو) اس وقت ضرور گمراہ ہو جاؤں گا، اور میں ہدایت یافتہ نہ ہوں گا، آپ کہہ دیں میں اپنے رب کی طرف سے ظاہر دلیل اور حجت پر ہوں جسے تم جھٹلاتے ہو، جس (عذاب) کے لانے کی تم جلدی مچاتے وہ میرے پاس نہیں ہے، وہ سچ بیان کرتا ہے اور وہ تمام فیصلے کرنے والوں سے بہتر ہے آپ کہہ دیں کہ جس (عذاب) کے لانے کی تم جلدی کر رہے ہو اگر وہ میرے اختیار میں ہوتا تو تمہارے اور میرے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور اللہ ظالموں کو اچھی طرح جاننے والا ہے''۔

تشریح: یعنی کافروں نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ تم ہر وقت ہمیں عذاب سے ڈراتے رہتے ہو تو اب جلدی فیصلہ کرو اور عذاب لا کر دکھاؤ، اس پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو سمجھایا کہ آپ انہیں یہ جواب دیں کہ اس طرح فیصلہ کرنا میرے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ یہ فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جب چاہے اور جیسا چاہے فیصلہ کرے، اگر اس طرح عذاب لانا میرے اختیار میں ہوتا تو تمہارے بار بار مطالبے پر ہمارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔

پھر جب ایسا اختیار رسول اللہ ﷺ کو بھی نہیں ہے تو پھر اور کون ہے جو ایسا دعویٰ کر سکتا ہے؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ کلمہ توحید کا یہ معنی بھی بالکل معقول ہے کہ: لا قاضی الا اللہ۔

آٹھویں فصل: لا غافر الذنوب الا اللہ

یعنی اللہ کے علاوہ کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں ہے:

تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِۙ ۝۲ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِيۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ذِى الطَّوۡلِ‌ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ ؕ اِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ۝۳ [2]

---

[1] سورۂ انعام: 56-58۔

[2] سورۂ مؤمن: 2-3۔

''اس کتاب کا نازل کرنا، اللہ غالب جاننے والے کی طرف سے ہے جو گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا سخت سزا دینے والا اور قوت والا ہے اس کے علاوہ اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے''

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں ہے یہ اس کی صفت ہے کہ:

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ[1]

''جس کو چاہے معاف کردے اور جسے چاہے عذاب دے۔

اسی چیز کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ[2]

''اور اللہ کے علاوہ اور کون ہے جو گناہ معاف کرے؟

تشریح: یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا یہ معنیٰ بھی ہے کہ: لا غافر الذنب الا اللہ۔

نویں فصل: لا کاشف الضر الا اللہ

یعنی اللہ کے علاوہ اور کوئی مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہے جیسا کہ باب نمبر ۹ فصل ۶ میں آیات گزر چکیں، لہٰذا یہ معنیٰ بھی کلمہ توحید میں داخل ہے۔

دسویں فصل: لا مالک الخزائن الا اللہ

یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور کسی بھی چیز کے خزانے کا مالک نہیں ہے، بلکہ تمام اشیاء کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اس بارے میں باب نمبر ۹ فصل ۶ کے ذیل میں آیات مذکور ہوئیں لہٰذا کلمہ توحید اس معنیٰ کو بھی شامل ہے۔

---

(۱) سورۂ بقرہ:284۔

(۲) سورۂ آل عمران:135۔

گیارھویں فصل: لا معطی ولا مانع الا اللہ

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی عطا کرنے والا اور روکنے والا نہیں ہے جیسا کہ باب نمبر ۹ فصل ۶ کے ذیل میں رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا ''اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت'' گذری۔ یعنی: ''اے اللہ جسے تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے۔'' نیز باب نمبر ۷ کی فصل ۴ میں سورۂ فاطر کے پہلے رکوع کی آیت گذری کہ ''جس کیلئے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور مہربانی کے دروازے کھول دے تو اس کو کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو وہ بند کردے اسے کوئی کھولنے والا نہیں''

ثابت ہوا کہ کلمہ توحید کا یہ معنی بھی درست ہے کہ: لا معطی ولا مانع الا اللہ۔

بارھویں فصل: لا وکیل الا اللہ

یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی کارساز نہیں ہے کہ اپنے تمام امور حل کرنے کے لیے جس کے سپرد کردیئے جائیں، جیسا کہ ارشاد ہے:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ [1]

''وہ مشرق ومغرب کا رب ہے جس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے لہٰذا تم اسے ہی اپنا کارساز بنالو''

تشریح: وکیل اور کارساز اسے سمجھا جاتا ہے جس کے سپرد اپنے کام کردیئے جائیں اور جو تمام امور حل کرنے کی صلاحیت اور قدرت رکھتا ہو اور یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اسی لئے فرمایا:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ [2]

''جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے کام اس کے سپرد کردیئے تو وہ اس کیلئے کافی ہے''۔

لہٰذا اللہ کے علاوہ کسی اور پر اس طرح کا بھروسہ وتوکل کرنا منع ہے کیونکہ وہ کچھ بھی

---

[1] سورۂ مزمل: 9۔

[2] سورۂ طلاق: 3۔

نہیں کرسکتا اور نہ ہی کچھ کرنے کا اختیار اس کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ﴿٢﴾ [1]

''ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا کی اور اسے بنی اسرائیل کیلئے ہدایت والا بنایا (ہم نے کہا کہ) میرے علاوہ کوئی وکیل اور کارساز نہ بناؤ''

بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا بھی یہی ہے کہ میں کسی کا وکیل اور ذمہ دار نہیں ہوں جیسا کہ فرمان ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٨﴾ [2]

''(آپ کہہ دیں) اے لوگو! بے شک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آچکا ہے جو ہدایت یافتہ ہوگا تو اپنے لئے ہدایت یافتہ ہوگا اور اس کی گمراہی کا وبال بھی اسی پر ہے میں تمہارا وکیل (ذمہ دار) نہیں ہوں''۔ لہٰذا کلمہ توحید اس چیز کو بھی متضمن ہے کہ: لا وکیل الا اللہ۔

تیرھویں فصل: لا ناصر الا اللہ

یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہے اس بارے میں باب نمبر ۹ کی فصل ۷ میں آیات مذکور ہوئیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہے لہٰذا کلمہ توحید کا یہ معنیٰ بھی درست ہے کہ: لا ناصر الا اللہ۔

چودھویں فصل: لا معز و لا مذل الا اللہ

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عزت یا ذلت دینے والا نہیں ہے بظاہر دنیا میں کسی کو عزت

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل:2۔

[2] سورۃ یونس:108۔

اور کسی کو ذلت ملتی ہے وہ بھی اسی کے حکم سے ہے جیسا کہ باب نمبر ۹ فصل ۸ میں آل عمران کی تیسرے رکوع کی آیت ذکر ہوئی جس میں ہے کہ:

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ[1]

یعنی: تو جسے عزت عطا کرے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩[2]

اللہ جسے رسوا کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں ہے وہ اللہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔

لہٰذا کلمہ توحید اس معنی کو بھی شامل ہے کہ: لا معزو لا مذل الا اللہ۔

پندرھویں فصل: لا ولی الا اللہ

یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ایسا ولی اور دوست نہیں ہے جو ہر چیز پر قادر ہو اور اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے جائیں جیسا کہ باب نمبر ۹ فصل ۷ میں سورۂ بقرۃ کے تیرھویں رکوع کی آیت گذری کہ اللہ کے سوا کوئی ولی یا مددگار نہیں ہے مزید چند آیات ملاحظہ ہوں:

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝[3]

''کیا لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسرے کارساز اور ولی بنا لئے ہیں؟ حالانکہ اللہ ہی کارساز یا ولی ہے وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔

تشریح: یعنی مارنے اور زندہ کرنے والا، ہر چیز پر قادر، ولی، ایک اللہ ہی ہے اس کے علاوہ کوئی بھی اس طرح کی قدرت رکھنے والا ولی نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

---

[1] سورۂ آل عمران: 26۔
[2] سورۂ حج: 18۔
[3] سورۂ شوریٰ: 9۔

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾ [1]

اور (اللہ) وہی ہے جو (لوگوں کے) ناامید ہو جانے کے بعد بارش نازل فرماتا ہے اور اپنی رحمت بکھیرتا (پھیلاتا) ہے وہی تعریف کیا ہوا کارساز یا ولی ہے۔

تشریح: جس ولی سے خیر وبرکت کی امید رکھی جائے وہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہے، اور وہ ہمیشہ ہر حال میں تعریف کیا ہوا ہے۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهُ حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿٦﴾ [2]

''جنہوں نے اللہ کے سوا دوسرے دوست یا ولی بنا لئے ہیں ان پر اللہ ہی نگہبان ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہے''

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ ہی ان کے کرتوتوں سے باخبر اور واقف ہے وہ خود ہی ان کے بارے میں فیصلہ کرے گا اور ان کے عمل کا بدلہ دے گا، یہ بات آپ کے ذمہ نہیں ہے لہٰذا آپ صرف اپنے منصب، تبلیغ اور دعوت میں مشغول رہیں۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنی حاجت وضروریات میں کوئی دوسرا ولی یا دوست مقرر کرنا بڑا گناہ ہے۔

قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۗ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٤﴾ [3]

---

(1) سورۂ شوریٰ:28۔

(2) سورۂ شوریٰ:6۔

(3) سورۂ انعام:14۔

آپ کہیے کہ کیا اللہ کے سوا، جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جو کہ کھانے کو دیتا ہے اور اس کو کوئی کھانے کو نہیں دیتا، اور کسی کو معبود قرار دوں، آپ فرما دیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں اور تو مشرکین میں ہرگز نہ ہونا۔

تشریح: اس آیت سے صاف واضح ہے کہ بندگی اور مدد مانگنے کے لائق وہی ولی ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور ایسا ولی اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا، نیز یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو ان امور کیلئے ولی تسلیم کرنا شرک ہے اور ایسا کرنے والا مشرک ہے، یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی ضروریات و مشکلات میں کسی دوسرے کو ولی نہیں بنایا، چنانچہ یوسف علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ [1]

”اے میرے رب تو نے مجھے حکومت عطا کی اور خوابوں کی تعبیر سکھلائی اے آسمانوں اور زمینوں کو بنانے والے تو ہی دنیا و آخرت میں میرا ولی اور وارث ہے، مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں مارنا اور نیک لوگوں میں شمار کرنا“

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا:

اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ [2]

”تو ہی ہمارا ولی اور نگہبان ہے اس لئے ہمیں معاف فرما دے اور ہم پر رحم کر اور تو ہی (سب سے) بہتر معافی عطا کرنے والا ہے، دنیا و آخرت میں ہمارے لئے بھلائی لکھ دے

---

(۱) سورۂ یوسف: 101۔

(۲) سورۂ اعراف: 155-156۔

اور بے شک ہم تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں''

رسول اللہ ﷺ کو بھی اسی طرح اعلان کرنے کا حکم دیا گیا:

﴿إِنَّ وَلِـِّۧيَ ٱللَّهُ ٱلَّذِي نَزَّلَ ٱلۡكِتَٰبَۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى ٱلصَّٰلِحِينَ ۝١٩٦ وَٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِهِۦ لَا يَسۡتَطِيعُونَ نَصۡرَكُمۡ وَلَآ أَنفُسَهُمۡ يَنصُرُونَ ۝١٩٧﴾[1]

''بلاشبہ میرا ولی اور مددگار اللہ ہی ہے جس نے کتاب (قرآن) نازل فرمائی وہی نیکوکاروں کا ولی ہے، اس اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

تشریح: ان آیات سے ثابت ہوا کہ کلمہ توحید کا یہ معنی بھی نہایت موزوں ہے کہ: لا ولی الا اللہ۔

سولہویں فصل: لا محبوب الا اللہ

یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی محبوب نہیں ہے جس سے ہر چیز کی امید وابستہ کی جائے، جیسا کہ باب نمبر ۷ فصل ۱۹ میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرح کسی سے محبت کرنا بھی شرک ہے کیونکہ حقیقی محبوب اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا اس کے ہر فرمان اور اس کے مبعوث کردہ رسول ﷺ کے ہر قول و فعل کو باقی لوگوں کی رائے سے مقدم کرنا ہے، یعنی قرآن و حدیث کے مدمقابل ہر رائے اور قول کو ترک کر دینا ہے اللہ سے محبت کا یہی تقاضہ ہے ورنہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان یعنی قرآن و حدیث کے مقابلے میں اپنے بڑوں (پیروں، اماموں، فقہاء و مجتہدین) کے اقوال کو ترک نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں شرک کر رہے ہیں، لہٰذا کلمہ توحید کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ: لا محبوب الا اللہ۔

سترہویں فصل: لاحول ولا قوۃ الا باللہ

یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو کسی کی حالت تبدیل کر دے، نیک سے بد یا

---

[1] سورۂ اعراف: 196-197۔

بد سے نیک بنا دے، اس کی مدد کے علاوہ کسی کے پاس کوئی قوت وطاقت نہیں ہے، قرآن مجید میں دو شخصوں کا واقعہ مذکور ہے جن میں سے ایک کے پاس دو باغ تھے ان کی آپس میں گفتگو ہوئی، چنانچہ دوسرے نے باغ والے کو سمجھاتے ہوئے کہا:

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ [1]

''(میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ) میرا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتا، (تو تم) جب اپنے باغ میں داخل ہوتے ہو تو ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کیوں نہیں کہتے؟ (یعنی وہ کچھ ہوگا) جو اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ اللہ کی مدد کے بغیر کسی کے پاس کوئی طاقت وقوت نہیں ہے''

تشریح: اس آیت پر عمل کرتے ہوئے ہمارے سلف صالحین امام عروہ بن زبیر تابعی، امام ابن شہاب زہری تابعی، اور امام مالک رحمہ اللہ جب اپنے مال کے پاس آتے یا باغ میں داخل ہوتے تو ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کہتے تھے۔ [2]

صحیح بخاری (ج ۲ ص ۹۴۸، ۹۴۹) میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں ایسا کلمہ نہ سکھاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ہو میں نے عرض کی ضرور سکھایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ''۔ [3]

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کی حالت تبدیل کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اس کی مدد کے علاوہ کسی کی کوئی طاقت وقوت اس کے لیے کارگر ثابت ہوگی۔

اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کلمہ کی تفسیر اس طرح منقول ہے کہ:

لاحول بنا على العمل بالطاعة الا بالله ولا قوة لنا على ترك المعصية الا بالله۔

---

(1) سورۂ کہف: 38-39۔

(2) درمنثور ج: 4، ص: 222-223۔

(3) صحیح بخاری کتاب القدر، باب لاحول ولاقوۃ الا باللہ، ح: 6610۔

یعنی: ''اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ہم عمل صالح کی طرف رخ اور التفات کر ہی نہیں سکتے اور نہ ہی اس کی مدد کے سوا گناہوں کو ترک کرنے کی ہم میں قوت ہے''

زہیر بن محمد تمیمی تابعی سے اس کی تفسیر یوں منقول ہے کہ:

''اللہ کی مدد اور توفیق کے بغیر نہ ہم کوئی پسندیدہ چیز یا عمل حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی ناپسندیدہ چیز یا عمل سے بچ سکتے ہیں''۔[1]

الغرض: کلمہ لا الہ الا اللہ کا یہ معنیٰ بھی انتہائی مناسب ہے کہ: لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ذیل

صوفی حضرات کلمہ لا الہ الا اللہ کا معنی یہ کرتے ہیں کہ ''لاموجود الاھو'' یعنی اللہ کے علاوہ کوئی دوسری چیز موجود ہے ہی نہیں لہٰذا وہ اللہ کے علاوہ دوسری اشیاء کا وجود تسلیم نہیں کرتے، اس لئے وہ ہر چیز کو اللہ کہتے ہیں، جیسا کہ خواجہ غلام فرید کا شعر ہے کہ:

بن دلبر شکل جہاں آیا ٭ ہر صورت عین عیاں آیا

یہ باطل وکفریہ عقیدہ ہے، جس کی مکمل تفصیل ہماری کتاب ''توحیدِ خالص'' میں مذکور ہے، یہاں صرف اتنا عرض کرنا مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی پوری کائنات کو وجود بخشا ہے یہ اس کی قدرت کا کمال ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ط[2]

اور ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو ناحق پیدا نہیں کیا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾[3]

---

(1) درمنثور ج:1، ص:224۔

(2) سورۃ ص:27۔

(3) سورۃ ق:38۔

یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کو (صرف) چھ دن میں پیدا کر دیا اور ہمیں تھکان نے چھوا تک نہیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ [1]

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان تمام اشیاء کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا نیز انہیں بیکار اور فضول نہیں بنایا بلکہ حق کے ساتھ وجود بخشا ہے۔

ناظرین: مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام اشیاء کو وجود بخشنے کا ثبوت موجود ہے یعنی سات آسمان، سات زمینوں، اور ان میں ملائکہ، سورج، چاند، ستاروں، انسانوں، جنوں، حیوانوں، جانوروں، پرندوں، کیڑے مکوڑوں، نباتات، جمادات، ہوا، آگ، پانی، بادلوں، وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، اور عدم سے وجود بخشا ہے لہٰذا ان کے وجود کو تسلیم کرنا پڑے گا جس سے اللہ کی صفتِ خالقیت ظاہر ہوتی ہے لہٰذا یہ کہنا کہ اس کے سوا کسی کا وجود ہی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا انکار ہے یعنی اگر کوئی چیز موجود ہی نہیں ہے تو پھر اس نے کیا پیدا کیا؟ اس سے بڑا کفر اور کیا ہوگا؟ مگر اللہ تعالیٰ کے وجود اور دوسری چیزوں کے وجود میں ظاہری فرق یہ ہے کہ اللہ کا وجود ازلی، ابدی، دائمی، بے مثل، اور ہر فنا اور ہلاکت سے پاک ہے جبکہ دوسری ہر چیز کا وجود نیا، حادث، پیدا شدہ اور فانی ہے اور یہ بے مثل بھی نہیں ہے لہٰذا درست عقیدہ یہی ہے کہ موجودات میں سے کوئی بھی چیز عبادت کے لائق نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کی کسی صفت میں شریک ہے یہی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا صحیح مفہوم ہے۔

[1] سورۂ دخان: 38-39۔

چودھواں باب
مشرکین
کی صفات وخصائل

چودھواں باب

مشرکین کی صفات وخصائل

تمام نیک اعمال کی بنیاد اور اساس توحید ہے پھر جس قدر توحید مضبوط اور بہتر ہوگی اسی قدر دیگر اعمال واخلاق اچھے اور بہتر ہونگے اور جس قدر شرک ہوگا اسی قدر اعمال میں برائی اور کوتاہی ہوگی، لہٰذا اس باب میں مشرکین کی خاص صفات اور خصائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

ا۔ نماز چھوڑنا:

نماز توحید کا عملی نمونہ ہے کہ بندہ ایک اللہ کے سامنے قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ کرتا ہے اسی سے دعائیں مانگتا ہے، نماز میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کی جاتی ہے خصوصاً:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ [1]

یعنی: ''ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں''

کہہ کر توحید کا اعلان کیا جاتا ہے اور اپنا ایمان تازہ کیا جاتا ہے، ایسے عمل سے کوئی بھی موحد کبھی کوتاہی نہیں کرے گا، جس قدر اس کا عقیدۂ توحید ٹھوس اور مضبوط ہوگا اسی قدر وہ نماز کی حفاظت کرتا رہے گا، مگر حالت شرک میں وہ نماز کی محافظت نہ کرسکے گا بلکہ اکثر اوقات کوتاہی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ [2]

''اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہوکر (عبادت کرو) اور اسی سے ڈرو اور نماز پڑھتے رہو اور مشرکین میں سے نہ ہوجاؤ۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں ''وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝'' (مشرکوں میں

(1) سورۂ فاتحہ: 4۔

(2) سورۂ روم: 31۔

سے نہ ہو جاؤ) بعض کے مطابق مذکورہ احکامات کی فہرست میں شامل ہے یعنی معنی یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بن جاؤ اسی سے ڈرو، اور نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو۔ یعنی اس آیت میں متعدد حکم دیئے گئے ہیں۔

اور بعض کا کہنا ہے کہ اس جملہ کا تعلق ''اقیموا الصلاۃ'' کے ساتھ ہے یعنی نماز قائم کرو اور اسے ترک کر کے مشرک نہ بنو، مقصد یہ ہے کہ نماز چھوڑ دینے سے تم مشرک بن جاؤ گے۔[1]

دونوں معانی اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں، دوسرے معنی کے مطابق نماز چھوڑنا مشرکین کا عمل ہے، ایک اور مقام پر واضح کر دیا گیا ہے کہ آخرت پر ایمان رکھنے والے نماز کو ترک نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾[2]

''جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں اور وہ نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں''

تشریح: مشرکین کا آخرت پر ایمان نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾[3]

''اور جب خالص اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل بدکنے لگتے ہیں جو آخرت کو نہیں مانتے اور جب اللہ کے علاوہ دوسروں کو یاد کیا جاتا ہے تو اس وقت وہ خوش ہوتے ہیں''

تشریح: دونوں آیات کے مفہوم کو یکجا کرنے سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کا آخرت پر ایمان نہیں ہوتا وہ نمازوں کی حفاظت نہیں کرتے اور آخرت کو نہ ماننے والوں کی یہ نشانی ہے کہ وہ مشرک ہوتے ہیں، ثابت ہوا کہ نماز نہ پڑھنا مشرکین کی خصلت ہے نہ کہ موحدین کی، چنانچہ

---

(1) روح المعانی ج:3، ص:37۔

(2) سورۂ انعام:92۔

(3) سورۂ زمر:45۔

حدیث میں بھی مذکور ہے کہ:

۱۔ عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ بین الرجل وبین الشرك والکفر ترك الصلاۃ۔[1]

یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے اور شرک وکفر کے درمیان (فرق) نماز کو ترک کرنا ہے۔

۲۔ وعن ثوبان رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول بین العبد وبین الکفر والایمان الصلاۃ فاذا ترکھا فقد اشرك۔[2]

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بندے اور کفر وایمان کے درمیان فرق، نماز ہے پھر جس شخص نے اسے ترک کردیا تو بلاشبہ اس نے شرک کیا۔

تشریح: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نماز ترک کرنا مشرکوں کا کام ہے۔

فائدہ:۔ یہ حدیثیں الترغیب والترھیب ج ۱ ص ۳۷۸، ۳۷۹ سے نقل کی گئی ہیں۔

۲۔ زکاۃ ادا نہ کرنا:

موحد آدمی اپنی جان اور مال اللہ تعالیٰ کی ملکیت تصور کرتا ہے، اس لئے اللہ کے راستے میں بخل سے کام نہیں لیتا، اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کی قربانی دینے کیلئے تیار رہتا ہے، جتنا وہ توحید میں پختہ ہوگا اسی طرح قربانی کیلئے تیار ہوگا، مگر ایک مشرک کیلئے کئی درگاہیں ہوتی ہیں کسی کیلئے گیارہویں، کسی کا عرس، کسی کی نذر ونیاز، کسی کے کونڈے اور کسی کے ختم وغیرہ بس وہ انہی چیزوں میں خوش رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ زکاۃ کا اسے خیال ہی نہیں رہتا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے زکاۃ نہ دینے کو مشرکین کی صفات میں شمار کیا ہے:

فرمانِ الٰہی ہے:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ، ح:82۔

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فیمن ترک الصلاۃ، ح:1080۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾ (1)

''(اے پیغمبران سے) کہہ دیں کہ میں (بھی) تمہاری طرح بشر (انسان/آدمی) ہوں مگر میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک اللہ ہے اس لئے اسی کی طرف متوجہ اور سیدھے رہو اور اسی سے بخشش طلب کرو (ان) مشرکین کیلئے ویل ہے جو زکاۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کو بھی نہیں مانتے''

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ زکاۃ نہ دینا مشرکین کی عادت ہے نہ کہ موحدین کی، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توحید کامل پر ثابت قدم رکھے۔ (آمین)

اور منافقین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ:

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ (2)

کہہ دیجئے کہ تم خوشی یا ناخوشی کسی طرح بھی خرچ کرو قبول تو ہرگز نہ کیا جائے گا، یقیناً تم فاسق لوگ ہو۔ کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں۔

تشریح: منافق اپنے آپ کو مسلمان و موحد ظاہر کرتے تھے مگر ان کی اندرونی حالت اس کے برعکس ہوتی تھی، ثابت ہوا کہ مشرک اول تو زکاۃ ادا کرنے سے ہی جی چراتے ہیں لیکن اگر

(1) سورۂ حم سجدۃ: 6-7۔

(2) سورۂ توبہ: 53-54۔

مجبوراً دینی پڑ جائے تو بھی دل کی خوشی سے ادا نہیں کرتے بلکہ اس پر رنجیدہ اور ناخوش ہوتے ہیں۔

۳۔ روزے نہ رکھنا:

موحد جس قدر توحید میں مضبوط ہوگا اسی قدر وہ اپنے مالک کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کرے گا، موحدین کے روزے اسی سلسلے کی کڑی ہیں کہ وہ اپنے مالک کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے اپنے نفس کو کھانے، پینے اور نفسانی خواہشات سے روکے رکھتے ہیں؛ کیونکہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سہارہ اور جائے پناہ نہیں ہے اسی لئے وہ ہمیشہ اس سے ڈرتے اور اسے راضی رکھنے کی فکر میں رہتے ہیں، لیکن ایک مشرک کیلئے کئی خود ساختہ سہارے ہوتے ہیں، اس لئے اسے اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کی فکر بہت کم ہوتی ہے، بلکہ مشرکین تو اپنے خود ساختہ سہاروں (پیروں، ولیوں اور بزرگوں) کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے ذریعہ اور وسیلہ تصور کرتے ہیں اسی لئے وہ اللہ تعالیٰ کے فرائض کی پابندی کی کوئی پروا نہیں کرتے ان کیلئے روزے رکھنا یا نہ رکھنا برابر ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے روزے رکھنے کا حکم اس انداز سے دیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ [1]

''اے مؤمنو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کیئے گئے تھے اسی طرح تم پر بھی روزے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو''

تشریح: ''لعلکم تتقون'' پر غور کرنا چاہیے، کہ تقویٰ و پرہیزگاری یہ ہے کہ ہر اس عمل سے اجتناب کرے جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہو یا حرام قرار دیا ہو، حرام امور میں سب سے بڑا حرام کردہ کام اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے، اس لئے جو شرک سے بچے گا وہی اللہ تعالیٰ کے فرائض مثلاً: روزے، نماز، زکاۃ وغیرہ کی بجا آوری کرسکے گا اور مشرک ان

---

[1] سورۃ البقرہ:183۔

چیزوں کی حفاظت نہیں کرسکتا۔

۴۔ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا:

اہل توحید ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فرائض کی پاسداری کا خیال رکھتے ہیں اور حج بھی اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے مگر مشرکین، بیت اللہ کی حاضری کو عبادت تصور نہیں کرتے، اسی لئے وہ قبروں کے چکر کاٹتے، پیروں اور بزرگوں کی درگاہوں کی حاضری بھرتے رہتے ہیں، ایسے لوگ بیت اللہ میں پہنچ کر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ گویا وہ کسی پیر کی زیارت کیلئے آئے ہیں پھر اس قسم کے مشرک، اول تو حج کیلئے جاتے ہی نہیں ہیں بلکہ بعض تو درگاہوں اور مزارات کی زیارت کو ہی کافی سمجھتے ہیں بلکہ بعض تو درگاہوں کی حاضری کو حج تصور کرتے ہیں، مثلاً: ملتان میں بہاؤ الدین زکریا کی درگاہ اور سندھ میں لواری اور شاہ اویس کی درگاہ، ایسے کٹر مشرک اگر اتفاق سے حج پر چلے بھی جائیں تو اسے کسی مزار کی زیارت تصور کرتے ہیں چنانچہ ۱۹۹۴ء کا واقعہ ہے کہ حرم کعبہ میں ایک شخص سے اس بات پر بحث ہوئی جو کہتا تھا کہ کعبہ شریف کے اندر آدم علیہ السلام کی قبر ہے (نعوذ باللہ)

لہٰذا مشرک حج کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوگا لیکن اگر کسی سبب کے تحت وہاں چلا گیا تو بھی اس کی نیت اسلامی فریضہ ادا کرنے کی نہیں ہوگی گویا کہ اس کا حج کرنا اور نہ کرنا برابر ہے، مگر ایک موحد شخص درست نیت کے ساتھ وہاں جاتا ہے اور صحیح نیت کے ساتھ ارکانِ حج ادا کرتا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾ [1]

''لوگوں پر اللہ تعالیٰ کیلئے خانہ کعبہ کا حج کرنا لازم ہے اور جس نے کفر وانکار کیا (تو اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ جہانوں سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔

تشریح: جن لوگوں کے عقیدۂ توحید میں مضبوطی ہے وہ کبھی بھی اللہ کے فریضہ حج کا انکار

(1) سورۂ آل عمران: 97۔

نہیں کرتے بلکہ اس کا انکار اور اس پر اعتراض مشرک ہی کر سکتے ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، اس آیت کی تفسیر میں مفسر مجاہد تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قال لما نزلت هذه الآيت ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا﴾ الآية۔ قال اهل الملل كلهم نحن مسلمون فانزل الله: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ﴾ قال يعني على المسلمين فحج المسلمون وترك المشركون.[1]

انہوں نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''جس شخص نے اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کیا تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا'' تو تمام ادیان والوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ: ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے تو مسلمانوں نے حج کیا اور مشرکوں نے حج کو ترک کیا۔

تشریح: ثابت ہوا کہ مشرکین فریضہ حج ادا نہیں کرتے اس وقت کے مشرکین ظاہر تھے جنہوں نے واضح طور پر حج کا انکار کیا لیکن آج کل کے مشرکین واضح طور پر اور کھلا انکار کرنے کے بجائے اس طرح انکار کرتے ہیں کہ ان میں نیتِ حج خالص نہیں ہوتی جیسا کہ ابھی ذکر ہوا۔

فائدہ: کئی مالدار اور صاحب استطاعت لوگ حج نہیں کرتے بلکہ دوسرے ممالک مثلاً: لندن، پیرس، زیورچ، اور امریکا وغیرہ کی سیر و سیاحت کیلئے جاتے رہتے ہیں یہ لوگ بھی اس حکم میں شامل ہیں۔

۵۔ نمازوں میں سستی اور کاہلی کرنا:

اوپر باب نمبر ۱۲ میں سورۃ النساء کے بیسویں رکوع کی ایک آیت گذری کہ منافق نماز میں سستی کرتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ منافق اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں لیکن اندرونی طور پر وہ مشرک ہوتے ہیں، اس بارے میں حدیث ہے کہ:

عن انس قال قال رسول الله ﷺ تلك صلاة المنافق يجلس يرقب الشمس

[1] درمنثور ج:2، ص:57 بحوالہ عبد بن حمید و بیہقی۔

حتی اذا اصفرت وکانت بین قرنی الشیطان قام فنقر اربعاً لا یذکر اللہ فیھا الا قلیلا۔[1]

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے (یعنی ابھی تو بہت اونچا ہے) حتی کہ سورج زرد ہوجاتا ہے اور شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آجاتا ہے (یعنی غروب کے قریب ہوجاتا ہے) پھر یہ منافق اٹھتا ہے اور چار ٹھونگے مارلیتا ہے اور اس نماز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ اس طرح نماز میں سستی، لاپرواہی اور کاہلی اہل توحید و اسلام کا کام نہیں ہے۔

۶۔ داڑھی منڈوانا یا ترشوانا:

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں ظاہری طور پر داڑھی کے ساتھ فرق رکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ خالفوا المشرکین اوفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب وفی روایۃ انھکوا الشوارب واعفوا اللحی۔[2]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو اپنی داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں ترشواؤ۔

تشریح: اس حدیث سے دو اہم باتیں معلوم ہوئیں:

ا۔ داڑھی کو چھوڑ دینا اور مونچھوں کو کاٹنا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے لہٰذا داڑھی کاٹنا اور مونچھیں بڑھانا حرام ہے اس لئے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(۱) مشکوۃ المصابیح ص:60، صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب التبکیر بالعصر، ح:1412۔

(۲) مشکوۃ المصابیح ص:380، صحیح بخاری کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار، ح:5892، باب اعفاء اللحی، ح:5893، صحیح مسلم کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، ح:601،

فرمان کی خلاف ورزی بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ [1]

''ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو رسول اللہ (ﷺ) کی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس بات سے کہ کہیں انہی فتنہ یا دردناک عذاب نہ پہنچے''

تشریح: فتنہ شرک کے معنی میں ہے جیسا کہ

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ [2]

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ [3]

وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ [4]

اس جگہ پر بھی سلف صالحین سے فتنہ کا معنی، شرک منقول ہے، جیسا کہ ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم اور دیگر کئی اسلاف سے مروی ہے۔ (زادالمسیر ج ۱ ص ۱۹۸، ۲۳۸)

۲۔ داڑھی کو مونڈنا یا کاٹنا اور موچھیں بڑھانا مسلمانوں کی خصلت اور عادت نہیں ہے بلکہ یہ عادت مشرکین کی ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ داڑھی کو چھوڑ دو اور موچھوں کو تراشو۔

۷۔ قیامت پر ایمان نہ رکھنا:

اس بارے میں نمبر ۲ یعنی زکاۃ کے بیان میں سورہ حم سجدہ کے پہلے رکوع کی آیت ذکر ہوئی کہ مشرکین کیلئے ویل ہے جو زکاۃ ادا نہیں کرتے اور آخرت کو بھی نہیں مانتے، ثابت ہوا کہ قیامت و آخرت میں شک کرنا مشرکین کا عمل ہے۔

---

[1] سورۂ نور:63۔

[2] سورۂ بقرہ:191۔

[3] سورۂ بقرہ:193۔

[4] سورۂ بقرہ:217۔

۸۔دین کی باتوں اور شعار کا مذاق اڑانا:

ایک موحد ومؤمن کی یہ شان ہے کہ وہ دینی شعار اور مسائل کو تعظیم کی نگاہ سے دیکھتا ہے کیونکہ ہر دینی مسئلہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول اللہ ﷺ کا حکم ہوتا ہے اس کے برعکس مشرکین اور منافقین دینی شعار اور مسائل کا مذاق اڑاتے اور ان پر ہنستے رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾﴾ [1]

پس جب بھی ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تو یہ اپنے علم پر اترانے لگے، بالآخر جس چیز کو مذاق میں اڑا رہے تھے وہ ان پر الٹ پڑی۔ ہمارا عذاب دیکھتے ہی کہنے لگے کہ اللہ واحد پر ہم ایمان لائے اور جن جن کو ہم اس کا شریک بنا رہے تھے ہم نے ان سب سے انکار کیا۔ لیکن ہمارے عذاب کو دیکھ لینے کے بعد ان کے ایمان نے انہیں نفع نہ دیا۔ اللہ نے اپنا معمول یہی مقرر کر رکھا ہے جو اس کے بندوں میں برابر چلا آ رہا ہے۔ اور اس جگہ کافر خراب وخستہ ہوئے۔

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہم السلام توحید کی دعوت دیتے، شرک سے منع کرتے اور اس کے برے انجام سے خبردار کرتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے رہے، مگر وہ ماننے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے رسولوں، ان کی تعلیمات، بشارات، ڈرانے والی آیات اور معجزات کا مذاق اڑانے لگے پھر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آ پہنچا تو توبہ کرنے لگے اور اپنے خودساختہ معبودوں کے منکر ہو گئے اللہ تعالیٰ پر ایمان اور توحید کا اعلان کرنے لگے، مگر عذاب دیکھنے کے بعد توبہ قبول کرنا

---

[1] سورۂ مؤمن: 83-85۔

اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف ہے، اس لئے اس ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا، اس تقریر سے ثابت ہوا کہ مشرکین ہمیشہ سے دینی دعوت واحکامات کا مذاق اڑاتے رہے ہیں یہ عادت بد آج بھی مشرکین میں موجود ہے کہ وہ اہل توحید کا مذاق اڑاتے ہیں اور طرح طرح سے ان کے ساتھ تمسخری اور استہزاء کرتے ہیں مگر اہل توحید کو ان کی طرف توجہ نہیں دینی چاہئے کیونکہ آخرت میں کامیابی، کامرانی اور فتح اہل حق کیلئے ہے۔

پندرھواں باب
مشرک کا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوتا

پندرھواں باب
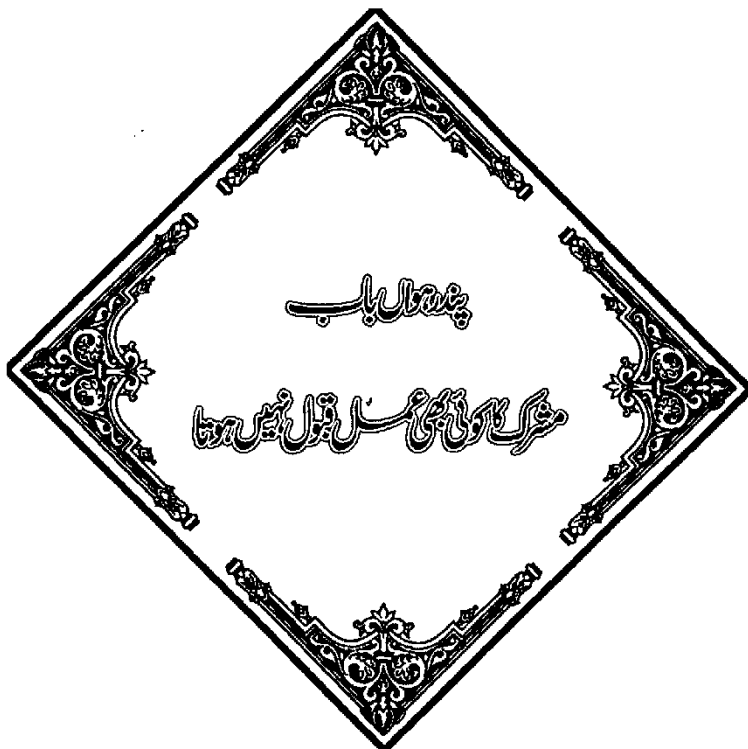
مشرک کا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوتا

جاننا چاہئے کہ توحید تمام نیکیوں کی بنیاد اور تمام اعمال کیلئے روح کی طرح ہے، توحید میں جتنی مضبوطی ہوگی اسی قدر اللہ تعالیٰ کے پاس اعمال جلد مقبول ہونگے اور بڑے اجر وثواب کا موجب ہونگے اور جس قدر توحید میں کمزوری ہوگی اسی قدر نیک اعمال میں کوتاہی ہوگی اور وہ درجہ قبولیت سے دور ہوتے جائیں گے اور ایسا شخص اجر وثواب سے محروم رہ جائے گا کیونکہ مشرک کی کوئی بھی نیکی یا عمل قبول نہیں ہوتا، اس بارے میں قرآن مجید کا فیصلہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ [1]

آپ کہہ دیں کہ اے جاہلو! کیا تم مجھے یہ بتاتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت کروں؟ (اے پیغمبر) آپ کی طرف اور آپ سے پہلے پیغمبروں کی طرف یہ وحی کی گئی کہ اگر تم نے بھی اللہ کے ساتھ شرک کیا تو تمہارے اعمال بھی برباد ہو جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے، لہٰذا صرف اللہ کی عبادت کرو اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ مشرک کا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوتا جب اس قسم کا خطاب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں سے بھی کیا ہے، تو حالتِ شرک میں ہم میں سے کسی کا عمل کیسے قبول ہوگا؟ لہٰذا ہر حال میں شرک سے اجتناب کرنا چاہئے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اٹھارہ برگزیدہ پیغمبروں کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف کی ہے کہ ہم نے انہیں منتخب کیا اور ہدایت سے نوازا اور جہانوں پر انہیں فضیلت عطا کی، اور پھر فرمایا:

---

(1) سورۂ زمر: 64-66۔

۲۔ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [1]

یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے اسے اس پر چلاتا ہے، اگر یہ لوگ (یعنی مذکورہ انبیاء) بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال بھی ضرور برباد ہو جاتے۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ وہ انبیاءِ کرام علیہم السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے بڑا بلند مقام عطا فرمایا ہے وہ اس کے بڑے برگزیدہ، مقرب اور منتخب بندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے، انہیں لوگوں کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں یہ اعلان فرما دیا کہ بفرضِ محال اگر ان میں سے کوئی شرک کرتا تو اس کے بھی تمام اعمال تباہ و برباد ہو جاتے، امت کیلئے اس میں بہت بڑا سبق ہے کہ ہمیں سب سے پہلے اپنا عقیدہ درست کرنا چاہئے کیونکہ جب تک انسان توحید میں پختہ اور مضبوط نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی کوئی بھی نیکی اور عمل قابل قبول نہیں ہوتا مشرک کی نیکی کا کوئی اعتبار نہیں ہے ایسے شخص کے اعمال کتنے بڑے اور بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہوں لیکن شرک کی موجودگی میں بالکل بیکار اور بے فائدہ ہونگے گویا اس نے کوئی نیکی ہی نہیں کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۳۔ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاۗىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ [2]

کیا کافروں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ میرے سوا (اپنی پناہ کیلئے) میرے ہی بندوں میں

---

(1) سورۂ انعام:88۔

(2) سورۂ کہف:102-105۔

سے ولی مقرر کریں، ہم نے کافروں کے رہنے کیلئے جہنم کو تیار کیا ہے، اے پیغمبر (ﷺ) آپ کہہ دیں کہ کیا میں تمہیں ان لوگوں کی خبر دوں جن کے اعمال برباد ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے (فضول کاموں کی وجہ سے) دنیا کی زندگی میں اپنی کوششیں برباد کردیں اور وہ یہ گمان کرتے رہے کہ وہ اچھے اعمال کررہے ہیں یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات سے کفر کیا لہٰذا ان کے اعمال رائیگاں ہوگئے قیامت کے دن ہم ان کے اعمال کے وزن کیلئے ترازو قائم نہیں کریں گے۔

تشریح: مذکورہ آیات سے ثابت ہوا کہ مشرکین، دیگر اولیاء اور درگاہوں کو پوجتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں، ان کے آسرے میں نیک اعمال کی کوئی پرواہ نہیں کرتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ کررہے ہیں وہ بہتر ہے حالانکہ یہ ان کی بڑی غلط فہمی ہے، ایسے خودساختہ معبودانِ باطلہ کے زور پر نہ انہیں روزِ قیامت اللہ کے سامنے پیش ہونے کا ڈر ہے اور نہ ہی اس کی آیات پر یقین بلکہ وہ اپنے معبودوں کی پوجا میں مست ہیں ایسے لوگوں کیلئے قیامت کے دن نہ کوئی عمل ہوگا اور نہ ہی اس کے وزن کیلئے ترازو قائم کیا جائے گا۔

اس کے بعد اسلام کے پانچوں ارکان کے بارے میں مختلف فصلوں کے ذریعے تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

پہلی فصل: کلمہ طیبہ کے بارے میں

کلمہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار ہے یعنی ہر مسلمان کو یہ اقرار کرنا ہے کہ "لا إله الا الله محمد رسول الله" یعنی اللہ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد رسول ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اسے یہ گواہی دینی ہے کہ: "اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله" یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

مگر جو شخص یہ کلمہ پڑھنے اور گواہی دینے کے باوجود شرک کرتا ہے تو اس کا یہ کلمہ اور گواہی

قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اس کا عمل اور اعتقاد اس کے منافی ہے اور یہ منافقوں کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۝ [1]

(صرف) اپنی زبانوں سے یہ (باتیں) کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں اور جو یہ چھپاتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ [2]

اپنی زبانوں سے جو بات کہتے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہے۔

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚ [3]

اپنی زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر ان کے دل ایمان نہیں لائے ہیں۔

تشریح: مذکورہ آیات سے ثابت ہوا کہ ظاہری طور پر منافق اپنی زبان سے ایمان داری کا دعویٰ کرتا ہے، مگر اس کے دل میں ایمان نہیں ہوتا یہی حال اس شخص کا ہے جو بظاہر کلمہ تو پڑھتا ہے مگر شرک اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ترک نہیں کرتا اگر اس کے دل میں ایمان ہوتا تو وہ کلمہ توحید کے برعکس عمل نہ کرتا۔

خلاصہ: یہ ہے کہ مشرک کا صرف کلمہ پڑھ لینا ناقابل قبول ہے۔

دوسری فصل: نماز کے بارے میں

باب ۱۴ میں ذکر ہوا کہ نماز اول تا آخر سرچشمہ توحید ہے لہٰذا جو شخص شرکیہ اعمال اور عادات ترک نہیں کرتا اس کی نماز کیسے قبول ہوگی؟ اوپر مذکور ہوا کہ مشرک کا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوتا کیونکہ اس سے اس کا جھوٹ اور دھوکہ ظاہر ہوتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ کے پاس اس کی نمازوں

---

(۱) سورۂ آل عمران: 167۔

(۲) سورۂ فتح: 11۔

(۳) سورۂ مائدہ: 41۔

کی کوئی اہمیت نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ؀ [1]

مشرکین کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدیں تعمیر کریں اور انہیں آباد کریں اس حال میں کہ وہ اپنے کافر ہونے پر (اپنے شرک کی وجہ سے) گواہ ہیں ان کے تمام اعمال برباد ہو چکے ہیں اور وہ جہنم کی آگ میں رہنے والے ہیں۔

تشریح: جب مشرک کیلئے مسجد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہے تو اس کی نماز کیسے قبول ہوگی؟ بلکہ تعمیر کرنے کا معنی آباد کرنا بھی ہے پھر جب مشرک کو مسجد آباد کرنے کا حق ہی نہیں ہے تو اس کا نماز پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے، مذکورہ بالا آیات میں تمام اعمال کا ذکر ہے لہٰذا مشرک کے سب اعمال برباد ہیں ان میں نماز بھی شامل ہے۔

تیسری فصل: زکاۃ، صدقات اور خیرات کے بارے میں:

یہ بھی مختلف اعمال ہیں اور مشرک کا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے خرچ کرنے کی مثال بیان فرمائی ہے کہ:

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَاَھْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ؁ [2]

اس دنیا کی زندگی میں وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کی مثال ہوا کی طرح ہے جس میں پالہ یا سخت سردی ہو اور وہ اس قوم کی فصل کو نیست ونابود کر دے جس نے اپنے اوپر ظلم کیا، اللہ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا مگر وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

---

(1) سورۂ توبہ: 17۔

(2) سورۂ آل عمران: 117۔

تشریح: جس طرح یہ فصل تباہ ہوگئی اسے آباد کرنے والے کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اسی طرح مشرکین کی خیرات، صدقات اور زکاۃ ضائع ہوگئے ان سے کسی اجر وثواب کی امید نہیں رکھی جاسکتی، باب ۱۴ میں زکاۃ کے بیان میں گذر چکا کہ مشرکین کے صدقات قبول نہ ہونگے۔

چوتھی فصل: روزے کے بارے میں

باب ۱۴ میں روزے کے بیان میں ذکر ہوا کہ روزے اس لئے فرض کیئے گئے ہیں تاکہ انسان میں تقویٰ و پرہیزگاری آجائے اور شرک، تقویٰ کے خلاف ہے جہاں شرک ہوگا وہاں تقویٰ نہ ہوگا تو مشرک کا روزہ کیسے قبول ہوگا؟ اسی طرح روزہ ایک ایسا عمل ہے جس سے نفس کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

۱۔ من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه۔[1]

جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اس کے، کھانا پینا چھوڑنے (یعنی اس طرح کے روزے) کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: جب جھوٹے شخص کا روزہ قبول نہیں ہوتا تو پھر مشرک کا روزہ کیسے قبول ہوگا؟

دوسری حدیث میں ہے کہ:

۲۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ کم من صائم لیس له من صیامه الا الظمأ کم من قائم لیس له من قیامه الا السهر۔[2]

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں جنہیں ان کے روزے سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی رات کو عبادت

(۱) مشکوۃ المصابیح ص:176، صحیح بخاری کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور والعمل به فی الصوم، ح:1903، 6057۔

(۲) مشکوۃ المصابیح ص:177، سنن داری کتاب الرقاق، باب فی المحافظة علی الصوم، ح:2720، سنن ابن ماجہ کتاب الصوم، باب ما جاء فی الغیبة والرفث للصائم، ح:1690، مسند احمد ج:2، ص:373۔

کرنے والے ایسے ہیں جنہیں ان کی عبادت سے شب بیداری کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

تشریح: یعنی ان کے بعض بڑے گناہ ہیں جن کی وجہ سے روزہ قبول نہیں ہوتا پھر اگر شرک جیسا کبیرہ گناہ موجود ہوتوان کا روزہ بطریقِ اولیٰ ناقابل قبول ہوگا۔

پانچویں فصل: حج وعمرہ کے بیان میں

حج وعمرہ بڑی عبادت ہے مگراس کیلئے بھی ضروری ہے کہ پہلے عقیدہ درست ہو،توحید پختہ ہواورشرک سے بیزاری ہو ورنہ مشرک کیلئے کوئی حج وعمرہ نہیں ہے بلکہ اسے بیت اللہ میں داخل ہونے کی بھی اجازت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾[1]

اے لوگو جوایمان لائے ہو مشرکین (اپنے گندے عقیدے کی وجہ سے) نجس (پلید) ہیں لہٰذا وہ اس سال (سن ۹ ہجری) کے بعد مسجد حرام (بیت اللہ) کے قریب بھی نہ آئیں اگر تمہیں مفلسی کا ڈر ہے (کہ تجارت میں نقصان ہوگا) تو اگر اللہ نے چاہا تو تمہیں آسودہ حال اور غنی کردے گا۔

تشریح: بیت اللہ کا طواف حج وعمرہ کا ایک اہم رکن ہے جس کے بغیر نہ حج ہوتا ہے اور نہ ہی عمرہ، لہٰذا جب مشرکین کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے ہی منع کردیا گیا ہے تو وہ کس طرح حج وعمرہ ادا کریں گے، یعنی سب سے پہلے انہیں اپنا عقیدہ شرک سے پاک اور خالص کرنا ہوگا پھر انہیں حرمِ بیت اللہ میں جانے کی اجازت ہوگی۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

أمر تعالى عباده المؤمنين الطاهرين دينا وذاتا بنفي المشركين، الذين هم

[1] سورۂ توبہ: 28۔

نجس دینا، عن المسجد الحرام، وألا يقربوه بعد نزول هذه الآية. وكان نزولها في سنة تسع؛ ولهذا بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم عليا صحبة أبي بكر، رضي الله عنهما، عامئذ، وأمره أن ينادي في المشركين: ألا يحج بعد هذا العام مشرك، ولا يطوف بالبيت عريان فأتم الله ذلك، وحكم به شرعا وقدراً.[1]

اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں جوعقیدہ اور ذات کے اعتبار سے پاک ہیں، کوحکم دیا ہے کہ مشرک چونکہ دین وعقیدہ کے لحاظ سے نجس ہیں لہٰذا انہیں روک دو اور اس آیت کے نزول کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے قریب بھی نہ آئے۔

اس آیت کا نزول سن ۹ ہجری میں ہوا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج کر یہ منادی کروائی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک یہاں حج کرنے نہ آئے اور نہ ہی کوئی شخص برہنہ، بیت اللہ کا طواف کرے اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو پورا کرتے ہوئے یہ شرعی قانون بنا دیا۔

خلاصہ: اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرک کی کوئی بھی عبادت قولی ہو یا فعلی، بدنی ہو یا مالی، عنداللہ تعالیٰ مقبول نہیں ہے جب تک کہ وہ شرک سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے، اللہ تعالیٰ سب کو توبہ تائب ہونے اور شرک سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

[1]: تفسیر ابن کثیر ج:2، ص:346، جامع ترمذی کتاب الحج، باب ماجاء فی کراہیۃ الطواف عریانا، ح:871، سنن دارمی کتاب المناسک، باب لایطوف عریانا، ح:1919۔

سولھواں باب

شرک کا اصل سبب غلو ہے

سولھواں باب

شرک کا اصل سبب غلو ہے

اسلام نے ہمیں انصاف اور اعتدال کی تعلیم دی ہے ہر ایک کو وہ حیثیت، احترام اور عزت دینی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے رکھی ہے اس میں کمی، بے ادبی، اس کی شان میں کوتاہی تفریط ہے اور اسے اس کی شان سے بڑھانا، اس کی حد سے زیادہ مدح کرنا، زیادتی، افراط اور غلو ہے۔

عن عائشه رضی اللہ عنہا قالت قال رسول الله ﷺ أنزلوا الناس منازلهم.[1]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو ان کے مرتبے اور منزل کے مطابق حیثیت دو۔

تشریح: یعنی انہیں حیثیت کے مطابق سمجھو، اس میں کمی بیشی نہ کرو، ان کی شان کو بڑھانا اور مدح میں مبالغہ کرنا غلو ہے، جیسا کہ عموماً لوگ انبیاءِ کرام، اپنے اماموں اور بزرگوں کی تعریف میں اتنا غلو کرتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھ بیٹھتے ہیں یا پھر اپنے پیروں اور فقہاء کے حق میں اس قدر غلو سے کام لیتے ہیں کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں جیسا کہ مولانا حالی نے ان کا حال یوں بیان کیا ہے کہ:

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

اسی لئے اسلام نے غلو سے بڑی سختی سے منع کیا ہے اس مضمون کو دو فصلوں میں بیان کیا جا رہا ہے۔

پہلی فصل: آیاتِ قرآنیہ کے بیان میں

۱۔ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا

[1] سنن ابوداؤد کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ح:4842۔

اَلْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ڏ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾ "[1]

اے اہل کتاب اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ کے بارے میں سچ کے علاوہ کچھ نہ کہو، عیسیٰ بن مریم، اللہ کے پیغمبر اور اس کے خاص حکم سے پیدا شدہ ہیں جسے اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں لہٰذا تم اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھو، اور تم تین الٰہ کا نظریہ نہ رکھو (اس طرح کہنے سے اپنے آپ کو روکو) یہ تمہارے لئے بہتر ہے ایک اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اولاد سے وہ پاک ہے، جو آسمانوں میں ہے اور جو زمینوں میں ہے وہ اسی کا ہے اور نگہداشت کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہے، عیسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے بندے ہونے سے عار نہیں کیا اور نہ ہی (کسی) مقرب فرشتہ نے اور جو اس کی بندگی سے عار اور تکبر کرے گا تو جلد ہی اللہ تعالیٰ (ان سب کو) اپنے پاس جمع کرے گا پھر جنہوں نے ایمان لایا اور نیک عمل کیئے تو انہیں ان کا پورا اجر عطا کرے گا بلکہ اپنے فضل سے ان پر مزید مہربانی کرے گا اور جنہوں نے اس کی بندگی سے تکبر اور عار کیا انہیں دردناک سزا دے گا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ کوئی دوست اور نہ ہی مددگار ملے گا۔

تشریح: ان آیات سے چند اہم مسائل معلوم ہوئے:

---

[1] سورۂ نساء: 171-173۔

(الف) اسلام میں غلو ممنوع اور حرام ہے یعنی کسی کی شان یا مدح میں مبالغہ نہ کیا جائے بلکہ اسے اس کی حیثیت کے مطابق ہی رکھا جائے۔

(ب) اسی غلو کی وجہ سے نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام جو کہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، کو اللہ کے ساتھ ملا دیا اور بعض انہیں اللہ کہنے لگے اور بعض اس کا بیٹا اور جز سمجھنے لگے۔ (تعالیٰ اللہ عن ذلک)

(ج) یہ ان کی طرف سے غلو تھا، ورنہ عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے اور فرشتے وغیرہ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے کوئی عار اور تکبر نہیں کرتے بلکہ اس کی بندگی پر فخر کرتے ہیں۔

(د) پھر جو لوگ اپنے بزرگوں اور بڑوں کے حق میں غلو کرتے ہیں وہ نصاریٰ کے طریقے پر ہیں اسی لئے وہ نصاریٰ کی طرح کئی شرکیہ اعمال میں گرفتار ہیں۔

(و) جو لوگ اس قسم کے مبالغے اور مدح سرائی پر خوش ہوتے ہیں ان کا انجام بہت برا ہوگا، اس سے آج کل کے پیروں کو سبق حاصل کرنا چاہئے کہ ان کے مریدین نظم اور نثر میں ان کی مدح اور تعریف میں مبالغہ کرتے ہیں اور کبھی انہیں انبیاء علیہم السلام سے ملا دیتے ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھ لیتے ہیں۔

(ی) غلو کرنا اللہ تعالیٰ پر ناحق بات کرنا ہے کیونکہ بندہ آخر بندہ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اُسے رب سے ملانا اور شریک کرنا اور بندے کو اس کی حکومت میں دخیل سمجھنا، یہ کچھ اللہ تعالیٰ پر غلط اور ناحق بات کرنا ہے، ایسے لوگوں کی عاقبت بہت ہی بری ہوگی چنانچہ ان کی موت کے وقت اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان سے اس طرح خطاب کرتے ہیں:

۲۔ أَخْرِجُوٓا أَنفُسَكُمُ ۖ ٱلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ ٱلْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ ءَايَٰتِهِۦ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾ [1]

''اپنی روح باہر نکالو آج تمہیں رسوا کن عذاب کی سزا بسبب اس کے ملے گی کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق بات کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کرتے تھے''

---

[1] سورۂ انعام: 93۔

دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۳۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝ [1]

(اے پیغمبر) ان سے کہہ دیں کہ اے اہل کتاب تم ناحق اپنے دین میں غلو نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو اور اس قوم کی خواہش کے پیچھے نہ لگو جو (خود بھی) گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہے اور راہِ ہدایت سے دور ہے۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ غلو حق کا راستہ نہیں بلکہ گمراہی کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی گمراہی اور شرک کا اصل سبب غلو ہے، چنانچہ فرماتا ہے کہ:

۴۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــــُٔـوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ [2]

یہودیوں نے کہا کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں یہ ان کا زبانی قول ہے جو گذشتہ کفار کی مشابہت کر رہے ہیں اللہ ان پر لعنت کرے، کہاں بہکائے گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے علماء، پیروں، فقیروں اور عیسیٰ بن مریم کو اللہ کے علاوہ

---

[1] سورۂ مائدہ: 77۔

[2] سورۂ توبہ: 30-32۔

رب بنالیا، حالانکہ انہیں یہ حکم نہیں دیا گیا تھا، اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے جن کو اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا اگر چہ کافر اسے ناپسند کریں وہی اللہ ہے جس نے پیغمبر (ﷺ) کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ مبعوث فرمایا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے، اگر چہ مشرکین برا ہی کیوں نہ مانیں۔

تشریح: یہ غلو کا انتہائی درجہ ہے کہ مخلوق کو اللہ کی بادشاہی میں شریک کیا جائے اور اس کی طرف اولاد کی نسبت کی جائے اور جو لوگ اپنے پیروں، بزرگوں اور مولویوں کو اللہ تعالیٰ سے ملاتے ہیں، اس طرح وہ غلو کے ذریعے اللہ کے دین کو مٹانا چاہتے ہیں مگر اس دین کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے وہ اسے کبھی مٹنے نہ دے گا بلکہ اپنے دین کو ہمیشہ غالب اور مکمل کر کے رہے گا۔

دوسری فصل: غلو کے بارے میں احادیث

احادیث میں غلو کی شدید ممانعت وارد ہوئی ہے۔

مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ ایاکم والغلو فی الدین فإنما هلك من كان قبلكم بالغلو فی الدین۔[1]

یعنی اپنے آپ کو دین میں غلو (یعنی حد سے تجاوز) سے بچاؤ کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت اور گمراہی کا سبب دین میں غلو ہی تھا۔

تشریح:

قال ابن تیمیة : قوله إیاکم والغلو فی الدین عام فی جمیع أنواع الغلو فی الاعتقادات والأعمال والغلو مجاوزة الحد بأن یزاد فی مدح الشئ أو ذمه علی ما

---

[1] الجامع الصغیر ج:1 ص:115، سنن ابن ماجہ کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمی، ح:3029، مسند احمد ج:1 ص:215، ح:1851، سنن نسائی کتاب الحج، باب التقاط الحصی، ح:3059۔

يستحق ونحو ذلك والنصارى أكثر غلوا في الاعتقاد والعمل من سائر الطوائف وإياهم نهى الله عن الغلو في القرآن بقوله تعالى: (لا تغلوا في دينكم) وسبب هذا الأمر العام رمي الجمار وهو داخل فيه مثل الرمي بالحجارة الكبار على أنه أبلغ من الصغار ثم علله بقوله بما يقتضي أن مجانبة هديهم مطلقا أبعد عن الوقوع فيما به هلكوا وأن المشارك لهم في بعض هديهم يخاف عليه الهلاك۔[1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا حکم عام ہے غلو کی تمام قسمیں اس میں داخل ہیں خواہ وہ عقائد میں ہو یا اعمال میں۔

غلو کا معنی ہے حد سے تجاوز کرنا، یعنی جو جس قدر تعریف اور مدح کا لائق ہے اسے، اس سے بڑھا دینا، تمام جماعتوں میں سے نصاریٰ سب سے زیادہ غلو کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے منع کرتے ہوئے فرمایا:

{ لا تغلوا في دينكم }

''یعنی دین میں غلو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔''

اگرچہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ تینوں جمرات کو کنکریاں مارتے ہوئے فرمائے یعنی چھوٹی چھوٹی کنکریاں مارو اور غلو کرتے ہوئے بڑے پتھر نہ اٹھاؤ، مگر اس کا حکم عام ہے اور کنکریوں والا حکم بھی اس میں داخل ہے اور آپ ﷺ نے اس کا سبب یہ بتلایا کہ غلو ہلاکت کا باعث ہے جس طرح گزشتہ اقوام ہلاک ہوئیں لہٰذا جو لوگ ان طریقے سے بچیں گے وہ ہلاکت سے امن میں رہیں گے اور ان کے طور واطوار میں شریک ہونے والے بڑی ہلاکت کے خطرے سے دو چار ہیں۔

۲۔ عن عمر قال قال رسول الله ﷺ لا تطروني كما اطرت النصارى ابن مريم فإنما أنا عبده فقولوا عبد الله ورسوله۔[2]

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج:3، ص:126۔

[2] مشکوۃ المصابیح ص: 417، صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی واذکر فی الکتاب مریم۔۔، ح:3445۔

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تعریف میں مبالغہ اور حد سے تجاوز نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے حق میں مبالغہ کیا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں تم بھی یہی کہو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

تشریح: امام بغوی شرح السنۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ:

قوله لاتطروني الاطراء مجاوزة الحد في المدح والكذب فيه وذالك ان النصارىٰ افرطوا في مدح عيسىٰ واطرائه بالباطل وجعلوه ولدا فمنعهم النبي ﷺ من ان يطروه بالباطل.[1]

یعنی: اطراء کا معنی یہ ہے کہ کسی کی تعریف میں جھوٹ بولتے ہوئے حد سے تجاوز کر جانا اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں غلو کیا اور ان کی تعریف و مدح میں جھوٹ گھڑتے ہوئے حد سے تجاوز کر گئے اور انہیں اللہ کا بیٹا بنالیا، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تنبیہ فرمائی کہ نصاریٰ کی طرح میرے حق میں غلو کا شکار ہو کر حد سے تجاوز نہ کرنا اور نہ ہی بغیر حق کے جھوٹی تعریف کرنا، ثابت ہوا کہ شرک کا اصل سبب غلو ہے جیسا کہ آئندہ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ:

۲۔ عن ابن عباس صارت الاوثان التي كانت في قوم نوح في العرب بعد، اما ود كانت لكلب بدومة الجندل، واماسواع: فكانت لهذيل، وأما يغوث فكانت لمراد، ثم لبني غطيف بالجرف عند سبأ. أما يعوق: فكانت لهمدان، وأما نسر: فكانت لحمير لآل ذي كلاع، وهي أسماء رجال صالحين من قوم نوح، عليه السلام. فلما هلكوا أوحى الشيطان إلى قومهم أن انصبوا إلى مجالسهم التي كانوا يجلسون فيها أنصابا وسموها بأسمائهم. ففعلوا. فلم تعبد حتى إذا هلك أولئك وتنسخ العلم عبدت.[2]

---

[1] شرح السنۃ ج:13، ص:216۔

[2] صحیح بخاری کتاب التفسیر، سورۃ نوح، باب ودو لاسواع ولا یغوث ویعوق، ج:2، ص:732، ح:4920۔

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ پانچ بت (ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر) نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد عرب میں بت بن گئے (کہ وہ ان کی پوجا کرتے تھے) چنانچہ ''ود'' دومۃ الجندل کے پاس کلب نامی قبیلہ کا بت تھا اور ''سواع'' ھذیل قبیلہ کا بت تھا اور ''یغوث'' قبیلہ مراد اور بنی غطیف کا بت تھا اور ''نسر'' ہمدان وحمیر قبیلہ سے ذی کلاع والوں کا بت تھا یہ دراصل نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک مردوں کے نام تھے جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ ان کی بیٹھکوں پر آستانے بناؤ اور انہیں ان کے ناموں سے موسوم کرو تو انہوں نے اسی طرح کیا مگر ان کی عبادت نہ کی مگر جب اس قوم کی وہ نسل ختم ہوئی تو بعد میں آنے والوں کو علم نہ رہا اور وہ ان کی پوجا کرنے لگے۔

تشریح: یعنی بعد والے کہنے لگے کہ:

ما اتخذ آباء نا هذه الا انها كانت آلهتهم فعبدوها۔[1]

یعنی بعد والوں نے کہا کہ ہمارے بڑوں نے ان بزرگوں کے آستانے اس لئے بنائے کہ یہ ان کے معبود تھے پھر وہ ان کی پوجا کرنے لگے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ:

وإنما صور أوائلهم الصور ليتأسوا بهم ويتذكروا أفعالهم الصالحة فيجتهدوا كاجتهادهم ويعبدوا الله عند قبورهم ثم خلفهم قوم جهلوا مرادهم فوسوس لهم الشيطان إن أسلافهم كانوا يعبدون هذه الصور ويعظمونها۔[2]

یعنی ان کے بڑوں نے یہ تصویریں اس لیے بنائیں کہ انہیں ان کا طریقہ اور عمل یاد رہے اور ان کی طرح عبادت کیلئے محنت اور جدو جہد کریں اور ان کی قبر کے پاس اللہ کی عبادت کریں

---

[1] فتح الباری ج:8،ص:669۔

[2] فتح المجید شرح کتاب التوحید ص:223۔

بعد والی نسل جہالت کے سبب سے ان کا مطلب سمجھ نہ سکی اور شیطان نے انہیں وسوسے ڈالے کہ تمہارے بڑے تو ان کی پوجا اور تعظیم کرتے تھے۔

خلاصہ: ان آیات واحادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام شرکیہ اعمال اکثر و بیشتر غلو کی وجہ سے ہوتے ہیں قبوں اور قبروں کی ناجائز تعظیم اور پوجا پیروں اور بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر تصور کرنا یا ان کے اقوال کو رسول اللہ ﷺ کے اقوال پر ترجیح دینا غلو کا ہی نتیجہ ہے لہٰذا ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

سترہواں باب
مشرکین کے باطل معبودوں کی
کمزوری اور عاجزی

سترھواں باب

مشرکین کے باطل معبودوں کی کمزوری اور عاجزی

جاننا چاہئے کہ پوری قوت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے:

اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا [1]

''ساری قوت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے''

بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ [2]

''ہر چیز کا تصرف واختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے''

لہٰذا اللہ پاک اکیلا ہی عبادت کے لائق ہے اور اللہ کے علاوہ جن کی پوجا کی جاتی ہے انہیں کوئی اختیار نہیں ہے بلکہ وہ خود محتاج اور کمزور ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

۱. يٰاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ [3]

''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے تم اسے سنو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تم، جنہیں پکارتے ہو وہ تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ (اسے بنانے کیلئے) وہ سب جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو وہ چیز اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے طالب اور مطلوب کمزور ہیں اللہ کی جو قدر کرنی چاہئے وہ انہوں نے نہیں کی بے شک اللہ بڑا ہی غالب ہے''۔

---

[1] سورۂ بقرہ:165۔

[2] سورۂ یٰس:83۔

[3] سورۂ حج:73-74۔

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ مشرکوں کے معبودوں کی کمزوری اور ان کے پوجاریوں کی بے وقوفی سے خبردار رکھتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اس مثال کو غور سے سنو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو تم پوجتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی جیسی حقیر چیز کو پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (تو پھر دوسروں کو اولاد، زمین، کاروبار وغیرہ کیسے دے سکتے ہیں)

جیسا کہ مسند احمد، مسلم، بخاری میں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی طرح مخلوق بنانے کی کوشش کرے۔ مثلاً: (تصویریں وغیرہ بنانا) پھر جب یہ مخلوق میں سے سب سے چھوٹی چیزیں مکھی، جو کا دانا، ذرات وغیرہ میں سے کچھ بھی پیدا کرنے سے عاجز ہیں بلکہ ایک مکھی جیسی حقیر چیز کے مقابلے کی بھی طاقت نہیں رکھتے کہ اگر ایک مکھی ان کی درگاہوں سے خوشبو یا کھانے پینے کی اشیاء میں سے کچھ لیکر اڑ جائے تو اس سے چھیننے کی طاقت بھی نہیں رکھ سکتے تو پھر دوسروں کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کیسے کرینگے، حالانکہ مکھی تو ایک حقیر اور کمزور چیز ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ طالب سے مراد بت ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے اور مطلوب سے مراد مکھی ہے۔

امام ابن جریر نے اس معنی کو پسند کیا ہے اور مضمون کا سیاق بھی اس کو چاہتا ہے یعنی جن کی وہ پوجا کرتے ہیں وہ اس کمزور مکھی سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔

مفسر سُدی اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ طالب سے مراد پوجا کرنے والے اور مطلوب سے مراد وہ ہیں جن کی پوجا کی جاتی ہے یعنی یہ دونوں کمزور ہیں کہ وہ ایک مکھی کا مقابلہ نہیں کر سکتے دونوں معانی اپنی جگہ درست ہیں دونوں سے راہنمائی حاصل ہوتی ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ پوجا کرنے والے پجاریوں کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کی قدر نہیں ہے اسی لئے وہ ناچار اور کمزوروں کو پوجتے ہیں حالانکہ ہر چیز پر غالب اور قدرت رکھنے والا صرف اللہ ہے۔ [1]

---

(1) تفسیر ابن کثیر ج:3، ص:23۔

2. مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٤﴾ [1]

''ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ جو دوسرے ولی بنا لئے ہیں ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے اپنا گھر بنایا بلاشبہ تمام گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا ہے کاش یہ لوگ جانتے، بے شک جس چیز کو اللہ کے علاوہ پوجتے ہیں وہ جو بھی ہے اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں اور انہیں اہل علم کے سوا کوئی نہیں سمجھتا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ تخلیق فرمایا ہے، بے شک اس میں مومنوں کیلئے بڑی نشانی ہے''۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کیلئے یہ مثال دی ہے کہ جن کو وہ پوجتے ہیں اور ان سے رزق اور مدد کی امید رکھتے ہیں اور مشکلات میں انہیں پکارتے ہیں وہ مکڑی کے گھر کی طرح ہے جو انتہائی کمزور ہوتا ہے جبکہ ان کے معبودوں کے ہاتھ میں بھی کچھ نہیں ہے لہٰذا مشرکین کا اپنے معبودوں پر بھروسہ بھی اسی طرح ہے جیسے مکڑی کا کمزور گھر، اگر ان لوگوں کو اس حال کی خبر ہوتی تو وہ اللہ کے علاوہ دوسرے اولیاء کی درگاہوں کے چکر نہ کاٹتے مگر ایک مسلمان کی کیفیت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے کہ اس کے دل میں ایمان ہوتا ہے اور اس کے تمام اعمال شریعت کے مطابق ہوتے ہیں اس نے ایسے مضبوط سہارے کو لیا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے آخر میں پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو یہ وعید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کو اور جن کو تم اس کے ساتھ شریک سمجھتے ہو، پوری طرح جانتا ہے اور تمہیں اس کے مطابق بدلہ دے گا اس قسم کی مثال کو وہی

---

1) سورۂ عنکبوت: 41-44۔

لوگ سمجھ سکتے ہیں اور فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جو پختہ عقیدے اور علم کے مالک ہوں۔[1]
لہٰذا آسمانوں اور زمینوں (وما فیھا) کا جو خالق ہے وہی بندگی اور عبادت کے لائق ہے نیز
عبدالرزاق، ابن جریر وغیرہ تفاسیر میں قتادۃ تابعی سے اس مثال کے بارے میں مروی ہے کہ:

قال هذا مثل ضربه الله للمشرك انه لن يغني عنه الهه شيئا من ضعفه وقلة اجرائه مثل ضعف بيت العنكبوت۔

انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کیلئے یہ مثال بیان فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے معبودان باطلہ انہیں نہ کوئی فائدہ دے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی نقصان سے بچا سکتے ہیں کیونکہ ان کا سہارا مکڑی کے گھر کی طرح کمزور ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

ذلك مثل ضربه الله لمن عبد غيره أن مثله كمثل بيت العنكبوت۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اس شخص کیلئے بیان کی ہے جو غیر اللہ کی پوجا کرتا ہے اس کا حال ایسا ہی ہے جیسا مکڑی کے گھر کا۔[2]

۳۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝[3]

''اور ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسرے معبود بنا لئے ہیں کہ شاید ان کی کوئی مدد کر دی جائے بلکہ وہ معبود جس کی وہ پوجا کرتے ہیں، انہیں ایک لشکر کی شکل میں جمع کر دیا جائے گا پھر (اے پیغمبر) آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں جو یہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں بے شک ہم اسے جانتے ہیں''۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ج:3، ص:413-414۔
(۲) در منثور ج:5، ص:145۔
(۳) سورۃ یس:74-76۔

تشریح: یعنی دوسروں کی مدد کرنا تو درکنار، جو اپنی پوجا پر راضی ہیں اور عموماً اپنی پوجا کرواتے ہیں وہ اپنے پوجاریوں سمیت جہنم میں حاضر کیئے جائیں گے جیسا کہ ارشاد ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ [1]

''تم اور جن کو اللہ کے علاوہ پکارتے ہو جہنم کا ایندھن ہو، تم اس میں داخل ہونے والے ہو اگر وہ (جن کی تم عبادت کرتے ہو) معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے اور سب کے سب ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں''

ثابت ہوا کہ وہ اپنے پوجاریوں کی مدد سے بالکل عاجز ہیں۔

4. وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ [2]

''اللہ کے علاوہ ان لوگوں نے دوسرے معبود اس لئے بنائے ہیں کہ ان کیلئے عزت وشرف کا سبب بنیں حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ وہ (قیامت کے دن) ان کے دشمن (اور مخالف) بن جائیں گے''

تشریح: وہ خود قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے خائف ہوں گے اور اس کے سخت عذاب کو دیکھ کر اپنے پوجاریوں سے بیزار ہو جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

5. اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ [3]

---

[1] سورۂ انبیاء: 98-99۔

[2] سورۂ مریم: 81-82۔

[3] سورۂ بقرہ: 166-167۔

"(تو اس وقت بہت ہی پشیمان ہوں گے) جب ان کے پیشوا اپنی پیروی کرنے والوں سے بیزار ہوں گے اور جب عذاب دیکھیں گے تو ان کے تمام واسطے ٹوٹ جائیں گے اس وقت پیروی کرنے والے کہیں گے کہ کاش ہمارا دنیا میں واپس جانا ممکن ہوتا تو ہم ان سے بیزار ہو جاتے جس طرح وہ آج ہم سے بیزار ہو گئے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں کو ان کیلئے باعث پشیمانی بنا کر دکھائے گا اور یہ جہنم سے نکلنے والے نہ ہوں گے"۔

تشریح: یعنی ان سے کسی بھلائی یا مدد کی امید کرنا فضول ہے۔

۵۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾ [1]

"اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا جو معبود بنا لئے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود مخلوق ہیں اور اپنے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کے مالک نہیں اور نہ موت نہ زندگی اور نہ ہی دوبارہ زندہ ہونے کا اختیار رکھتے ہیں"

تشریح: اس آیت نے واضح کر دیا کہ اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔

اس کے بعد چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ عن السائب قال بعث معي اهلي بقدح لبن وزبد إلى آلهتهم فذهبت به فلقد خفت أن آكل منه شيئا فوضعته إذ جاء الكلب فشرب اللبن وأكل الزبد وبال على الصنم۔ [2]

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے گھر والوں نے دودھ اور مکھن کا پیالہ دیکر اپنے معبودوں کے سامنے پیش کرنے کیلئے بھیجا جسے میں لیکر چلا اور میں اس سے کوئی چیز کھانے سے ڈرتا رہا اور بالآخر وہ کھانا میں نے بتوں کے سامنے رکھدیا اس دوران ایک کتا آیا

[1] سورۂ فرقان:3۔

[2] مجمع الزوائد ج:1 ص:115، معجم طبرانی کبیر ج:7 ص:139، ح:6617۔

اس نے دودھ اور مکھن کھایا اور پھر بت کے اوپر پیشاب کر دیا۔

تشریح: یہی حال اس وقت درگاہوں اور مزاروں کا ہے جن پر ڈالے جانے والے کپڑے لوگ اتار کر لے جاتے ہیں کبوتر اور دیگر پرندے ان قبروں اور مزارات پر غلاظت (بیٹھ) اتارتے ہیں مگر وہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتے، اس سے ان کی کمزوری صاف ظاہر ہے، ان درگاہوں پر کئی مجاور اور چوکیدار موجود رہتے ہیں ورنہ ان کا حشر بھی اس بت سے مختلف نہ ہو مندرجہ بالا واقعہ کے بعد سائب بن یزید رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اللہ تعالیٰ اس زمانے کے لوگوں کو بھی یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ حق اور باطل کو سمجھیں۔

۲۔ عن معاوية بن قرة عن أبيه قرة قال: ذهبت لأسلم حين بعث النبي صلى الله عليه و سلم فأردت أن أدخل معي رجلين أو ثلاثة في الاسلام فأتيت الماء حيث مجمع الناس فإذا أنا براعي القرية الذي يرعى أغنامهم فقال: لا أرعى لكم أغنامكم قالوا: لم؟ قال: يجيء الذئب كل ليلة فيأخذ الشاة وصنمنا هذا قائم لا يضر ولا ينفع ولا يغير ولا ينكر فرجعوا وأنا أرجو أن يسلموا فلما أصبحنا جاء الراعي يشتد وهو يقول: جاء البشري جاء البشري جاء الذئب فهو بين يدي الصنم مقموطا فذهبت معهم فقبلوه وسجدوا له وقالوا هكذا فاصنع فدخلت على النبي صلى الله عليه وسلم فحدثته بهذا الحديث فقال: (عبث بهم الشيطان). [1]

معاویہ بن قرۃ اپنے والد قرۃ بن ایاس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مجھے رسول اللہ ﷺ کی بعثت ونبوت کی خبر ہوئی تو میں اسلام قبول کرنے کیلئے روانہ ہوا، میں نے سوچا کہ دو تین آدمیوں کو بھی اسلام میں داخل کروں، چنانچہ میں ایک چشمہ پر آیا جہاں لوگ جمع ہوتے تھے، وہاں ایک چرواہا آیا جو گاؤں کی بکریاں چرایا کرتا تھا اس نے کہا کہ آئندہ میں تمہاری بکریاں نہیں چراؤں گا لوگوں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا ہر رات ایک بھیڑیا آتا ہے اور کوئی نہ کوئی بکری اٹھا کر لے جاتا ہے اور یہ ہمارا بت کسی فائدہ کا نہیں ہے بھیڑیے کو بھگا بھی نہیں سکتا پھر وہ لوگ وہاں سے

[1] معجم طبرانی کبیر ج:19، ص:31، ح:67۔

گاؤں کی طرف واپس ہوئے اور مجھے امید ہوئی کہ شاید یہ لوگ اسلام قبول کرلیں لیکن صبح کے وقت چرواہا دوڑتا ہوا اور مبارک باد دیتا ہوا آیا کہ آج رات بھیڑیا آیا اور اب وہ بت کے سامنے بندھا ہوا ہے۔ تو سب لوگ وہاں آئے اور اپنے بت کو سجدے کرنے لگے اور کہنے لگے کہ آئندہ بھی ایسے ہی کیا کرو، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور پورا واقعہ بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ یہ سارا کھیل شیطان نے کھیلا ہے۔

تشریح: اس روایت کے راوی اظہر بن سنان پر کچھ کلام ہے، مگر حافظ ابن عدی، کتاب الکامل ج ۱ ص ۴۲۰ میں فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث صالح ہیں اور یہ روایت مسند بزار میں بھی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ جب چرواہے نے ان سے شکایت کی تو انہوں نے کہا:

أقم علينا - أحسبه قال - : حتى نأتيه فأتوه فتكلموا حوله قالوا: للراعي : أقم الليلة قال : إني أقيم الليلة حتى انظر قال : فبتنا ليلتنا فلما كان صلاة الغداة إذ الراعي يشتد إلى أهل القرية يقول لهم : البشرى ألا ترون الذئب مربوطا بين يدى الغنم بغير وثاق ؛ فجاؤوا وجئنا معهم قال : فقال : نعم هكذا فاصنع فقدمنا على رسول الله صلى الله عليه و سلم فحدثه أبي الحديث فقال : " يتلعب بهم الشيطان "[1]

یعنی تم جلدی نہ کرو ہمارے پاس رہو تا کہ ہم اپنے معبود کے پاس جائیں اور اس کے ارد گرد کھڑے ہو کر یہ باتیں کریں اس نے کہا آج رات میں تمہارے پاس رہتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے چنانچہ ہم نے بھی اس گاؤں میں پڑاؤ کیا صبح کو چرواہا دوڑتا ہوا اور مبارک باد دیتا ہوا آیا کہ یہ دیکھو کہ بھیڑیا بکریوں کے سامنے بغیر رسی کے بندھا ہوا ہے پھر لوگ بھی وہاں آئے اور ہم بھی وہاں گئے اس وقت لوگ بت سے خطاب کرنے لگے کہ آئندہ بھی ایسے ہی کیا کرو۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور میرے والد قرہ نے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ

[1] مجمع الزوائد ج:1 ص:115۔

ﷺ نے فرمایا کہ شیطان ان کے ساتھ یہ کھیل کھیل رہا ہے۔

یعنی پہلے بھیڑیا بن کر خود اس نے بکریاں اٹھائیں اور پھر خود ہی اپنے آپ کو بندھا ہوا دکھایا اس طرح وہ لوگوں کو گمراہ کرتا رہا واضح ہوا کہ ان کے معبودوں میں کوئی ہمت اور کوئی توفیق نہیں ہے بلکہ وہ کمزور اور عاجز ہیں شیطان ان کا نام لیکر ان کو گمراہ کرتا ہے درحقیقت نہ بت نے کوئی حفاظت کی نہ اس نے بھیڑیئے کو باندھا بلکہ یہ پورا شیطانی چکر تھا تاکہ لوگوں پر شرک اور گمراہی کی گرفت مضبوط ہو غیر اللہ کے پوجاریوں کیلئے اس میں بڑا سبق اور عبرت ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سمجھ عطا فرمائے۔

طبقات ابن سعد میں راشد بن عبد ربہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے وہ فتح مکہ کے موقع پر بنی سلیم کے ایک وفد کے ساتھ آئے جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کی تعداد نوسو یا ایک ہزار تھی ان کے بارے میں ہے کہ:

وكان راشد يسدن صنما لبني سليم فرأى يوما ثعلبين يبولان عليه فقال أرب يبول الثعلبان برأسه! لقد ذل من بالت عليه الثعالب ثم شد عليه فكسره ثم أتى النبي ﷺ فقال له ما اسمك؟ قال: غادو بن عبد العزى قال انت راشد بن عبد ربه فأسلم وحسن إسلامه وشهد الفتح مع النبي ﷺ۔[1]

اور راشد بنی سلیم ایک بت کی خدمت کیا کرتا تھا ایک دن اس نے دیکھا کہ دو لومڑیاں اس بت پر پیشاب کر رہی ہیں جس پر اس نے یہ شعر کہے کہ:

ترجمہ: کیا یہ رب ہے جس پر لومڑی نے پیشاب کیا (ایسی چیز تو قطعاً رب یا معبود ہونے کے لائق نہیں ہے) بلکہ یہ ذلیل اور حقیر چیز ہے چنانچہ انہوں نے پوری قوت سے بت پر حملہ کیا اور اسے توڑ کر رکھ دیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے ان کا نام پوچھا تو انہوں نے غادو بن عبد العزیٰ بتایا آپ ﷺ نے فرمایا تم راشد بن عبد ربہ ہو انہوں نے اسلام

---

[1] طبقات ابن سعد ج:1 ص:307-308۔

قبول کیا اور اپنے اسلام کو احسن بنایا یہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے۔

تشریح: مقام عبرت ہے کہ آج بھی جن کی پوجا کی جاتی ہے مثلاً علم، مورتیاں، تصاویر، تعزیئے، قبے، قبریں، درگاہیں اور آستانے، ان کا بھی یہی حال ہے یہ بھی اسی طرح کمزور ہیں ان کی حالتِ زار دیکھ کر بھی بہت سے کافر مسلمان ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق عطا فرمائے کہ ایسے معبودوں کی کمزوری اور بے بسی دیکھ کر شرکیہ اعمال سے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے در پر حاضر ہوں۔

وكان عمرو بن الجموح سيدا من سادات بني سلمة وشريفا من أشرافهم وكان قد اتخذ في داره صنما من خشب يقال له مناة كما كانت الأشراف يصنعون تتخذه إلها تعظمه وتطهره فلما أسلم فتيان بني سلمة معاذ بن جبل، وابنه معاذ بن عمرو (بن الجموح) في فتيان منهم ممن أسلم وشهد العقبة، كانوا يدلجون بالليل على صنم عمرو ذلك فيحملونه فيطرحونه في بعض حفر بني سلمة وفيها عذر الناس منكسا على رأسه فإذا أصبح عمرو، قال ويلكم من عدا على آلهتنا هذه الليلة؟ قال ثم يغدو يلتمسه حتى إذا وجده غسله وطهره وطيبه، ثم قال أما والله لو أعلم من فعل هذا بك لأخزينه. فإذا أمسى ونام عمرو، عدوا عليه ففعلوا به مثل ذلك فيغدو فيجده في مثل ما كان فيه من الأذى، فيغسله ويطهره ويطيبه ثم يعدون عليه إذا أمسى، فيفعلون به مثل ذلك. فلما أكثروا عليه استخرجه من حيث الفوق يوما فغسله وطهره وطيبه، ثم جاء بسيفه فعلقه عليه ثم قال إني والله ما أعلم من يصنع بك ما ترى، فإن كان فيك خير فامتنع فهذا السيف معك. فلما أمسى ونام عمرو، عدوا عليه فأخذوا السيف من عنقه ثم أخذوا كلبا ميتا فقرنوه به بحبل ثم ألقوه في بئر من آبار بني سلمة فيها عذر من عذر الناس ثم غدا عمرو بن الجموح فلم يجده في مكانه الذي كان

به . فخرج يتبعه حتى وجده فى تلك البئر منكسا مقرونا بكلب ميت فلما رآه وأبصر شأنه وكلمه من أسلم من (رجال) قومه فأسلم برحمة الله وحسن إسلامه . فقال حين أسلم وعرف من الله ما عرف وهو يذكر صنمه ذلك وما أبصر من أمره ويشكر الله تعالى الذى أنقذه مما كان فيه من العمى والضلالة:
والله لو كنت إلها لم تكن ، أنت وكلب وسط بئر فى قرن-أف لملقاك إلها مستدن،الآن فتشناك عن سوء الغبن-الحمد لله العلى ذى المنن، الواهب الرزاق ديان الدين-هو الذى أنقذنى من قبل أن، أكون فى ظلمة قبر مرتهن-بأحمد المهدى النبى المرتهن۔ [1]

عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ بنی سلمہ قبیلہ کے سرداراور رؤساء میں سے تھے جنہوں نے لکڑی کا ایک بت تراش رکھا تھا جسے منات کہا جاتا تھا اس قبیلہ کے سردار بت بنا کر اپنے پاس رکھتے اوران کی تعظیم کیا کرتے تھے اورانہیں صفائی ستھرائی کے ساتھ رکھتے تھے بنوسلمہ کے بعض نوجوان مسلمان ہو گئے جن میں عمرو بن الجموح کا بیٹا معاذ بھی تھا وہ عقبہ والی رات رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے بھی تھے چنانچہ ان نوجوانوں نے عمرو بن الجموح کے بت کو اٹھایا اوراوندھے منہ اس کھڈے میں پھینک دیا جہاں لوگ قضاءِ حاجت کیا کرتے تھے صبح کو عمرو بن جموح نے دیکھ کر کہا تمہارے لئے ہلاکت ہو ہمارے معبود کا یہ حشر کس نے کیا پھرانہوں نے اسے کھڈے سے نکالا ، صاف کیا اور خوشبو لگائی اور کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ عمل کس نے کیا ہے تو ضرور اسے ذلیل کروں گا، ان نوجوانوں نے پھر وہی کام کیا دوسری مرتبہ بھی انہوں نے بت کو وہاں سے نکال کر صاف کیا دو تین مرتبہ ایسا ہوا تو انہوں نے ایک مرتبہ بت کو دھو کر صاف کیا اور تلوار اس کے اوپر لٹکا دی اور کہا کہ اللہ کی قسم مجھے تو معلوم نہیں کہ تمہاری یہ حالت کون کرتا ہے؟ اب اگر تجھ میں ذرا بھی خیر ہے تو اپنی حفاظت خود کرنا اور یہ تلوار بھی تیرے پاس ہے اوروہ سو گئے نوجوانوں نے رات کو تلوار اس

[1] سیرت ابن ہشام ج:1 ص:452۔

سے اتاری اور ایک مرا ہوا کتا اس کے ساتھ باندھا اور بنی سلمہ کے ایک کنوئیں میں اسے پھینک دیا جہاں غلاظت اور گندگی تھی۔

صبح کو عمرو بن الجموح اٹھے تو بت اپنی جگہ موجود نہ تھا چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکلے تو وہ غلاظت والے کنوئیں میں مردار کتے کے ساتھ تھا جب بت کی یہ حالت دیکھی تو قوم کے مسلمان لوگوں نے انہیں سمجھایا لہٰذا اللہ کی مہربانی سے مسلمان ہو گئے۔ اور اسلام کی ایک اچھی معرفت حاصل کی، اور جو انہوں نے اپنے معبود کا حال دیکھا اسے یاد کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہے کہ کس طرح مجھے اللہ تعالیٰ نے گمراہی سے نجات دی اور بت کو خطاب کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے کہ:

ترجمہ: اگر تم معبود ہوتے تو کنوئیں میں مردار کتے کے ساتھ یوں بندھے ہوئے نہ ہوتے، تف ہے تمہاری اس ذلت پر ہم نے اب تحقیق کی ہے کہ ہم اس سے قبل بری طرح دھوکے کا شکار تھے تمام تعریفات اللہ کیلئے ہیں جو بڑے احسان والا، بخشنے والا، رزق عطا کرنے والا اور تمام ادیان کا مالک ہے اپنی مہربانی سے اپنے رسول احمد، ہدایت والے ﷺ کو بھیج کر مجھے گروی ہو کر قبر کے اندھیرے میں پڑنے سے پہلے کفر سے باہر نکالا۔

تشریح: اس واقعہ کو حافظ بن حجر نے الاصابہ ج ۲ ص ۵۲۲ میں امام ابن اسحاق صاحب المغازی کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اور عقبہ والی رات وہ ہے جس میں قبل ہجرت مدینہ منورہ کے مسلمان خفیہ طور پر منیٰ میں رسول اللہ ﷺ سے ملے اور آپ ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی اور ہر طرح کی قربانی اور ایثار کا عہد کیا۔

یہی حال آج کل کی درگاہوں اور مزاروں کا ہے اگر انہیں کوئی آگ لگا کر جلا دے یا قبے سے کوئی چیز اتار کر لے جائے تو انہیں اپنا بچاؤ کرنے کی بھی کوئی جرأت اور طاقت نہیں ہوتی۔

ثابت ہوا کہ مشرکین کے یہ معبود کمزور اور بے بس ہیں جیسا کہ باب ۹ فصل ۶ میں گذرا کہ ایک وزیر نے شیخ عبدالقادر جیلانی کی ہڈیاں ان کی قبر سے نکال کر دریا میں پھینک دیں لیکن وہ

اس کا کچھ نہ کر سکے۔

خلاصہ: ان آیات اور احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ سب کمزور اور بے بس ہیں اس لئے پوجا اور عبادت کرنا اللہ تعالیٰ ہی کیلئے لائق ہے جو قدرت والا اور سب پر غالب ہے {ان اللہ قوی عزیز} بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور زبردست ہے اور دوسرے معبودانِ باطلہ کو مکھی اور مچھر جیسی حقیر چیز کے مقابلے کی طاقت بھی نہیں ہے اور اگر ان پر کوئی حملہ کرے یا ان کی بے عزتی کرے تو انہیں اپنا دفاع کرنے کی بھی قوت نہیں اس لئے وہ خود کمزور اور بے بس ہیں اور ان کی پوجا کرنے والے بھی ضعیف اور ذلیل ہیں اللہ تعالیٰ ایسی ذلت سے امن میں رکھے۔ آمین

اٹھارہواں باب
شرک سے پناہ طلب کرنے کے بارے میں
ادعیہ اور اذکار

اٹھارہواں باب

شرک سے پناہ طلب کرنے کے بارے میں ادعیہ اور اذکار

باب نمبر ۲ کی فصل نمبر ۲ میں بیان ہوا کہ شرک اتنا بڑا جرم ہے کہ جس کیلئے معافی اور بخشش نہیں ہے ہمیشہ کیلئے جہنم ٹھکانہ ہوگا اور جنت کی تمام نعمتیں حرام ہوں گی لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ شرک کی ہر قسم سے اجتناب کریں۔ بعض اوقات انسانوں سے غلطی کی وجہ سے ایسا کام ہو جاتا ہے جسے وہ شرک نہیں سمجھتے لہٰذا اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بعض دعائیں سکھلائی ہیں جنہیں ہر وقت پڑھتے رہنا چاہیے تاکہ انسان شرک اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امن میں رہے۔

۱۔ عن أبي علي رجل من بني كاهل قال خطبنا أبو موسى الأشعري فقال يا أيها الناس اتقوا هذا الشرك فإنه أخفى من دبيب النمل فقام إليه عبد الله بن حزن وقيس بن المضارب فقالا والله لتخرجن مما قلت أو لنأتين عمر مأذونا لنا أو غير مأذون فقال بل أخرج مما قلت خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم فقال يا أيها الناس اتقوا هذا الشرك فإنه أخفى من دبيب النمل فقال له من شاء الله أن يقول وكيف نتقيه وهو أخفى من دبيب النمل يا رسول الله قال قولوا ”اللهم إنا نعوذ بك من أن نشرك بك شيئا نعلمه ونستغفرك لما لا نعلمه“ رواه أحمد والطبراني ورواته إلى أبي علي محتج بهم في الصحيح وأبو علي وثقه ابن حبان ولم أر أحدا جرحه ورواه أبو يعلى بنحوه من حديث حذيفة إلا أنه قال فيه يقول كل يوم ثلاث مرات.[1]

بنو کاہل کے ایک شخص ابو علی سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! شرک سے بچو کہ وہ چیونٹی کی حرکت سے بھی خفیہ ہوتا ہے یہ سن کر دو شخص عبداللہ

[1] الترغیب والترہیب ج:1، ص:76، معجم طبرانی اوسط، ج:4، ص:10، ح:3479۔

بن حزن اور قیس بن المضارب ان کی طرف اٹھ کر گئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم جو آپ نے کہا اس کا ثبوت پیش کیجئے ورنہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کی اجازت ہو یا نہ ہو ہم ضرور جائیں گے (یعنی انہیں جا کر بتائیں گے) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہیں ثبوت دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ اے لوگو! شرک سے بچو کہ وہ چیونٹی کی حرکت سے بھی زیادہ خفیہ ہے پھر کسی شخص نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیونٹی کی حرکت سے بھی زیادہ باریک ہو ہم اس سے کیسے بچیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس طرح کہا کرو (یعنی ان الفاظ کے ساتھ دعا کیا کرو) ترجمہ: یا اللہ ہم تیری بارگاہ میں پناہ طلب کرتے ہیں کہ ہم جان بوجھ کر تجھ سے شرک کریں یا لاعلمی میں شرک کر بیٹھیں (یعنی ہم اسے شرک نہ سمجھتے ہوں) اس کیلئے تجھ سے بخشش طلب کرتے ہیں اور حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دن میں تین مرتبہ تم یہ دعا پڑھا کرو۔

تشریح: یہ دعا جامع ہے کہ اس میں ترغیب دی گئی ہے کہ ایسا عمل جسے انسان سمجھے کہ یہ شرک ہے اور پھر بھی سرزد ہو جائے تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرے اور ہم سے ایسا عمل نہ ہو جس کے بارے میں ہمیں معلوم ہی نہ ہو کہ یہ شرک ہے اور اس کے ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے اس لئے پہلے ہی مغفرت اور بخشش طلب کرنے کی تعلیم دی گئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین تعلیم و تربیت کا نمونہ ہے۔

۲۔ عن معقل بن يسار يقول: انطلقت مع أبي بكر الصديق رضي الله عنه إلى النبي صلى الله عليه و سلم فقال يا أبا بكرٌ للشرك فيكم أخفى من دبيب النمل فقال أبو بكر وهل الشرك إلا من جعل مع الله الها آخر قال النبي صلى الله عليه و سلم والذي نفسي بيده للشرك أخفى من دبيب النمل ألا أدلك على شيء إذا قلته ذهب عنك قليله و كثيره قال قل ”اللهم إني أعوذ بك أن أشرك بك وأنا أعلم وأستغفرك لما لا أعلم“۔ [1]

[1] الادب المفرد ص:250، ح:716، مسند ابی یعلیٰ ج:1 ص:60-62، ح:58، 60، 61۔

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپ نے فرمایا اے ابوبکر تم (لوگوں) کے لیے شرک چیونٹی کی حرکت سے زیادہ مخفی ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ شرک یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنایا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بعض شرک چیونٹی کی حرکت سے بھی زیادہ مخفی ہوتے ہیں کیوں نہ تمہیں ایسی دعا سکھلاؤں جو تم پڑھتے رہو تو کم یا زیادہ شرک رفع ہو جائے تم کہا کرو۔ ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں جان بوجھ کر کسی چیز کو تیرے ساتھ شریک کروں اور اس چیز سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ میں لاعلمی میں ایسا کر بیٹھوں۔

تشریح: یہ حدیث عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، مسند ابی یعلی موصلی میں بھی ہے اور حافظ ابوالقاسم بغوی نے دوسری سند سے ذکر کی ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۹۵)

اس حدیث میں واحد کا صیغہ ہے یعنی میں تجھ سے پناہ اور بخشش طلب کرتا ہوں اور پہلی حدیث میں جمع کا صیغہ تھا یعنی ہم تجھ سے پناہ طلب کرتے ہیں اور بخشش مانگتے ہیں دونوں طرح جائز ہے خصوصاً جماعت کی صورت میں جمع کا صیغہ اور تنہا ہونے کی صورت میں واحد کا لفظ زیادہ موزوں ہے۔

۳۔ عن أبي هريرة يقول قال أبو بكر : يا رسول الله مرني بشيءٍ أقوله إذا أصبحت وأمسيت قال قل "اللهم عالم الغيب والشهادة فاطر السماوات والأرض رب كل شيء ومليكه أشهد أن لا إله إلا أنت أعوذ بك من شر نفسي ومن شر الشيطان وشركه"، قال: قله إذا أصبحت وإذا أمسيت وإذا أخذت مضجعك۔ [1]

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسی دعا سکھلایئے جو میں صبح و شام پڑھتا رہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس طرح کہا کرو (ترجمہ) اے اللہ غیب اور ظاہر کو جاننے والے، آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے

---

[1] جامع ترمذی کتاب الادعیۃ، باب ماجاء فی الدعاء اذا اصبح واسمی، باب منہ، ج:2،ص:175، ح:3392، سنن ابو داؤد کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، ح:5067۔

والے، ہر چیز کے رب اور مالک میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں اپنے نفس کی برائی، شیطان اور اس کے شرک سے۔

تشریح: یہ حدیث ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۵ اور الادب المفرد للبخاری ص ۳۱۱ طبع لاہور میں بھی ہے۔

شیطان کے شرک کے بارے میں امام خطابی فرماتے ہیں کہ یہ دو طرح سے پڑھا گیا ہے:

شین کے زبر، راء کے جزم سے۔ اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو شیطان، اللہ سے شرک کرنے کیلئے وسوسے پیدا کرتا ہے، اس سے میں پناہ طلب کرتا ہوں کیونکہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا نفع نہیں دے سکتا ہے اور نہ ہی حاجات پوری کر سکتا ہے۔

شین اور راء کے زبر کیساتھ یعنی شیطان کے حیلے، مکر اور فریب سے پناہ مانگتا ہوں یہ معنی عون المعبود ج ۴ ص ۳۸۴ اور تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۲۲۹ میں بھی ہے گویا اس حدیث میں شرک سے پناہ مانگنے کی دعا مذکور ہے۔

۴۔ عن فروۃ بن نوفل عن ابیه أنه قال یارسول اللہ ﷺ علمنی شیئاً أقوله إذا أویت إلی فراشی فقال اقرأ ''قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' فإنها براءة من الشرك۔[1]

فروہ بن نوفل اشجعی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کوئی دعا سکھلایئے جو میں بستر پر سونے کیلئے آتے وقت پڑھتا رہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سورت قل یاایھا الکافرون پڑھا کرو کیونکہ یہ شرک سے براءت اور بیزاری کیلئے ہے۔

تشریح: یہ سورت ترجمہ کے ساتھ پیش کی جاتی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۝١ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۝٢ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ۝٣ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ۝٤ وَلَآ اَنْتُمْ

---

[1] جامع ترمذی کتاب الدعوات، باب منه، ح:3403، سنن ابوداؤد کتاب الادب، باب مایقول عند النوم، ح:5055۔

عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶ [1]

ترجمہ: اللہ مہربان اور نہایت رحم والے کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے نبی ﷺ آپ کہہ دیں کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ ہی میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔

یعنی حال اور استقبال دونوں زمانوں کیلئے واضح اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو اور جن کیلئے نذر اور منت مانتے ہو یا اب تک جو کچھ کر چکے ہو یا اس کے بعد جو کرنے کا ارادہ رکھتے ہو میں ان میں سے کسی کی عبادت نہیں کرتا اور نہ ہی کرونگا اور میں جس اکیلے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا تم اس کی عبادت نہیں کرتے کیونکہ تم اس کی بندگی میں اس کے ساتھ شریک کرتے ہو اور شرک والی عبادت اللہ کی عبادت شمار نہیں ہوتی اس لئے درحقیقت تم اللہ تعالیٰ کی بالکل عبادت نہیں کرتے اور نہ تم میں اس قسم کی کوئی امید نظر آتی ہے اور نہ ہی تم مجھ سے کوئی ایسی امید رکھو کہ میں اللہ کے سوا تمہارے خود ساختہ معبودوں کی بندگی کروں گا لہٰذا میرا دین اور تمہارا دین بالکل الگ اور جدا ہے، میری اور تمہاری صلح نہیں ہوسکتی بلکہ ہم تم سے اعلان براءت کرتے ہیں جیسا کہ ابراھیم علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سمیت مشرکین سے صاف کہہ دیا کہ:

حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ [2]

یعنی ہماری عداوت اور بغض تمہارے ساتھ جاری رہے گا جب تک کہ تم اپنے خود ساختہ معبودوں کو چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرو اور اس کی عبادت کرو۔

---

[1] سورۂ کافرون۔

[2] سورۂ ممتحنہ:4۔

الغرض: معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا ایک مسلمان اس سورت کو اگر غور سے پڑھے گا تو وہ ہر قسم کے شرک سے مکمل بیزاری ظاہر کریگا اور پناہ طلب کریگا اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے رات کو سوتے وقت اس سورت مبارکہ کے پڑھنے کی تعلیم فرمائی ہے۔

خلاصہ:۔ اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ شرک بڑا موذی اور مہلک مرض ہے اس لئے اس سے بچنے کیلئے مسلمان کو ہر طرح کی کوشش کرنی چاہئے اور اپنی کوشش کے ساتھ ساتھ شرک سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور توحید پر ثابت قدم رہنے کی توفیق طلب کرتے رہنا چاہئے اور اس بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کی مختصر مگر جامع ادعیہ مذکور ہیں اور جس طریقے سے آپ ﷺ نے انہیں پڑھنے کیلئے ارشاد فرمایا ہے اسی طرح اپنا معمول بنالینا بہت ضروری ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توحید کی نعمت سے مالا مال کردے اور شرک کے ہر فتنے سے امن اور پناہ میں رکھے۔

آخر میں دربارِ نبوت (ﷺ) کے عظیم شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے چند اشعار پر اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے:

وہ فرماتے ہیں کہ:

نبی اتانا بعد یأس وفترۃ   من الرسل والأوثان فی الارض تعبد

اللہ کے نبی ﷺ ہمارے پاس ناامیدی اور رسولوں کے طویل عرصہ نہ آنے کے بعد اس وقت تشریف لائے کہ زمینوں میں بتوں کی پوجا ہو رہی تھی۔

فامسی سراجا مستنیرا وھادیا   یلوح کما لاح الصقیل المھند

روشن دیئے اور ہادی بن کر آئے چمکنے والی تلوار کی طرح چمکتے ہوئے۔

وانذرنا نارا وبشر جنۃ   وعلمنا الاسلام فاللہ نحمد

اورانہوں نے ہمیں جہنم کی آگ سے ڈرایا اور جنت کی خوشخبریاں سنائیں اسلام کی تعلیم دی لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد بیان کرتے ہیں۔

وأنت الہ الخلق ربی وخالقی   بذالك ماعمرت فی الناس اشھد

اے پوری مخلوق کے معبود تو ہی میرا رب اور خالق ہے جب تک میں زندہ رہوں گا اسی چیز کی گواہی دیتا رہوں گا۔

تعالیت رب الناس عن قول من　　سواك الها انت اعلی وامجد دعا

اے لوگوں کے رب تیری شان بہت بلند اور برتر ہے اس سے جس نے تیرے سوا کسی دوسرے معبود کو پکارا ہے۔

لك الخلق والنعماء والامر كله　　فاياك نستهدی واياك نعبد

تمام مخلوق اور ساری نعمتیں تیری ہیں اور پورا حکم تیرا ہی ہے اس لئے ہم تجھ سے ہی ہدایت طلب کرتے ہیں اور تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔

وان ثواب الله كل موحد　　جنان من الفردوس فيها يخلد

اور بلاشبہ ہر اہل توحید کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا اجر وثواب ہے اور وہ ہمیشہ جنت الفردوس میں رہے گا۔[1]

بس ہمارا بھی یہی اقرار ہے کہ رب العالمین تیرے لاکھوں احسان اور ان گنت مہربانیاں ہیں کہ تو نے ہماری طرف بابرکت رسول بھیجا جو کہ سراج منیر ہے ان کی تعلیمات روشن اور مدلل اور مبرھن ہیں جنہوں نے قرآن سنا کر ہمیں تیری پہچان کروائی اور راہِ حق جو تجھ سے ملاتی ہے اس کی دعوت ہمیں سکھلائی مشرکین کیلئے تیرے عذاب سے خبردار کیا اور موحدین کیلئے تیرے بے حساب اجر وثواب کی بشارت دی، خالص اسلام کا طریقہ سمجھایا ہم دل سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ تو ہی ہمارا رب، پروردگار اور مولیٰ ہے تو ہی ہمارا خالق، حاجت روا، داتا اور مشکل کشا ہے، تو ہر شریک اور ساجھی سے پاک ہے، تیری شان مبارک اور اعلیٰ ہے کوئی بھی مخلوق تیری کسی صفت میں شریک نہیں ہو سکتی، تا زندگی ہم تیری بارگاہ میں یہ گواہی دینے کا عہد کرتے ہیں کہ تو

---

[1] دیوان حسان بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ صفحہ ۷۹، ۸۰ اور صفحہ ۱۵۰

پوری کائنات کا خالق اور تمام نعمتوں کا مالک ہے تو چاہے جسے دے اور جس سے چاہے روک دے، ہر جگہ اور ہر وقت تیرا حکم چلتا ہے اور تیرا ہی فیصلہ نافذ ہوتا ہے، ہم تیرے بندے، تیرے بندوں اور بندیوں کی اولاد ہیں، ہماری پیشانیاں تیرے قبضے اور قدرت میں ہیں، تو جو چاہے وہ ہی حکم ہم پر چلتا ہے اور ہمارے حق میں جو فیصلہ کرے وہ عدل اور مبنی پر انصاف ہے، اس لئے ہم صرف تجھ سے استدعا کرتے ہیں کہ ہمیں پسندیدہ راہ پر چلا اور اس پر قائم رکھ اور اس پر ہمارے قدم مضبوط کر دے، ہم تیرے بندے ہیں اور خالص تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو ہماری اس حقیر سی عبادت کو اپنی بارگاہ اقدس میں قبول و منظور فرما، اور اس میں ہم سے جو خطائیں اور لغزشیں واقع ہوں ان سے درگزر فرما۔ آمین یارب العالمین

والسلام

انا العبد ابو محمد

بدیع الدین شاہ الراشدی

13 ربیع الاول 1406ھ

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر مطبوعات

نمبر	نام کتاب	نمبر	نام کتاب
1	توحید ربانی	16	فقہ وحدیث
2	نمازِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	17	فکرِ آخرت
3	نماز کی مسنون دعائیں	18	حق و باطل عوام کی عدالت میں
4	عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت	19	خطباتِ راشدیہ
5	اللہ کا سہارا مضبوط ہے	20	سیاہ خضاب کا شرعی حکم
6	براءتِ اہل حدیث	21	عذابِ قبر کی شرعی حیثیت
7	الاربعین فی اثبات رفع الیدین	22	چالیس احادیث
8	امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے	23	اللہ تعالیٰ عرش پر ہے
9	فاتحہ خلف الامام	24	اہل حدیث کے امتیازی مسائل
10	اسلام میں عورت کا مقام	25	عقیدۂ توحید اور علمائے سلف کی خدمات
11	حقوق العباد	26	غیر اللہ کی نذر و نیاز
12	اصلاحِ اہل حدیث	27	انسانی عظمت کی حقیقت
13	اسلام میں داڑھی کا مقام	28	اتباع سنت
14	اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا خیر خواہ ہے	29	مروجہ فقہ کی حقیقت

ناشر جمعیت اہل حدیث سندھ

جامع مسجد الراشدی اہل حدیث موسیٰ لین لیاری کراچی

0300-0331-3996630
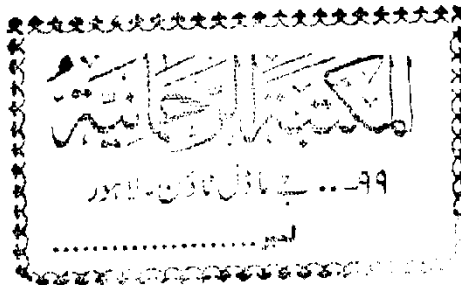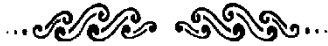
غیرتِ توحید

حضرات! اللہ تعالیٰ ہی خالقِ کل ہے، اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہو سکتا، یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو ہم سے بڑی غیرت کا متقاضی ہے، اسی غیرت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تصویر کو حرام قرار دے دیا؛ کیونکہ تصویر میں اللہ تعالیٰ کی صفت خلق اور صفت تصویر سے مشابہت پائی جاتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے اور وہی مصور ہے۔ تصویر کی حرمت اور وعید شدید پر کچھ نصوص ملاحظہ ہوں:

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے سخت عذاب، تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق (پیدا کرنا) سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ (یعنی تصویر بناتے ہیں) (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے، رب سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو میری خلق جیسی خلق بناتا ہے (یعنی تصویر بناتا ہے) ایسے لوگ اناج کا ایک دانہ پیدا کر کے دکھائیں۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک جو لوگ تصویریں بناتے ہیں، انہیں قیامت کے دن عذاب دیا جائیگا، ان سے کہا جائیگا جو تصویریں تم نے خلق کی تھیں ذرا انہیں زندہ تو کرو۔ (وہ زندہ نہیں کر پائیں گے لہذا ان کا عذاب مستمر رہے گا، والعیاذ باللہ) (بخاری ومسلم)